

کلم محرم سے تیس ذی الحجہ تک ہر مجلس و محفل اور مخصوصی کی مناسبت سے
حدیث کساء سے زیارت تک منتخب و معیار کلام (مع حمد و نعت و مناتب، نوحہ و متفرقات)
سوز خوانی کیلئے کلید اور معیاری کلام کا منفرد مجموعہ

”بستانہ“

تحقیق و ترتیب

پروفیسر سید سبط جعفر زیدی

قطعات

Page	مصرعہ اولیٰ	نمبر شمار
71	کچھ توحید ر، کچھ علی، کچھ مرتضیٰ کہنے لگے	1
71	ہماری کیا ہے کہ ہم سب تو ہیں غلامِ علی	2
71	سوتے ہی کب تھے ساتھی کو تمام رات	3
72	میرے لئے تکلیف وہ فرماتے ہیں	4
72	مسلمانوں پہ فرض حج عیاں ہے	5
72	سب کے مشکل کشا ہیں میرے علی	6
73	علی جناب بھی بازوئے آنجناب بھی ہے	7
73	حسن کی صلح میں یوں کر بلا جلوہ دکھاتی ہے	8
73	عقیدت پیکر الفاظ میں جب جگمگاتی ہے	9
74	لیتے ہیں نام اُن کا تو پڑھتے ہیں سب دُرود	10
74	حسین شاہ بھی ہے اور بادشاہ بھی ہے	11
74	جسے تھے ظلم و ستم کے مقابلے میں حسین	12
75	اپنے دُکھوں میں آیا جو شبیر کا خیال	13
75	حسین ظلم میں جینا سکھا دیا تو نے	14
75	گزر گئے تھے کئی دن کہ گھر میں آب نہ تھا	15
76	نر نیزہ وہ فرق شدہ ہڈی بَلغِ العلیٰ بِکَمَالِه	16
76	رہ گئی دشت میں تنہا تو وطن یاد آیا	17

Page	مصرعہ اولیٰ	نمبر شمار
76	جہاں میں پیش بیٹی باپ کی تصویر کرتی ہے	18
77	حضرت عباسؓ شاہِ لافتنی کے شیر ہیں	19
77	جس نے شبیر سے وفا کی ہے	20
77	علی اکبرؑ جو مرنے جا رہا ہے	21
78	شمر فطرت سوچ جتنے تیرے سامنے لگی	22
78	نجاتِ حشر کے ضامن کا گھر ہے	23
78	آج یوں ذکرِ غمِ تشنہ دہانی چاہئے	24
79	دعاے زہراؑ کی تعبیر ہے عزاداری	25
79	توحید کا پیام عزاداری حسینؑ	26
79	ملا یہ اونج شہیدوں کے آستانے کو	27
80	اے کربلا کی خاک اس احسان کونہ بھول	28
80	جاتا ہے کوئی شہ کا عزادار جہاں سے	29
80	اسیرِ عشقِ شہِ مشرقین میں ہوتے	30
81	چلو میں اپنے لئے کربلا کا پس منظر	31
81	غلامِ فاتحِ بد رو حسین ہیں تینوں	32
81	فرشِ مجلس پہ فاطمہؑ زہرا	33
82	ہائے اکبر کا دم اکھڑتا ہے	34

قطعہ

کچھ تو حیدر، کچھ علی، کچھ مرتضیٰ کہنے لگے
کچھ شبِ ہجرت، محمد مصطفیٰ کہنے لگے
ڈرتے ڈرتے ہم نے تو اللہ کی قدرت کہا
توبہ توبہ یہ نصیری تو خدا کہنے لگے

کلیم آلِ عباسِ شاہِ نقوی

ہماری کیا ہے کہ ہم سب تو ہیں غلامِ علیؑ
عدوئے نامِ علیؑ بھی ہیں زیرِ دامِ علیؑ
جو کہ رہے ہیں کہ نامِ علیؑ نہ لے کوئی
وہ خود یہ کہتے ہوئے لے رہے ہیں نامِ علیؑ

حضرتِ نفیسِ قچپوری

سوئے ہی کب تھے ساتھی کوثرِ تمامِ رات
کرتے تھے ذکرِ خالقِ اکبرِ تمامِ رات
بیدار بختی شبِ ہجرتِ گواہ ہے
میں ایک بار سوئے ہیں حیدرؑ تمامِ رات
(بشکریہ سوز و سلام خواں ڈاکٹر سجاد و شجاع رضوی)

استاد قمر جلالوی مرحوم

میرے لئے تکلیف وہ فرماتے ہیں
آ آ کے مجھے خواب میں سمجھاتے ہیں
تم مرثیہ پڑھنے کو جہاں جاتے ہو
ہم مرثیہ سننے کو وہاں آتے ہیں

استاد قمر جلالویؒ

مسلمانوں پہ فرضِ حج عیاں ہے
طوافِ کعبہ اک برّ نہاں ہے
حرم کے گرد پھر کر ڈھونڈتے ہیں
یعوں کا توڑنے والا کہاں ہے

آناعت الزماں عزت لکھنویؒ

سب کے مشکل کشا ہیں میرے علیؑ
بات ایسی ڈھکی چھپی کیا ہے
شک اگر ہے پکار کر دیکھو
ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے

(بشکریہ سوز خواں اختر حسنین و باقر کاظمی)

قطعہ

علیؑ جناب بھی بازو نہ آنجنابؑ بھی ہم
خدا کا شیر بھی ہے اور بوترا بؑ بھی ہے
منوں کو جوڑنے والا علیؑ بوقتِ نماز
اگر ہو جنگ تو پھر صف شکن خطاب بھی ہے

کلمہ آلِ عباسِ شاہِ نقوی

حسنؑ کی صلح میں یوں کربلا جلوہ دکھاتی ہم
حسینؑ میں جیسے فتح مکہ مسکراتی ہے
علیؑ کی خامشی، زہراؑ کی حسرت، صلحِ شبرؑ کی
یہ وہ اجزا ہیں جن سے کربلا ترتیب پاتی ہے

پروفیسر سردار نقوی

عقیدت پیکرِ الفاظ میں جب جگمگاتی ہم
مجھے لفظوں سے اپنے عہتِ فردوس آتی ہے
جنابِ فاطمہؑ کے لالؑ ہیں جنت کے شراوے
یہی وہ بات ہے جنت کو جو جنت بناتی ہے
(بشکریہ سوزِ خواں مونس رضوی، شوکت و انیس و نفیس)

قطعہ

لیتر ہیں نام اُن کا تو پڑھتے ہیں سب ذرورہ
ذہنوں میں مستجاب لامت حسنؑ کی ہے
دشمن نے اُن سے جھیننی حکومت بعد فریب
لیکن دلوں پر آج حکومت حسنؑ کی ہے

قطعہ

حسینؑ شاہ بھی ہم اور بادشاہ بھی ہم
حسینؑ دین بھی ہے اور دین پناہ بھی ہے
نہ کی یزید کی بیعت کٹادیا سر کو
اسی بنا پہ تو بنیادِ لالہ بھی ہے

قطعہ

جسہ ظلم و ستم کہ مقابلہ میں حسینؑ
علیؑ کی مثل تھے حق کے معاملے میں حسینؑ
بلند تھے سر محفلِ نبیؐ کے ہاتھوں پر
غدیرِ خم میں علیؑ اور مباہلے میں حسینؑ
(بشکریہ خطیبِ حریت علامہ علی کرار نقوی)

کلیم آل عباشاہد نقوی

اپنے دکھوں میں آیا جو شبیر کا خیال
شکوہ تڑپ کے شکر میں تبدیل ہو گیا
ہر غم میں کربلا نے سہارا دیا ہمیں
ہر غم غم حسین میں تحلیل ہو گیا

عبدالرؤف عروج

حسینؑ ظلم میں جینا سکھا دیا تو نے
لوگو کو اپنے سیجا بنا دیا تو نے
ملوکیت کے اندھیروں سے روشنی نکلی
حقیقتوں کا آئینہ جگمگا دیا تو نے

میر انیس

گزر گئے تھے کئی دن کہ گھر میں آب نہ تھا
مگر حسینؑ سے صابر کو اضطراب نہ تھا
حسینؑ اور طلبِ آب اے معاذ اللہ
تمام کرنا تھی حجت سوالِ آب نہ تھا

(التماسِ فاتحہ برائے سوزِ خواں مشتاقِ علی خاں)

قطعہ

سر نیزہ وہ فرق شدہ ہندی بلغ العلیٰ بجمالہ
گیا شام ہمرہ اشقیاء کشف الدجیٰ بجمالہ
کبھی کی کسی کو نہ بد دعا حسنت جمیع خصالہ
تو یہ اہل نفاق نے کہا صلوا علیہ و آلہ

قطعہ

رہ گئی دشت میں تنہا تو وطن یاد آیا
پانی جب پایا ہر اک تشنہ دہن یاد آیا
لے کے ہر چیز مدینے سے چلی تھی زینبؑ
لاش پر بھائی کی پہنچی تو کفن یاد آیا

مولانا پروفیسر مرزا محمد اشفاق (شوق لکھنوی)

جہاں میں پیش بیٹی باپ کی تصویر کرتی ہے
بھرے بازار میں کونے کے جب تقریر کرتی ہے

اسے بھی چھین لے بڑھ کر کوئی ظالم تو میں جانوں
رخ زینبؑ کا پردہ چادرِ تطہیر کرتی ہے

(بشکریہ سوز خواں اظہار حسین (محمد علی) نقوی برادران)

زارا مروہوی

حضرت عباسؓ شاہِ لافقیؒ کے شیر ہیں
خندق و خیبر کے وہ یہ کربلا کے شیر ہیں
کیوں نہ ہوں ہر جنگ میں یہ مثلِ حیدرؒ فתיاب
وہ خدا کے شیر یہ شیر خدا کے شیر ہیں

میر حسن میر

جس نے شبیرؒ سے وفا کی ہے
اس کی مرضی بھی اب خدا کی ہے
اتنی قیمت نہ تھی فرات تری
جتنی عباسؒ نے ادا کی

قطعہ

علی اکبرؑ جو مرنے جا رہا ہے
شاب آ کر بہت بچھتا رہا ہے
بلائیں لے رہی ہیں اٹھ کے زینبؑ
مگر دل ہے کہ بیٹھا جا رہا ہے

حضرت امید فاضلی

شمرِ فطرت سوچ جتنے تیر برس نہ لگی
ہر عزا خانہ پہ اتنی ہی بہار آنے لگی
ہم غلامانِ علیؑ کو موت کا کیا ڈر کہ جب
یا علیؑ ہم نے کہا اور موت تھرانے لگی

حیدر علی اختر کاظمی مرحوم

نجاتِ حشر کہ ضامن کا گھر ہے
یقیناً دین کے محسن کا گھر ہے
صدائیں آ رہی ہیں یا علیؑ کی
یہ گھر گویا کسی مومن کا گھر ہے

سرفراز زبید

آج یوں ذکرِ غم تشنہ دہانی چاہئے
خشک ہو جانا ہر اک دریا کا پانی چاہئے
خاندانِ مصطفیٰؐ کا ذکر کرنے کیلئے
آدمی سچا کھرا اور خاندانی چاہئے

عقیل عباس جعفری

دعاۓ زہراؑ کی تعبیر ہے عزاداری
بقائے اُسوۂ شہیرؑ ہے عزاداری
کوئی یزید اِسے ختم کر نہیں سکتا
عطاۓ زینبؑ دلگیر ہے عزاداری

خان محمد وصی خان

توحید کا پیام عزاداریؑ حسینؑ
ہے درس گاہِ عام عزاداریؑ حسینؑ
جو جادۂ رسولؐ پہ ہیں گامزن وہی
کرتے ہیں صبح و شام عزاداریؑ حسینؑ

فیض بھرپوری مرحوم

ملا یہ اوج شہیدوں کے آستانے کو
کہ آسمان بھی ہے مجبور سر جھکانے کو
جولبِ حضرتِ شہیرؑ لایگا کیوں کر
نظیرِ محرمؑ کی میسر نہیں زمانے کو
(بشکریہ عباس کربلائی / عابدیہ کاظمیہ)

مولانا ظفر علی خاںؒ

اے کربلا کی خاکِ ایں احسان کو نہ بھول
تڑپی ہے تجھ پہ نعلِ جگر گوشہ ہوں
اسلام کے لہو سے جری پیاسِ تجھ گئی
سیراب کر گیا تجھے خونِ رگِ رسولؐ
(بشکریہ سوز و سلام خواں ستید سلمان و رضوان مہدی)

قطعہ

جاتا ہے کوئی شہؒ کا عزا دار جہاں سے
آتے ہیں دمِ نزعِ علیؑ اُس کے جناں سے
مرقد سے نکیرین چلے آتے ہیں واپس
سننے ہی صدا ہائے حسینا کی زباں سے

قطعہ

اسیرِ عشقِ شہؒ مشرقین میں ہوتے
ولا میں ڈوب کے آرام و چین میں ہوتے
یہ سب شہید اگر کربلا میں ہوتے فیض
خدا گواہ ہے فوجِ حسینؑ میں ہوتے
(برائے شہدائے ٹھہری خیرپور / فیض بھرتپوری)

تسیم امر و ہوی

جلو میں اپنے نغمہ کربلا کا پس منظر
امیر قائلہ انقلاب زید شہید
ہے جو آٹھ سے چالیس سال عابد کی
ان آنسوؤں کا ہے لب لباب زید شہید

(سج / برائے شہدائے انجمن غلامانِ حُر / باب العلم کراچی)

غلام فاتح بدر و حنین ہیں تینوں
شہید عشق شہد مشرقین ہیں تینوں
ہیں ناصران شہد دیں غلامِ جرّ جری
شریک فوج امام حسینؑ ہیں تینوں

اقبال کاظمی

فرشِ مجلس پہ فاطمہؑ زہرا
لحہ لہہ شمار کرتی ہیں
اے عزلواری ، آؤ مجلس میں
فاطمہؑ انتظار کرتی ہیں

قطعه

ہائے اکبر کا دم اکھڑتا ہے
نوجوانی کا باغ اجڑتا ہے
باپ کے سامنے جواں پیٹا
خاک پر ایڑیاں رگڑتا ہے

☆☆☆☆☆☆

رباعیات

Page	مصرعہ اولیٰ	نمبر شمار
85	جس کی عینِ حرمِ حق میں ولادت ہو جائے	1
85	اے اہلِ عزاء، عزا کے دن آپہنچے	2
86	دنیا سے چلا لے کے جو نامِ حیدرؑ	3
86	دل، دل سے ملایا ہے ابو طالبؑ نے	4
87	مداحیٰ پنجتن کا دم بھرتے ہیں	5
87	ایمان کی تصویر نظر آتی ہے	6
87	شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ	7
88	کیا صرف مسلمانوں کے پیارے ہیں حسینؑ؟	8
88	بے حسبِ حسینؑ دین و ایمان ہیں تباہ	9
88	میدان میں جب آئے شہِ عرشِ پناہ	10
89	لاکھوں شہِ مشرقین کئے والے	11
89	کارے کہ حسینؑ اختیارے کردی	12
89	خورشیدِ سرشام کہاں جاتا ہے	13
90	عالیٰ نسب و نیک سیر والا جاہ	14
90	مظلوم نہ شاہِ بحر و مد، سا ہوگا	15
90	حیدرؑ کی فضیلت کا یہاں ہے اب تک	16
91	حاصل جسے آقا کی حضوری ہو جائے	17

Page	مصرعہ اولیٰ	نمبر شمار
91	بلبل کو گل پسند گلوں کو ہوا پسند	18
91	حکم حاکم ہے کسی کا نہ رہے نہ باقی	19
92	مر جائے جو فرزند تو کیا چار ہے	20
92	میدان میں کوئی جانے والا نہ رہا	21
92	رکتے ہوئے دریا کو روانی دیدی	22
93	دس دن یہ وہ ہیں کہ نوحہ مگر ہے زہرا	23
93	ماں کہتی تھی کیا نکال جھیلے ہوں گے	24
93	حیرت میں ہوں کیوں جہان میں آبیانی	25
94	پھر چاند محرم کا نظر آیا ہے	26
94	غیروں سے بھی کیا فیض کوئی پاتا ہے؟	27
94	کیا پیاس تھی جس سے سارا لشکر تڑپا	28
95	کرتے ہیں اہل درد ہی چہلم حسین کا	29
95	اک سمت شہیدوں میں غریب الوطنی ہے	30
95	دل سے نہ ہو درد کم ، حسین کا	31
96	عابد کو دو اور نہ غذا دیتے ہیں	32
96	رشتہ غم سرور سے لگا رکھا ہے	33
96	عابد نہ کبھی رنج و محن سے نکلا	34
97	منقوش ہے دل پر مرے نام حیدر	35

Page	مصرعہ اولیٰ	نمبر شمار
97	خُڑ کو شبیر نے کیا زن کی اجازت دے دی	36
97	جب خُڑ کا گنہ شاہِ اُمم نے عشا	37
98	سبِ ختم الانبیاء کو کیوں نہ روئیں اہلِ داو	38
98	اصغر کے لئے شغلِ فغاں رکھتے ہیں	39

رباعی

جس کی عینِ حرمِ حق میں ولادت ہو جائے
 کیوں نہ وہ قبلہٴ اربابِ ارادت ہو جائے
 اُس کی خود اپنی عبادت کی ادا کیا ہوگی
 جس کے چہرے پہ نظر کرنا عبادت ہو جائے

میر انیسؒ

اے اہلِ عزا ، عزا کہے دن آ پہنچے
 غم کی راتیں ، بکا کے دن آ پہنچے
 فریاد کہ فاطمہؑ کی بستی اُجڑی
 آبادی کربلا کے دن آ پہنچے

Page	مصرعہ اولیٰ	نمبر شمار
98	جس روز کہ ہوا ذالسماء انشقت	40
99	حیدر کی عطا پہ حل آتی شاہد ہے	41
	اے بادشہ کون و مکاں اور کنی	42
	یہ لوگ ہیں دنیا کو جگانے والے	43

رباعی

دنیا سے چلا لے کہ جو نام حیدرؑ
جنت کو چلا بہر سلام حیدرؑ
روکا جو رقیبوں نے تو رضواں نے کہا
آنے دو اے یہ ہے غلام حیدرؑ
حکیم عارف اکبر آبادی مرحوم
دل ، دل سے بلایا ہے ابو طالبؑ نے
کیا رنگ جمایا ہے ابو طالبؑ نے
اُس عقد کے بارے میں بھی کچھ لب کھولو
جو عقد پڑھایا ہے ابو طالبؑ نے
(بشکریہ سوز خوان خورشید حیدر نقوی)

کَلِمِ آلِ عِبَّاشِدِ نَقْوٰی

مذہبی پنہجن کا دم بھرتہ ہیں
دنیا کی مصیبتوں سے کب ڈرتے ہیں
ہے چادرِ تطہیر کا سایہ ہم پر
شبیر کا مرثیہ پڑھا کرتے ہیں

کَلِمِ آلِ عِبَّاشِدِ نَقْوٰی

ایمان کی تصویر نظر آتی ہے
قرآن کی تفسیر نظر آتی ہے
اللہ! تیرے گھر کی فضا اے زہرا
تطہیر ہی تطہیر نظر آتی ہے
(خواجہ خواجگاں غریب نواز سید معین الدین حسن حسنی حسینی بخری چشتی اجیری)

شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین
سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ پنائے لا الہ است حسین

(بشکریہ سوز خواں ڈاکٹر محتشم نقوی و ڈاکٹر عامر نقوی)

جوش ملیح آبادی

کیا صرف مسلمانوں کو پیارے ہیں حسینؑ؟
چرخِ نوحِ بثر کے تارے ہیں حسینؑ
انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

رباعی

بے حبا حسینؑ دین و ایماں ہیں تباہ
بے الفتِ آلؑ ہے عبادت بھی گناہ
ہے آلؑ رسولؑ کی مودت واجب
”لا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا“ ہے گواہ

رباعی

میدان میں جب آئے شہِ عرشِ پناہ
بولا من سعد کیجئے بیعت ، یا شاة
منہ پھیر کے تب غصے سے سرورؑ نے کہا
لا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ
(بشکریہ سوز خواں رضی باقر زیدی و صفدر حسین زیدی)

رباعی

لاکھوں شہداء مشرقین کہنے والے
اسلام کا نورِ عین کہنے والے
قاتل کا ملے گا نام لیوا نہ کوئی
موجود ہیں یا حسینؑ کہنے والے

خواجہ معین الدین چشتیؒ

کارے کہ حسینؑ اختیارے کردی
در گلشنِ مصطفیٰؐ بہارے کردی
از ہیچ پیمرےؑ نیاید اس کار
واللہ کہ اے حسینؑ تو کارے کردی
مرزاد میرؒ

خورشیدِ سرِ شامِ کہاں جاتا ہے
روشن ہے دیر پر جہاں جاتا ہے
مغرب ہی کی جانب ہے مزارِ حیدرؑ
یہ شمع جلانے کو وہاں جاتا ہے

(بشکریہ شاعر و سوز خواں سید اختر حسین / کوئٹہ)

صوفی عبدالغفار وارتی / ثروت اصغر آبادی

عالی نسب و نیک میز والا جاہ
ہیں جنکی شجاعت کے ملائک بھی گواہ
شبیرؑ اور اک فاسقِ دیں کی بیعت !
لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ

میر انیسؒ

مظلوم نہ شاہِ بحر و بر ، سا ہوگا
مینہ تیروں کا یوں کسی پہ برسہا ہوگا!؟
پاسے رہے کربلا میں جس طرح حسینؑ
یوں گبر بھی پانی کو نہ ترسا ہوگا
("گبر" وہ آتش پرست جس کیلئے پانی پینا حرام ہو)

رباعی

حیدرؑ کی فضیلت کا بیان ہم اب تک
تاریخِ زمانہ بھراں ہے اب تک
جس در سے گئیں منتِ اسدؑ کعبہ میں
دیوار میں اُس در کا نشان ہے اب تک

رباعی

حاصل جسے آقا کی حضوری ہو جائے
دنیا کے غم و رنج سے دُوری ہو جائے
اے صلِ علیٰ مجلسِ مُدِ نورِ حسینؑ
ناری بھی یہاں آئے تو نوری ہو جائے

میر انیسؒ

بلبل کو گل پسند گلوں کو ہنوا پسند
ہم یو ترابیوں کو ہے خاکِ شفا پسند
یہ اپنی اپنی وضع ہے اے ساکنانِ دوست
تم کو ارم پسند ہمیں کربلا پسند

رباعی

حکمِ حاکم ہم کسی کا نہ رہے سزا باقی
آج دنیا میں نہ حیدرؑ کا رہے گھر باقی
وہ رہِ حق پہ مٹے ہر نہ مٹا دَر اُن کا
لفظ ”حیدر“ یہ بتاتا ہے کہ ہے دَر باقی

(بشکریہ سوزِ خواں سید انصار حسین زیدی)

میر انیسؔ

مرجانہ جو فرزند تو کیا چارا ہم
ہاں مرگ ، علاجِ دلِ صد پارا ہے
اصغرؔ کو لٹا قبر میں کہتے تھے حسینؔ
آرام کرو اب یہی گوارہ ہے

میر انیسؔ

میدان میں کوئی جانے والا نہ رہا
اور کوئی گلا کٹانے والا نہ رہا
جو مارا گیا اس کو اٹھا لائے حسینؔ
شہیرؔ کا کوئی لانے والا نہ رہا

زاہد فتح پوری

رکتے ہوئے دریا کو روانی دیدی
اسلام کو اکبرؔ کی جوانی دیدی
تھا دینِ نبیؐ نزع میں تو نے شہیرؔ
جاں دیکے حیاتِ جاودانی دیدی
(بشکریہ سوزِ خواں ستید معشوق علی رضوی)

رباعی

دس دن یہ وہ ہیں کہ نوحہ گر ہم زہراً
تھامے ہوئے ہاتھوں سے جگر ہے زہراً
کیا بیٹھے ہو سر پہ خاک اڑاؤ لوگو
کل شام سے کھولے ہوئے سر ہے زہراً

رباعی

ماں کہتی تھی کیا ملال جھیلے ہوں گم
بہنیں نہیں ہیں ساتھ کس کے کھیلے ہوں گم
یہ رات اندھیری اور ڈراؤنا جنگل
اصغرؑ میرے قبر میں اکیلے ہوں گم

رباعی

حیرت میں ہوں کیوں جہان میں آیا پانی
دریا میں ہے کس لئے سلایا پانی
اب لاکھ برس اب برسے تو کیا
شبیرؑ نے مرتے دم نہ پایا پانی

(بشکریہ مولانا خورشید عابدو ثروت مسعود برادران)

رباعی

پھر چاند محرم کا نظر آیا ہے
پھر جوش پر لہر چشم تر آیا ہے
کیا خوب نصیب ہیں عزاداروں کے
فرزندِ رسولِ اُن کے گھر آیا ہے

راغب مراد آبادی

غیروں سے بھی کیا فیض کوئی پاتا ہے
اپنا ہی تو اپنوں پہ ترس کھاتا ہے
درپیش ہو جب بھی کوئی مشکل راغب
بے ساختہ لب پہ یا علیٰ آتا ہے

رباعی

کیا پیاس تھی جس سے سارا لشکر تڑپا
کیا زخمِ سیاں تھا جس سے اکبر " تڑپا
مچھلی بھی نہ تڑپے کبھی یوں خشکی میں
جس طرح سے تیر کھا کے اصغر " تڑپا

(بشکریہ شاعر و سوز خواں سردار عباس محشر و مختار حسین)

مولانا ظہور الحسن درس

کرتے ہیں اہل درد ہی چہلم حسین کا
ہے قدسیوں میں آج ترنم حسین کا
کہتے ہیں مجھ سے لوگ کہ کیوں مولوی ظہور
کرتے نہیں ہو ذکر یہاں تم حسین کا

=====

اک سمت شہیدوں میں غرب الوطنی ہے
اک سمت لعینوں میں شقاوت کی ٹھنی ہے
سب جانتے ہیں ظہور رتبہ ان کا
سادات ہیں اور فوج حسین و حسنی ہے

=====

دل سے نہ ہو درد کم ، حسین کا
بڑھتا رہے روز غم ، حسین کا
شاداب رہیں یہ اہل مجلس سارے
پڑھتے رہیں ظہور بھی چہلم حسین کا

(بشکرہ حضرت مولانا اصغر درس و حکیم اکبر درس)

میر انیسؒ

عابد کو دوا اور نہ غذا دیتے ہیں
سوتا ہے تو زنجیر ہلا دیتے ہیں
سادات کو قید اس مینے میں کیا
قیدی کو محرم میں پھردا دیتے ہیں

رباعی

رشتہ غم سرورؒ سے لگا رکھا ہے
بجز پختنؒ پاک کے ، کیا رکھا ہے
ہم مر گئے ہوتے غم سرورؒ کی قسم
اس مرثیہ خوانی نے چلا رکھا ہے

رباعی

عابدؒ نہ کبھی رنج و محن سے نکلا
نکلا بھی تو بس شکر دہن سے نکلا
بیمار نے اپنی جو نہی کالی پوشاک
سب نے جانا کہ ہے یہ چاند گہن سے نکلا
(بشکریہ الحاج فائق حسین رضوی برادران و محمد عباس)

باقر شاہ جہاں پوریؒ

منقوش ہے دل پر میرے نام حیدرؒ
اللہ کے گھر میں ہے قیامِ حیدرؒ
باقر مجھے کیوں عرصہ محشر کا ہو خوف
میں روزِ ازل سے ہوں غلامِ حیدرؒ

رباعی

حُرؒ کو شبیرؒ نے کیا زن کی اجازت دے دی
نار کو نور کیا اور شہادت دے دی
کیا سخاوت ہے حسینؑ ابنِ علیؑ کی واللہ
جام کوثر کا دیا رہنے کو جنت دے دی

رباعی

جب حُرؒ کا گنہ شاہِ اُمم نے بخشا
قطرے کو شرفِ بحرِ کرم نے عطا
گردوں سے ندا آئی کہ اے سبطِ نبیؐ
عطا جے تو نے اے ہم نے عطا

(بشکریہ شاعر و سوز خواں الیاس دھولپوری و شفیق عابدی)

كُهَيْعَصَ

سببِ ختم الانبياء کو کیوں نہ روئیں اہلِ داد
جن کے مرنے کا رہے گا غلِ الیٰ یومِ التناد
ایسے شاہد کی شہادت کا تو حق بھی ہے گواہ
آیا ہے قرآن میں بھی کاف ، حا ، یا ، عین ، صاد

رباعی

اصغرؑ کہ لٹے شغلِ فغاں رکھتے ہیں
مرقد میں اُنہیں شاہِ زماں رکھتے ہیں
چلاتی ہیں بانوؑ کہ ہے سونا جنگل
حضرتؑ برے بچے کو کہاں رکھتے ہیں

رباعی

جس روز کہ ہو اِذِ السَّمَاءُ انشَقَّتْ
ظاہر ہوں مَعَانِيْ نُجُومٍ انكَدَرَتْ
بابا سے کہیں گی قاطمہؑ ، یا حضرتؑ
اولادِ مری بایِ ذَنْبٍ قُتِلَتْ
(بشکریہ سوزِ خواں زاہد حسین و مظفر حسین زیدی)

رباعی

حیدرؑ کی عطا پہ مل آتی شاہد ہے
لور تیغ زنی پہ لافتی شاہد ہے
کعبے میں ولادت کے پیبرؑ ہیں گواہ
مسجد کی شہادت پہ خدا شاہد ہے

میرائیں

اے بادشاہؑ کون و مکان اور کنی
اے عقدہ کشائے دو جہاں اور کنی
اب تنگ ہے دشمنوں کے ہاتھوں سے انیسؑ
یا حضرت صاحب الزماں اور کنی
(بشکریہ سوز خواں ناصر عباس نقوی و مجاہد علی زیدی)

استاد اختر انصاری اکبر آبادی

یہ لوگ ہیں دنیا کو جگانہ والہ
یہ دشتِ بلا ہے اور زمانے والے
اے وسعتِ کونین سٹ کر آجا
آئے ہیں محمدؐ کے گھرانے والے
(بشکریہ سوز خواں حسین احمد رضوی مدظلہ مقیم گھارو)

سوز

Page	مصرعہ لولی	نمبر شمار
104	ہر ذور کے نقیب ہیں قرآن و اہل بیت	1
104	بعد ہزار سال عبادت اگر کرے	2
105	مریم سے بول کور تبہ سوا ملا	3
105	چشم نبی کے خواب کو کہتے ہیں سیدہ	4
106	کیا پیش خدا صاحب تو قیر ہے زہرا	5
106	اے روزہ دارو آہ دہکا کے یہ روز ہیں	6
107	شریک صبر شہ مشرقین ہیں زینب	7
107	جرات میں علی صبر میں شبیر ہیں زینب	8
108	جب وطن سے کوچ کی مسلم کے تیاری ہوئی	9
108	کسی نے کوفے کے رستے میں دی یہ شہ کو خبر	10
109	خیمے دریا پہ کئے جب کہ شہ والا نے	11
109	تسبیح فاطمہ جو ادا کی امام نے	12
110	ہو اجو شاہ کے لشکر میں قحط پانی کا	13
110	جب نہ اعداء سے کسی طرح صفائی ٹھہری	14
111	جب رات عبادت میں بسر کی شہ دین نے	15
111	جب آئی صبح قتل امام فلک و قار	16
112	جب تھوڑی رات قتل کی میداں میں رو گئی	17

Page	مصرعہ لٹری	نمبر شمار
112	عاشور کی جورات تھی محشر صفات تھی	18
113	جب باؤ نے زن کی علی اکبر کو رضادی	19
113	بر چھی کی ائی جب گلی اکبر کے جگر میں	20
114	حسینؑ جب کہ چلے بعد دوپہر رن کو	21
114	اقربا کٹ گئے جب شاہ کے باری باری	22
115	عصر کا وقت ہے مونس ہیں نہ یاور باقی	23
115	کام آئے رفقا شاہ کے جب میداں میں	24
116	اے عزیزو کیا میاں ہو ماجرائے اہلیت	25
116	کارواں سالار بن جب کارواں کر بلا	26
117	قریب کوفہ جو رانڈوں کا قافلہ آیا	27
117	ریتی پہ بر چھی کھائے پڑا تھا جو نور عین	28
118	عباسؑ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہ جانی	29
118	جب نوجواں کی لاش نہ پائی حسینؑ نے	30
119	شہِ مظلوم سے عباسؑ نے جس دم علم پایا	31
119	نکلے خمیے سے جو ہتھیار لگائے عباسؑ	32
120	شور ہے شام کے لشکر میں کہ عباسؑ آئے	33
120	جب مشک بھر کر نہر سے عباسؑ غازی گھر چلے	34
121	شہر کا ماہ زو تھا جلالت میں لا جواب	35

Page	مصرعہ اولیٰ	نمبر شمار
121	آشنا بحر صداقت کا حسین ابن علی	36
122	جب چمن خاک میں اکبر کی جوانی کا مہلا	37
122	یارب صغیر کن میں کوئی بے پدر نہ ہو	38
123	عباسؑ کو حسینؑ جو دریا پہ رو چکے	39
123	زلزلہ ہی ہے دلوں کو لٹی ہوئی سرکار	40
124	بے چین تھی صفرؑ جو فراقِ پدری سے	41
124	دو لہانا جو بانوئے سرو زر کا بے زباں	42
125	اصغرؑ کی لاش جب کہ اٹھائی حسینؑ نے	43
125	جب ظہر تک حسینؑ بہتر کو رو چکے	44
126	تھا حکم یہ یزید کا پانی بھر پیس	45
126	کستی تھی با تو اصغرؑ جانی کب تم گھر میں آؤ گے	46
127	جب زن میں زخمی ہو گئے سلطانِ عروہ	47
128	کربلا سے جب حسینؑ قافلہ لوٹا ہوا	48
129	شبیرؑ کو خالق نے سیکنہ جو عطا کی	49
129	جب یزید اپنے گناہوں سے پشیمان ہوا	50
130	جب ذوالفقار ماتم اصغرؑ میں رو چکی	51
130	سرہانے لاشہ خڑکے یہ طعن شمر نے کی	52
131	ایک اک کر کے پھرتے تھے جب انصارِ حسینؑ	53

Page	مصرعہ اولیٰ	نمبر شمار
132	نکلے حرم کے اونٹ جو مقتل کی راہ سے	54
132	یہ کون سی مستورہ ہے کیا مانگ رہی ہے	55
133	علیٰ کی بیٹیاں زنداں میں جب اسیر ہوئیں	56
133	شمر سفاک نے، یہ حضرت زینب سے کہا	57
134	سجاؤ کو بکولایا دوبارہ جو شقی نے	58
134	عابد سے یہ وطن میں کسی نے کیا کلام	59
135	سکینہ قید ہو کر شام کے زنداں میں جب آئی	60

ہر ذور کے نقیب ہیں قرآن و اہل بیتؑ
 انسان کا نصیب ہیں قرآن و اہل بیتؑ
 اللہ کے قریب ہیں قرآن و اہل بیتؑ
 محبوبؑ کے حبیب ہیں قرآن و اہل بیتؑ
 حق اہل بیتؑ کا ہے خدا کی کتاب پر
 لاکھوں ڈرود آل رسالت مآبؑ پر
 (بشکریہ سوز خواں و شاعر تہذیب ، نیر و سکندر زیدی برادران)

بندہ ہزار سال عبادت اگر کرے
 اور زر بقدرِ کوہِ احدِ راہِ حق میں دے
 حج بھی پیادہ پا جو ہزار اُس نے ہوں کئے
 اور بے گناہ قتل ہو وہ ظلم و جور سے
 حُبِ علیؑ کی مے نہیں گر دل کے جام میں
 جنت کی بو نہ پہنچے گی ہرگز معام میں
 (بشکریہ سوز خواں اسد نقوی برادران و سید تنویر حیدر)

مریمؑ سے بھی بتولؑ کو رتبہ سبوا ملا
بلا اُسے رسولؑ سا خیر الوریٰ ملا
پیٹا ہر اک شہیدِ رہِ کبریا ملا
شوہر ملا تو خلق کا عقدہ سُکھا ملا

ہر ایک اپنے مرتبے میں انتخاب ہے
زہراؑ ہے بے مثال علیؑ لاجواب ہے

(بشکریہ سلام و نوحہ خواں افتخار علی پیارے خاں)

چشمِ نبیؑ کے خواب کو کہتے ہیں سیدہ
عصمت کے آفتاب کو کہتے ہیں سیدہ
قرآن کے جواب کو کہتے ہیں سیدہ
منہ بولتی کتاب کو کہتے ہیں سیدہ

یہ ذات یوں کتاب کی تفسیر بن گئی
لفظوں میں ڈھل کے آیۂ تطہیر بن گئی

کیا پیشِ خدا صاحبِ توقیر ہے زہراً
 أمُّ الحسنؑ و مادرِ شیرؑ ہے زہراً
 خاتونِ جناتِ مالکِ تطہیر ہے زہراً
 سر تا بہ قدم نور کی تصویر ہے زہراً
 شوہر کو جو پوچھو تو شہنشاہِ عرب ہے
 بیٹی ہے نبیؐ کی یہ حَسْبُ ہے وہ نَسْبُ ہے

(بشکریہ سوزِ خواں عزیز حیدر جلالوی و نادر حسین جارچوی)

اے روزہ دارو آہ و بکا کے یہ روز ہیں
 سادات پر نُزولِ بلا کے یہ روز ہیں
 سرتاجِ اوصیا کی عزا کے یہ روز ہیں
 تم سے وداعِ شیرِ خدا کے یہ روز ہیں
 زخمی ہوا امامؑ تمہارا نماز میں
 ظالم نے روزہ دار کو مارا نماز میں

شریکِ صبرِ شہِ مشرقین ہیں زینبؑ
کہ عین ، فاطمہؑ کی نورِ عین ہیں زینبؑ
دلِ محمدؐ و حیدرؑ کا چمن ہیں زینبؑ
خدا کی راہ میں بالکل حسینؑ ہیں زینبؑ
حسینؑ مردِ رہِ انقلاب ہیں گویا
یہ عورتوں میں عمل کی کتاب ہیں گویا

(بشکریہ سوز و سلام خوان محمد عباس جارچوی)

جرات میں علیؑ صبر میں شبیرؑ ہیں زینبؑ
شمیرؑ فصاحت دمِ تقریر ہیں زینبؑ
بنتِ شہِ والشمس کی تنویر ہیں زینبؑ
گھر لئے پہ بھی صاحبِ توقیر ہیں زینبؑ
شبیرؑ کے مقصد کی نگہبان یہی ہیں
افسانہٴ اسلام کا عنوان یہی ہیں

جب وطن سے کوچ کی مسلم کہ تیاری ہوئی
خانہ آلِ عبا میں گریہ و زاری ہوئی
دونوں پیٹوں کی جو رخصت ماں سے یکبارگی ہوئی
حرف زن شوہر سے اپنے یوں وہ دکھیااری ہوئی

ایک تو داغِ فراق اپنا دیئے جاتے ہو تم
دوسرے میرے کلیجوں کو لئے جاتے ہو تم

(بشکریہ سوزِ خواں سید اعجاز حسین شیدا)

کسی نے کوفے کے رستے میں ہی یہ شاہ کو خبر
کہ قتل ہو گئے مسلم اور اُن کے دونوں پر
نہ جائیں آپ بھی اُس سمت کو تو ہے بہتر
تب اُس سے کہنے لگے رو کے شاہِ جن و بشر

اجل رسیدہ منم می روم بہ کرب و بلا
گذشت نوبتِ مسلم رسید نوبتِ ما

(بشکریہ سوزِ خواں و سلامِ خواں ذکی عابدی و منور عابدی)

خیمے دریا پہ کئے جب کہ شہِ والا نے
گھیرا شبیرؑ کو تب فوجِ ستم آرا نے
لبِ دریا پہ اترنے نہ دیا اعدا نے
فوجِ اعدا سے یہ شبیرؑ لگے فرمانے
یہ بھی دو چار دن اب ہم پہ گزر جائیں گے
گر رضا حق کی ہے تو پیاسے ہی مر جائیں گے

(بشکریہ نوحہ و سوز خواں ناظم حسین و مشہود رضا / لاہور)

تسبیحِ فاطمہؑ جو ادا کی امامؑ نے
جاسوس نے خبر یہ کہی آکے سامنے
کی سیر گھاٹ گھاٹ کی اس دم غلام نے
آبِ رواں بھی بند کیا فوجِ شام نے
فوجِ خدا کو نہر سے دوری نصیب ہے
شہِ بولے کیا مضائقہ کوثرِ قریب ہے

ہوا جو شاہؔ کے لشکر میں قحط پانی کا
 عجیب حال ہوا فاطمہؓ کے جانی کا
 کبھی خیال تھا اکبرؔ کی نوجوانی کا
 کبھی ملال تھا اصغرؔ کی بے زبانی کا
 کبھی بہن کے لئے بے قرار ہوتے تھے
 کبھی سکینہؓ کا منہ دیکھ دیکھ روتے تھے
 (بشکریہ سوز خواں محسن حسین امر وہوی و کرار حسین زیدی)

جب نہ اعداء سے کسی طرح صفائی ٹھہری
 صبح عاشورِ محرم کو لڑائی ٹھہری
 پوچھا زینبؓ نے کہ کیا اے مرے بھائی ٹھہری
 شہؔ نے فرمایا بہن تم سے جدائی ٹھہری
 آج پیاروں سے ملاقات غنیمت جانو
 اے بہن آج کی یہ رات غنیمت جانو

جب رات عبادت میں بسر کی شہِ دین نے
 سجدے میں مہم عشق کی سر کی شہِ دین نے
 دیکھا جو سفیدی کو سحر کی شہِ دین نے
 مڑ کر رُخِ اکبرؐ پہ نظر کی شہِ دین نے
 فرمایا سحر قتل کی ظاہر ہوئی پیٹا
 اب اٹھ کے ازاں دو کہ شبِ آخر ہوئی پیٹا
 (بشکریہ شاعر و سوز خواں سید شیدت حسن زیدی)

جب آئی صبح قتلِ امامِ فلک وقار
 زینبؑ اٹھا کے ہاتھ یہ کہتی تھیں بار بار
 پردیسیوں پہ رحم کر اے میرے کردگار
 کیونکر جیوں گی بھائی سے پھٹ کر میں سوگوار
 سارا جہاں سیاہ ہے چشمِ پُر آب میں
 سرِ ننگے میں نے دیکھا ہے کہاں کو خواب میں
 (بشکریہ سوز و سلام خواں نازش مرزا)

جب تھوڑی رات قتل کی میدان میں رہ گئی
 اور الفراق آکے صبا رن میں کہہ گئی
 ہمشیر شاہِ دیں کی فلک پر نگہ گئی
 منہدی لہو کی دیدہ پُرنم سے یہ گئی
 جوں جوں گھڑی جدائی کی نزدیک ہوتی تھی
 منہ ڈھانپ ڈھانپ زینبِ ناشاد روتی تھی
 (بشکریہ سوزِ خواں وصی حیدر ، ساجد و محمود علی برادران)

ڈاکٹر پروفیسر عاصی کرنالی
 عاشور کی جو رات تھی محشر صفات تھی
 بے کس مسافروں پہ قیامت کی رات
 فوجِ شقی لگائے ہوئے اپنی گھات تھی
 مسدود تین روز سے راہِ فرات تھی
 کہتی تھی یہ سکیڑہ ، ترس ہم پہ کھائیے
 مرتے ہیں ہم ، چچا ہمیں پانی پلائیے

جب بانوؓ نے زن کی علی اکبرؓ کو رضا دی
اُس غازی کو مرنے کی نہایت ہوئی شادی
خیمے سے نکل باپ کو جینے کی دعا دی
اور پاؤں پہ گردن ، شہؓ بے کس کے جھکا دی

شہؓ بولے کہ ہم سمجھے ، جو ہے دھیان تمہارا
پیارے مرے اللہ نگہبان تمہارا

(بشکریہ سوز خواں کرار حسین تقویٰ و عباس صاحب)

برچھی کی انی جب لگی اکبرؓ کے جگر میں
اور مر گیا دم توڑ کے آغوشِ پدر میں
شہؓ نے کہا کس طور تجھے لے چلوں گھر میں
بازو میں نہ طاقت ہے نہ قوت ہے جگر میں

لے جانا تری لاش کا دشوار ہے بیٹا
سُر اپنا بھی تن پر یہ مجھے بار ہے بیٹا

(بشکریہ سوز خواں سید ذرِ حسن جعفری و حیدر علی زیدی)

حسینؑ جب کہ چلے بعدِ دوپہر دن کو
نہ تھا کوئی کہ جو تھامے رکابِ تو سن کو
حسینؑ چپکے کھڑے تھے جھکائے گردن کو
سکینہؑ جھاڑ رہی تھیں قبا کے دامن کو
نہ آسرا تھا کوئی شاہِ کربلائی کو
فقط بہن نے کیا تھا سوار بھائی کو
(بشکریہ سوز خواں ستید غلام عباس تقوی محمد نقی امر وہوی)

اقربا کٹ گئے جب شاہؑ کے باری باری
اور عدم چلنے کی اُس شاہؑ نے کی تیاری
خیمہ کا پردہ اٹھا زین العباؑ اک باری
دیکھ مقتل کی طرف کرنے لگے یوں زاری
غلد کے کوچ میں ہم کو نہیں بلواتے ہو
قافلے والو ہمیں چھوڑے چلے جاتے ہو

سید علی مقدس رضویؒ

عصر کا وقت ہے مونس ہیں نہ یاور باقی
نہ تو قاسم " ہیں نہ عباس " نہ اکبر " باقی
حد ہے یہ اب نہیں چھ ماہ کا اصغر " باقی
حیف ہے رہ گئے تنہا مرے سرور " باقی

سجدے میں اور ستم یہ تیر افلاک ہوا
مومنو خاتمہ " پختن " پاک ہوا

(بشکریہ سوز خواں سید حسن رضا سنجو فرزند ڈاکٹر علی اوسط رضوی)

کام آنے رفقا شاہ " کے جب میدان میں
اور اکیلا رہا وہ ماہ عرب میدان میں
آکے مجرا کیا عباس " نے تب میدان میں
روکے کی عرض کہ ہم جاتے ہیں اب میدان میں

شہ " نے فرمایا کہ تنہا تو نہ چھوڑے جاؤ
بھائی عباس " کمر میری نہ توڑے جاؤ

اے عزیزو کیا بیاں ہو ماجرائے اہلبیتؑ
جب رہا وارث نہ کوئی سر پہ ہائے اہلبیتؑ
اور لگا لٹنے وہاں عصمت سرائے اہلبیتؑ
کیا کہوں اُس وقت کی میں ہائے ہائے اہلبیتؑ

پیٹ کر رو رو کے کہتے تھے یہی باشور و شین
ہم کو مت لوٹو لعینو ، ہم ہیں ناموسِ حسینؑ

(بشکریہ سوزِ خواں سبطِ نبی نقوی و ضمانت نقوی)

کارواں سالار بن جب کاروانِ کربلا
خاک سر پہ ڈالتا اُس دشتِ ویراں سے چلا
راہ میں اُن بے کسوں سے جب کوئی تھا پوچھتا
کس کے تم ناموس ہو اور کس کے ہو صاحبِ عزا

کالے کپڑے وہ دکھا کر کہتے تھے باشک و آہ

اسِ حسینی قافلے کا مرگیا ہے بادشاہ

قریبِ کوفہ جو رانڈوں کا قافلہ آیا
کھلے سروں کے تماشے کو سب جہاں آیا
امامِ ہر دو سرا مثلِ سارباں آیا
زبانِ حال سے کرتا یہی بیاں آیا

نہ ہے طعام میں وہ ذائقہ نہ پانی میں
مزا ملا ہے جو رانڈوں کی ساربانی میں

(بشکریہ سوز و سلام خواں رضا علی کاظمی / اسلام آباد)

نسیم امروہویؒ

ریتی پہ برچھی کھائے پڑا تھا جو نورِ عین
بیٹھے تھے دل کو پکڑے ہوئے شاہِ مشرقین
ناگاہ اک کنیر پکاری بہ شور و شین
دم توڑتا ہے پیاس سے بے شیر یا حسینؑ
للہ جلد خیمے میں تشریف لائے
بانوؑ کا لال روٹھ گیا ہے منائے

عباسؑ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہ جانی
 بی بی کے پلانے کے لئے لاتے ہیں پانی
 رُکنے کے نہیں لاکھ ہوں گر ظلم کے بانی
 کیا دل سے بھلا دیں گے تری تشنہ وہانی
 بے مشک بھرے نہر سے آئیں تو قسم لو
 دریا سے ہم آگے کہیں جائیں تو قسم لو
 (بشکریہ سوز خواں سید حشمت علی زیدی)

جب نوجواں کی لاش نہ پائی حسینؑ نے
 ٹھوکر ہر ایک گام پہ کھائی حسینؑ نے
 گر کر زمیں پہ خاک اُڑائی حسینؑ نے
 دل تھام کر یہ بات سنائی حسینؑ نے
 آنکھوں سے سوجھتا نہیں مجھ دل تلول کو
 اے ظالمو ، دکھا دو شبیہ رسول کو
 (بشکریہ سوز خواں نیر میاں زیدی و حسن مجتبیٰ)

شہِ مظلوم سے عباسؑ نے جس دم علم پایا
 سریرِ قدر میں وہ ہو گیا جعفرؑ کا ہم پایا
 فلک بھی اپنے پیشِ منزلتِ غازی نے خم پایا
 مسافر نے نشانِ منزلِ ملکِ عدم پایا
 کہا باغِ ارم کی نو ابھی سے مجھ کو آتی ہے
 اسی سائے تلے خلدِ بریں کو راہ جاتی ہے

(بشکریہ سوزِ خواں زوارِ حسین و محمود نانجیانی)

نکلے خیمے سے جو ہتھیار لگائے عباسؑ
 چڑھ کے زہوار پہ میدان میں آئے عباسؑ
 غل ہوا مشک و علم ساتھ ہیں لائے عباسؑ
 ہاں مگر بوند بھی پانی کی نہ پائے عباسؑ
 غم ہے پیاسوں کا سچے جنگ کے ہتھیار بھی ہیں
 لڑنے بھی آئے ہیں پانی کے طلبگار بھی ہیں

میر خلیقؒ

شور ہے شام کے لشکر میں کہ عباسؑ آئے
اور تواتر خبر آئی کہ بہت پاس آئے
یچہ غم شاہؑ شہیداں سے بصد یاس آئے
بولی تقدیر کہ یہ جنگ انہیں راس آئے

بڑھ کے گھوڑے کا شجاعت نے قدم چوم لیا
فتح نے گوشہ دامنِ علم چوم لیا

(بشکریہ سوز خواں یاور حسین رضوی و میر سخا علی)

جب مشک بھر کر نہر سے عباسؑ غازی گھر چلے
اک جامِ کوثر بھر لیا اور خلد سے حیدرؑ چلے
ہمراہ پیغمبرؑ چلے ، حمزہؑ چلے ، جعفرؑ چلے
میدان کا رستہ روکنے کفار کے لشکر چلے
آئی گھٹاسی فوج کیں کالے علم کھولے ہوئے
عباسؑ جھپٹے شیر سے تیغِ دو دم تولے ہوئے

(بشکریہ سوز خواں حکیم سید حیدر عباسؑ و شمس الحسن)

شبرؑ کا ماہ رُو تھا جلالؑ میں لاجواب
 ابرو تھے ذوالفقارؑ تو چہرہ تھا آفتاب
 بھیگی ہوئیں مسؑ خیر آمدِ شباب
 تیرہ برس کے سن میں تھے جیسے ابوترابؑ
 بہر جہادِ صورتِ حیدرؑ تنے ہوئے
 جنت کے اشتیاق میں دولہا بنے ہوئے

جوشِ ملیح آبادیؒ

آشنا بحرِ صداقت کا حسینؑ ابنِ علیؑ
 مدرسہ درسِ شہادت کا حسینؑ ابنِ علیؑ
 معجزہ فکری نجات کا حسینؑ ابنِ علیؑ
 حوصلہ تیری نبوت کا حسینؑ ابنِ علیؑ
 جس نے بچھنے دی نہ شمعِ آدمیتؑ ، وہ حسینؑ
 سانس جس کے دم سے لیتی ہے مشیتؑ ، وہ حسینؑ

(بشکریہ قاری و سوز خواں رضا مولائی و محمد علی مولائی)

جب چمن خاک میں اکبرؑ کی جوانی کا ملا
 پانی پانی کہا اور قطرہ نہ پانی کا ملا
 داغ سیدانیوں کو احمدؑ ثانی کا ملا
 شاہؑ کو کچھ نہ پتہ بانوؑ کے جانی کا ملا
 رو رو فرماتے تھے طاقت ہے نہ بینائی ہے
 بیٹا مارا گیا اور عالم تنہائی ہے
 (بشکریہ سوز خواں ظفر حسنین زیدی و سبط محمد رضوی)

یارب صغیر سن میں کوئی بے پدر نہ ہو
 بیا کسی کا قتل حضورِ نظر نہ ہو
 پردیس میں یتیم کوئی در بدر نہ ہو
 بلوے میں کوئی پردہ نشیں ننگے سر نہ ہو
 قیدی ہوئی پدر سے چھٹی بھائی مر گئے
 یہ سارے دکھ سیکنہ کے اوپر گزر گئے
 (بشکریہ سوز خواں اقلیم اختر زیدی و عوض علی)

عباسؑ کو حسینؑ جو دریا پہ رو چکے
 بھائی سے اپنے ہاتھ لبِ نہر دھو چکے
 یاں تک کہ قتل، اکبرؑ و اصغرؑ بھی ہو چکے
 گودی میں جو پے تھے وہ مٹی میں سو چکے
 گرتے تھے شہؑ ہر ایک تنِ پاش پاش پر
 قاسمؑ کی لاش پر کبھی اکبرؑ کی لاش پر
 (بشکریہ سوزِ خواں حسن کاظمی و برادران)

رُلا رہی ہے دلوں کو لٹی ہوئی سرکار
 نہ پیدلوں کے پدے ہیں نہ مرکبوں کی قطار
 اُجڑ گیا وہ چمن اور خزاں ہوئی وہ بہار
 نہ کوئی حاجب و درباں نہ کوئی خدمت گار
 مقام ہو، کا ہے جس جا نگاہ مُرتی ہے
 حضور کے درِ دولت پہ خاک اُڑتی ہے

(آنجھانی بابورام پرشاد بشیر)

بے چین تھی صغراؑ جو فراقِ پدری سے
نت اُٹھ یہی کہتی تھی نسیمِ سحری سے
اے باوِ صبا مرتی ہوں دردِ جگری سے
رمل جائیں تو کہیو مرے بلا سفری سے
زگس کی طرح چشمِ سُوئے درنگراں ہے
جلد آؤ کہ ہستی کا چمنِ صرفِ خزاں ہے

نسیمِ آمروہویؑ

دولہا بنا جو بانوئے سرورؑ کا بے زباں
زینبؑ بلائیں لینے لگیں ہو کے نیمِ جاں
منہ چوم کر جو سب نے دعا دی بصدِ فغاں
اصغرؑ کا ہاتھ ماتھے پہ رکھ کر پکاری ماں
لوئی بیو، اب اپنے کلیجوں کو تھام لو
رخصت طلب ہے اصغرؑ ناداں سلام لو

(بشکریہ سوزِ خواں ظفر عباس و انتظام حسین)

ریحان اعظمی

اصغرؑ کی لاش جب کہ اٹھائی حسینؑ نے
دیکھی بغور اپنی کلائی حسینؑ نے
پھر لاش آسماں کو دکھائی حسینؑ نے
تقریر یہ زمیں کو سنائی حسینؑ نے

لے لے اے زمین میری امانت سنبھال لے
میں سو نپتا ہوں اب تجھے بانوؑ کا لال ، لے
(بشکریہ شاعر ونوحہ خواں مظفر حیدر زیدی بلگرامی)

جب ظہر تک حسینؑ بہتر کو رو چکے
اک دوپہر میں چھوٹے سے لشکر کو رو چکے
قاسمؑ کو رو چکے علی اکبرؑ کو رو چکے
ثربت بنا کے ننھی سی اصغرؑ کو رو چکے

سیدانیوں نے رو کے کہا شور و شین سے
لو اب زمانہ ہوتا ہے خالی حسینؑ سے
(بشکریہ سوز خواں سید حسن عباس زیدی / اچھن)

تھا حکم یہ یزید کا پانی بشر پیئیں
 گھوڑے پیئیں ، سوار پیئیں اور شتر پیئیں
 جو تشنہ لب جہاں کے ہیں وہ بے خطر پیئیں
 یاں تک کہ سب چرند و پرند آن کر پیئیں
 کافر بھی گر پیئیں تو نہ تو منع کیجیو
 پر فاطمہؑ کے لالہ کو پانی نہ دیجیو
 (بشکریہ سوز خوان واحد حسین زیدی)

کہتی تھی بانوا صغراً جانی کب تم گھر میں آؤ گے
 دریا پر سے پی کر پانی کب تم گھر میں آؤ گے
 اے مرے جانی یوسفؑ ثانی کب تم گھر میں آؤ گے
 اپنی دکھانے شکل نمائی کب تم گھر میں آؤ گے
 سوگ میں تیرے بیٹا میں نے پہنی کفنی کالی ہے
 بھورے بالوں والے آجا، جھولا تیرا خالی ہے
 (بشکریہ مولانا فخر الحسنین و نذر الحسنین محمدی)

جب رن میں زخمی ہو گئے سلطانِ بحر و بر
 شفقت سے ہاتھ گھوڑے کی گردن میں ڈال کر
 کہنے لگے حسینؑ کہ آتا نہیں نظر
 لے چل مجھے تو اکبرؑ مہ زو کی لاش پر
 اے اسپِ با وفا مرے دل کو قرار دے
 اس کا صلہ تجھے شہؑ دلدل سوار دے

گھوڑا قدم قدم سُوئے مقتل ہوا رواں
 پہنچے نہ شہؑ کے زخموں کو تا صدمہ تکاں
 اک نوجواں کی لاش پہ ٹھہرا وہ بے زباں
 یو سونگھ کر حسینؑ پکارے یہی ہے ، ہاں
 بیٹھا جو ذوالجناح تو آپؑ اترے زین سے
 دو ہاتھ کانپتے ہوئے اٹھے زمین سے

(بشکریہ شاعر و سوز خواں مظاہر نقوی امرہوی)

کربلا سے جب حسینیؑ قافلہ لوٹا ہوا
بالباسِ ماتمی روتا مدینے کو چلا
دیکھ کر گورِ غریباں اہلبیتِ مصطفیٰؐ
فاتحہ پڑھ کر لگے رونے بصد آہ و بکا
یولیس زینبؑ از زمینِ کربلا با شور و شین
سونپ کر تجھ کو چلی ہوں اپنا میں بھائی حسینؑ

اے زمیں تجھ میں علی اصغرؑ مرا پنہاں ہوا
اے زمیں تجھ میں علی اکبرؑ مرا پنہاں ہوا
بیاہ کی شب قاسم مضطرؑ مرا پنہاں ہوا
عونؑ بھی پنہاں ہوا ، جعفرؑ مرا پنہاں ہوا
اتنے غم ، میں لے چلی ہوں قتل کے بازار سے
پُر ہوا دامنِ ترا کیا کیا دُرِ شہوار سے

(التماسِ سورۃ فاتحہ برائے سوزِ خواں مشتاقِ علی خان)

شبیرؑ کو خالق نے سکینہؑ جو عطا کی
 زینبؑ کی سی صورت تھی سب اُس ماہ لقا کی
 جس دم دیا گودی میں اُسے لاکے چچا کی
 عباسؑ نے ہاتھوں کو اٹھا کر یہ دعا کی
 رکھے تجھے اے لاڈلی اللہ سلامت
 دنیا میں رہے تر پہ ترے شاہ سلامت
 (بشکریہ سوز خوان ضیاء الحسن و ذاکر حسین برادران)

مرزا دبیرؒ

جب یزید اپنے گناہوں سے پشیمان ہوا
 ہنس کے پہلے صفتِ زخم وہ گریان ہوا
 صبح کاذب کی طرح چاک گریبان ہوا
 کل کی شہزادیوں کے پچھنے کا سامان ہوا
 اک طرف سامنے دریلہ میں حداد آئے
 اک طرف بیڑیاں پہنے ہوئے سجاد آئے
 (بشکریہ سوز خوان اسد علی زینلہ)

جب ذوالفقار ماتم اصغرؑ میں رو چکی
 ننھی سی قبر کھود کے خونبار ہو چکی
 بچے کے ساتھ بانوؑ کی قسمت کو رو چکی
 گرتا لہو بھرا ہوا اشکوں سے دھو چکی
 پانی نہ تھا جو شاہؑ ہتھڑکتے مزار پر
 آنسو ٹپک پڑے لحدِ شیرِ خوار پر
 (بشکریہ شاعر و سوز خوان سردار حسین زیدی / کہیرتل، الور)

سرہانے لاشۂ خُرؑ کہ یہ طعنِ شمر نے کہی
 سزا محبتِ ابنِ علیؑ کی خوب ملی
 تباہ گھر بھی کیا، مفت تو نے جان بھی دی
 صدا یہ لاش نے دی دور ہو تو، یاں سے شقی
 علیؑ امامِ من است و منم غلامِ علیؑ
 ہزار جانِ گرامی فدائے نامِ علیؑ
 (بشکریہ سوز خوان صابر حسین زیدی / کاروانِ نجف ملیہ کراچی)

محسن نقوی شہید

ایک اک کر کے بچھڑتے تھے جب انصارِ حسینؑ
آسرا کوئی ضعیفی کا ، کوئی روح کا چین
یہ جواں لاش ، وہ کمن ، تو ادھر راحتِ عین
ہچکیاں وہ کسی چچی کی ، کسی ماں کے وہ بن
زندگی درد سے بس دیدہ تر جیسی تھی
عصرِ عاشورِ قیامت کی سحر جیسی تھی

سو گئے جب سبھی اصحاب ، سرِ دشتِ بلا
اکبرؑ و قاسمؑ و عباسؑ ہوئے شہؑ پہ فدا
کھو گئے عونؑ و محمدؑ ، علی اصغرؑ بھی چلا
آئے مقتل میں حسینؑ ابنِ علیؑ بہرِ وِغَا
شکر کرتے ، پئے سجدہ کبھی جھک جاتے تھے
سُوئے خیمہ کبھی بڑھتے ، کبھی رُک جاتے تھے
(بشکر یہ حسین احمد رضوی سرپرست ناصر العزا / سوز خواں سید شمس الحسن)

نکلے حرم کے اونٹ جو مقتل کی راہ سے
بولی سکنہ ملتے چلیں لاشِ شاہ سے
خوشبو لہو کی آنے لگی قتل گاہ سے
رخصت ضرور چاہئے زہرا کے ماہ سے
جی بھر کے آج خانہ زنداں میں روئیں گے
اب کاہے کو حسین کے سینے پہ سوئیں گے
(بشکریہ سوز خواں ستید آل رسول)

یہ کون سی مستورہ ہے کیا مانگ رہی ہے
اسلام کی خدمت کا صلہ مانگ رہی ہے
ہر صاحبِ غیرت سے ردا مانگ رہی ہے
پردیس میں مرنے کی دُعا مانگ رہی ہے
افسردہ ہیں افلاک یہ پوش زمیں ہے
جبریل ذرا دیکھ ، یہ زینب تو نہیں ہے
(بشکریہ سوز خواں محمود اختر زیدی / خیرپور)

علیؑ کی بیٹیاں زنداں میں جب اسیر ہوئیں
امامؑ زادیاں حاکم کی دستگیر ہوئیں
مصیبتیں حرمِ شاہؑ پر کثیر ہوئیں
غمِ حسینؑ میں سیدانیاں فقیر ہوئیں

کئی دنوں سے میسر نہ آب و دانہ تھا
اندھیری رات تھی ٹوٹا سا قید خانہ تھا

(بشکریہ شاعر و سوز خوان استاد سید علی شان اکبر آبادی)

شمرِ سفاک نے ، یہ حضرتِ زینبؑ سے کہا
عذر کرتا ہوں کہ اب بخش دو ، تم میری خطا
کہا زینبؑ نے کہ ، ملعون او بانیِ جفا
تو نے کاٹا میرے آگے میرے بھائی کا گلا

بعدِ مُردن زجفائے تو اگر یادِ عنتم
از زمیں دست بروں آرم و فریادِ عنتم

(بشکریہ سوز خوان سید ارشاد حسینؑ ، ارشد حسین و برادران)

سجادؑ کو بلوایا دوبارہ جو شقی نے
یہ سنتے ہی بیوں کے ڈھڑکنے لگے سینے
فرمایا بھتیجے سے یہ تب بنتِ علیؑ نے
میں کیا کہوں جو رنج اٹھائے مرے جی نے

کیا جانے اب کیا ستم ایجاد کرے گا
بلوا کے ہمیں کون سی بیداد کرے گا

(بشکریہ شاعر و سوز خواں سید اشتیاق حسین دہلوی)

عابدؑ سے یہ وطن میں کسی نے کیا کلام
گزرے قلق زیادہ کہاں تم پہ یا امامؑ
مولاؑ نے تین بار کہا ، شام شام شام
سر ننگے میرا کنبہ تھا اور گردِ خاص و عام

بیوں کے نام لے کے عدو شاد ہوتے تھے
بلیاؑ کا سر بھی روتا تھا اور ہم بھی روتے تھے

(بشکریہ سوز خواں محمد الیاس حسین)

سکینہؑ قید ہو کر شام کے زنداں میں جب آئی
وہ سچی اُس اندھیرے گھر کی تاریکی سے گھبرائی
مقدر نے عجب آفت کی پہلی رات دکھلائی
زمیں تو فرش تھی ، سایہ فلگن تھا چرخِ مینائی
پھوپھی کے ساتھ رہتی تھی نہ ماں کے پاس سوتی تھی
برہنہ سر ، کھڑی زنداں کے دروازے پہ روتی تھی

اُدھر سے جو گزرتا تھا اُسے کہتی تھی سنتا جا
میں بے کس قید میں ہوں ایک یہ پیغام ہے میرا
اگر بابا ملیں تجھ کو ، تو یہ کہیو قسم کھا کھا
سکینہؑ پر مصیبت ہے ، خبر لو اے شرِّ والا
اگر تجھ سے کہیں خیمے میں سوتا چھوڑ آیا ہوں
تو کہیو تو ، درِ زنداں پہ روتا چھوڑ آیا ہوں

(بشکریہ سوزِ خواں استاد قمر علی خان مرحوم)

سلام

Page	مصرعہ اولیٰ	نمبر شمار
141	حسین یوں ہوئے اے مجرئی وطن سے جدا	1
142	مجرئی جبکہ عیاں ماہِ عزہ ہوتا ہے	2
143	ذکرِ شہہ کر کے محبتوں کو زلایا میں نے	3
144	کون قائل تھا سلامی کہ جناب اور بھی ہے	4
145	سلام اُس پر کہ جو نختِ دل شیرِ خدا بھی ہے	5
146	مجرئی پیدا ہوا تھا ستمِ حسن کے واسطے	6
147	زرد چہرہ ہے نحیف و زار ہوں	7
148	بنور سُن لے زمانہ، حسین ایسے تھے	8
149	مجلسوں سے کچھ ملک شیشوں میں بھر کر لے گئے	9
150	حسین اکبر علی کا غمِ دل مضطر رہتا ہے	10
151	آیہِ تطہیر کے مقصد کا محورِ فاطمہؑ	11
152	سلامی جاں گزارا ہے رنج و غمِ خاصانِ داور کا	12
154	ہے سلام اُس پہ جو کہتی تھی سدا، ہائے حسینؑ	13
155	گردن جھکی زمین پہ جس دمِ امام کی	14
156	وارثِ سیدہ الاہام حسینؑ	15
157	دل میں جس مسلم کے حسبِ ساقی کوثر نہیں	16
158	اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا حجابِ فاطمہؑ	17

Page	مصرعہ کوئی	نمبر شمار
159	کیا مصیبت ہو یاں بے سر و سامانوں کی	18
160	کس زباں سے ہو یاں یہ عز و شانِ الہیت	19
162	یہ زیب دیتا تھا کہنا حسین ہی کیلئے	20
163	اک دور سلامی دنیا کا صدیوں میں ایسا آتا ہے	21
164	جب کوئی تیر ستم سینے پہ کھاتے ہیں حسین	22
165	ہے یہی وقت ان کا دامن تھام لے	23
166	وہی توفیق و ظفر کے نشاں اٹھاتے ہیں	24
167	حق کی منزل کربلا ہے حق کا جادہ کربلا	25
168	باعثِ رشک نہ کیوں محز کا مقدر نکلے	26
169	جو شب کو دن بنا دیں لعل و گوہر ایسے ہوتے ہیں	27
170	خیال کربلا ہے اور میں ہوں	28
171	جو مراتب ہیں محمد کے خدا کے سامنے	29
172	اے مرکزِ ایماں زندہ باد اے صبر کے پرچم زندہ باد	30
173	کربلا کی منزلت ثابت ہے ہر عنوان سے	31
174	بیٹھا ہے مشکلات کے رستے میں ہار کے	32
175	منتظم کعبے کا آپہنچا صفائی کے لئے	33
176	نظر پڑی جو محمد کی آل کی صورت	34
177	سلسلہ نامِ خدا، جذبہ ایمانی کا	35

Page	مصرعہ اولیٰ	نمبر شمار
178	ہر ایک چیز زمانے کی آئی جانی ہے	36
179	مجرئی مشتاق ہیں قدسی کلام ایسا تو ہو	37
180	ہو سلام اس پہ جو قیدی بھی ہے ہمار بھی ہے	38
181	ملتفت ہے میری جانب رحمت اور کی آنکھ	39
182	مڑکی ایسی نہ کسی اور کو تقدیر ملی	40
183	اجل کو ایسی ملی زندگی حسین کے بعد	41
184	خلع کعبہ سا کوئی گھر نظر آتا نہیں	42
185	جوشہ کے طرفدار یہاں بھی ہیں وہاں بھی	43
187	حفظ ناموس الہی، کارِ شمشیر حسین	44
188	ذکر ہم کرتے رہیں گے حشر تک شبیر کا	45
189	کبھی فریاد ادب میں اشک افشانی نہیں جاتی	46
190	شاہوں کا تذکرہ ہے نہ لشکر کی بات ہے	47
191	کہو نہ حاجت ذکرِ شہِ ہدیٰ کیا ہے	48
192	سلامی کربلا میں کیا قیامت کی گھڑی ہوگی	49
193	مجرئی جس نے مرے مولاً کو پہچانا نہیں	50
194	بری آنکھوں سے یوں اشکِ غم سُرور نکلتے ہیں	51
195	یہ سلسلہ ہے اہل دینِ مصطفیٰ کیلئے	52
196	اے عزادارانِ سبطِ مصطفیٰ جیتے رہو	53

Page	مصرعہ کوئی	نمبر شمار
197	جہاں بھی ظلمتِ باطل نے سر اُبھارا ہے	54
198	کس کی ہمت تھی کہ اس راہِ گزر سے گزرے	55
199	چھوڑتا نہیں ہم کو کربلا کا غم تنہا	56
200	خاک جو مر حب و عترت کو چٹا دیتے ہیں	57
201	دنیا جو دیکھی دین سے خالی حسینؑ نے	58
202	تیغِ حیدر کی ہے یہ چالِ الف سے ی تک	59
203	ٹھکرا کے تخت چل دیئے اس باغین کے ساتھ	60
204	کیا ہے بتائیں آپ کو کیا کیا ہمارے پاس	61
205	آجاؤ امامت کی حسین بارہ دری تک	62
206	زینبؑ کمالِ صانعِ قدرت کا نام ہے	63
208	کچھ بھی بجز آلِ پیغمبرؐ نہیں دیکھا جاتا	64
209	کھنچتی ہوئی زمیں پہ جو زنجیر پا چلی	65
210	شاہِ دین کا نام لیجے خندہ پیشانی کے ساتھ	66
211	کربلا والوں کے جیسے امتحاں ہوتے نہیں	67
212	ٹھکلی ہے تشنہ لبی کی کتابِ پانی میں	68
213	مجرئی کہتے تھے شہِ کچھ نہیں پروا مجھ کو	69
214	مجرئی کہتے ہیں شبیرؑ کا شیدا مجھ کو	70
215	چلی ہے رسمِ صداقت حسینؑ کے گھر سے	71

Page	مصرعے کوئی	نمبر شمار
216	کہاں وہ فکر دنیا کوئی دامن گیر رکھتے ہیں	72
217	حسینؑ کرب و بلا کو بسا کے سوئے ہیں	73
218	یہ ماتم کی صدا زندہ رکھے گی	74
219	کربلا کی شیر دل خاتون زینبؑ السلام	75
220	ہر سمت ہے زمانے میں شہرہ، علی اکبرؑ کا	76
221	اہل کوفہ نے دعا مسلم سے بے تقصیر کی	77

وطن سے جُدا / میر انیسؒ

حسینؑ یوں ہوئے اے بھرتی وطن سے جُدا
کہ جیسے بابلِ ناشاد ہو چمن سے جُدا
سپاہِ شام سے نکا، جو مڑا تو بولے ملک
وہ آفتابِ درخشاں ہوا گھن سے جُدا
وطن میں پھر کے سفر سے نہ جیتے جی آئے
عجب گھڑی تھی کہ اکبرؑ ہوئے بہن سے جُدا
نکالا گردنِ اصغرؑ سے تیر جب شہؑ نے
گلے سے بہنے لگا خوں جُدا دہن سے سے جُدا
سکینہؑ مر گئی قیدِ ستم میں گھٹ گھٹ کر
مگر نہ چاند سی گردن ہوئی رسن سے جُدا

☆☆

مفتی جعفر حسینؒ

روحی فداک نام تو یعوب و حیدرؑ است
ذکرت عبادتی بہ حدیثِ پیبرؑ است
(بشکریہ سوزِ خواں سید موسیٰ رضا و میر مہدی)

میر انیس

مجرئی جبکہ عیاں ماہِ عزا ہوتا ہے
چرخ پہ ماتم شاہِ شہدا ہوتا ہے
رونے والوں کا بھی کیا رتبہ ہے سبحان اللہ
جکے اشکوں کا خریدار خدا ہوتا ہے
دیکھ کر شہ کو دم نزع جو روئے عباس
پیار سے شاہ لگے کہنے یہ کیا ہوتا ہے
کیوں نخل ہوتے ہیں پانی نہ ملا تو نہ ملا
وہ کیا تم نے جو کچھ حق وفا ہوتا ہے
پھیر دیں آنکھیں جو اصغر نے پکاری باتو
دوڑو اے ملی بیو دیکھو تو یہ کیا ہوتا ہے
شاہ رو دیتے تھے کہتی تھی سیکنہ جس دم
پاس سے سینہ میں دم اب تو خطا ہوتا ہے
کہتی تھی خلقِ خدا دیکھ کے عبد کو اسیر
کہیں بیمار بھی رسی میں بدھا ہوتا ہے
تابہ چہلم یہ صدا آتی تھی میداں میں انیس
دیکھیں کب قید سے سجاؤ رہا ہوتا ہے
(بشکریہ علامہ نواب حیدر عابدی)

ذکرِ شاہ کر کے / میر انیس

ذکرِ شاہ " کر کے محبوں کو رُلایا میں نے
اپنا گھر بجز جنت میں بنایا میں نے
شاہ " نے فرمایا کروں گا نہ گلا اُمت کا
پانی دو روز نہ پایا ، تو نہ پایا میں نے
شاہ " کہتے تھے کہ پیاسا ہر اہمماں ہوا قتل
حُر " کے مرنے کا عجب رنج اُٹھایا میں نے
آئی آواز علی " کی نہ مگھو اے پیٹا
آبِ کوثر ترے مہماں کو پلایا میں نے
شاہ " نے فرمایا ہرے بھائی کے بازو کاٹے
اس پہ بھی ہاتھ نہ اُمت پہ اُٹھایا میں نے
مارا اکبر " کو تو کہتا تھا یہی ابنِ نمیر
آج تصویرِ محمد " کو مٹایا میں نے
شاہ " نے قاصد سے کہا بیٹی کو کیا خط لکھتا
آکے یاں ایک گھڑی چمن نہ پایا میں نے
کہو صفرا " سے کہ مشکل ہے وطن میں آنا
اب تو ٹی ٹی اسی جنگل کو بسایا میں نے

مرزا دبیر

کون قائل تھا سلامی کہ چناں اور بھی ہے
کربلا دیکھ کے ہم سمجھے کہ ہاں اور بھی ہے
صدقے اُس دل کے جو ہو حبِ علیؑ سے آباد
اُس سے بہتر کوئی دنیا میں مکاں اور بھی ہے
نامِ شبیرؑ پہ بے ساختہ گریاں ہونا
بعد کلمے کے یہ ایماں کا نشاں اور بھی ہے
برچھیاں مار کے اکبرؑ کو پکارے اعدا
شہؑ سے پوچھو کوئی فرزندِ جواں اور بھی ہے
لا کے ششماہے کو ہاتھوں پہ پکارے موٹا
نذرِ حق کے لئے یہ غنچہ دہاں اور بھی ہے
بال کھولے ہوئے لاشے پہ جو آئیں زہراؑ
کھل گیا حُرؑ پہ دمِ نزع کہ ماں اور بھی ہے
ہتھکڑی بیڑیاں پہنا کے عدو کہتے تھے
دیکھ ہمار ، ابھی طوقِ گراں اور بھی ہے
نیلے رخساروں پہ کانوں سے لہو ہے جاری
گردنِ بالی سکینہؑ پہ نشاں اور بھی ہے

حسرت کاظمی نگینوی

سلام اُس پر کہ جو نحتِ دلِ شیرِ خدا بھی ہے
نواسہ مصطفیٰ کا ، فاطمہ کا لاڈلا بھی ہے
سلام اُس پر کہ تکمیلِ نبوت کا جو حاصل ہے
جو خود راہی نہیں ، جادہ نہیں ہے عین منزل ہے
سلام اُس پر کہ جس کا حشر تک پیغام زندہ ہے
لہو دینے سے جس کے غیرتِ اسلام زندہ ہے
سلام اُس پر کہ جس کا فیضِ گوہر بارِ باقی ہے
وفا زندہ ، محبت سُرخ رُو ، ایثار باقی ہے
خدا نہی کی کیفیت دلوں پر جس نے طاری کی
سلام اُس پر کہ جو انسانیت کی قدرِ عالی ہے
سلام اُس پر کہ جو انسانیت کی قدرِ اعلیٰ ہے
مشیت نے امامت کے جسے سانچے میں ڈھالا ہے

(بشکریہ سلیم رضا و کلیم رضا اور پروفیسر سیمین کاظمی)

التماسِ سورة فاتحه برائے ایصالِ ثواب

آغا سید ضمیر الحسن نجفی و مولانا اظہر حسن زیدی

مَجْرُئِي پيدا ہوا تھا / مرزا دبیرؒ
 مَجْرُئِي پيدا ہوا تھا سَمِّ حَسَنِ کے واسطے
 اور بنا خنجر شہِ تشنہ دہن کے واسطے
 اے فلکِ زینبؑ کو تو نے کیوں پھرایا ذر بہ ذر
 ماتمِ شبیرؑ کیا کم تھا بہن کے واسطے
 بولے عابدؑ اکبرؑ و اصغرؑ تو ہوں شہؑ پر نثار
 اور ہم جیتے رہیں رنج و مِحَن کے واسطے
 اے فلکِ انصاف سے تجویز تیری دور ہے
 گردنِ سجادؑ ہو طوق و رَسَن کے واسطے
 شمر سے کہتی تھی زینبؑ چھین مت میری ردا
 یہ ردا رہنے دے بھائی کے کفن کے واسطے
 (بشکریہ سوزِ خواں وقار حسین و مونس حسین زیدی)

وفا کی جان بنا اہلِ دل کی نظروں میں
 وہ تشنہ لب ، لبِ دریا جو پیاس رکھتا ہے
 (باقر زیدی / لذتِ گفتار / امریکا)

زرد چہرہ ہے / میرا نیس

زرد چہرہ ہے نحیف و زار ہوں
ماتم سجاد میں بیمار ہوں
کہتی تھی زینبؓ ڈوہائی یا علیؑ
سر برہنہ میں سر بازار ہوں
کہتے تھے عابدؓ اٹھے کیوں کر قدم
اے ستم گارو ، نحیف و زار ہوں
دم بہ دم کھینچو نہ میرے ہاتھ کو
پاؤں بڑھ سکتے نہیں ناچار ہوں
میں پیادہ تم ہو گھوڑوں پر سوار
کس طرح دوڑوں بہت بیمار ہوں

(بشکریہ سوز خواں فیاض حیدر و انیس زیدی)

کرم ، صبر و رضا کی سلطنت کا نام ہے شبیرؑ
وفا کی آخری سرحد کو ہم عباسؑ کہتے ہیں

(پرویز محبت فاضلی)

(بشکریہ سوز خواں غلام حیدر عابدی نوگانوی و مصطفی حسین)

حسینؑ ایسے تھے / شہید لکھنویؑ

بنور سُن لے زمانہ ، حسینؑ ایسے تھے
بقا ، فنا کو بتایا ، حسینؑ ایسے تھے
مٹھری کے نیچے وہ خالق سے پوار کی باتیں
اجل کو ہو گیا سکتہ ، حسینؑ ایسے تھے
مخالفت پہ زمانہ تھا اُس طرف لیکن
وہی کیا جو کہا تھا ، حسینؑ ایسے تھے
سپاہِ شام شجاعت کا لوہا مان گئی
دبے نہ لاکھوں سے تنہا ، حسینؑ ایسے تھے
کمر کو باندھ کے پیری میں جلتی ریتی سے
اٹھایا پٹے کا لاشہ ، حسینؑ ایسے تھے
جواں کی لاش اٹھائی ، بنائی قبرِ صغیر
کہیں بھی عزم نہ بدلا ، حسینؑ ایسے تھے
ہزار شکر کے سجدے شہید کرتا ہے
بنایا قطرے کو دریا ، حسینؑ ایسے تھے

(بشکریہ مصور و سوز خواں مختار حیدر زیدی)

مجلسوں سے کچھ ملک / صفی لکھنوی

مجلسوں سے کچھ ملک شیشوں میں بھر کر لے گئے
لے گئے آنسو خدا جانے کہ گوہر لے گئے
ہم اسی در کے گدا ہیں ہم اسی در کے فقیر
بھیک جس در سے فرشتے آکے اکثر لے گئے
دیر سے پنچے در شاہ نجف پر ہم فقیر
ایک عمدہ تھا غلامی وہ بھی قنبر لے گئے
جو نہ لے جانا تھا وہ بھی سب ستمگر لے گئے
شہ کا ملبوس ٹمہن زینب کی چادر لے گئے
دوپہر میں ایک تن پر زخم کھائے سینکڑوں
ایک دل پر داغ ، شاہ دیں بہتر لے گئے
بغض کیا تھا اشتیاء کو فاطمہ کے لال سے
کچھ نہیں تو جھولیوں میں بھر کے پتھر لے گئے
سنگ دل تھے کیا انہیں دردِ یتیمی کا قلن
کان سے بالی سکنہ کے جو گوہر لے گئے
صلیٰ قرطاس پر چلتے لرزتا ہے قلم
عابد ہمار کو تا شام کیوں کر لے گئے

مولانا محمد مصطفیٰ جوہر اعلیٰ اللہ مقامہ

حسین ابن علیؑ کا غم دل مضطر رہتا ہے
بہر عنوان جیسے گھر کا مالک گھر میں رہتا ہے
غم شبیرؑ اور حُبابِ علیؑ ہے زندگی اپنی
یہ جذبہ دل میں رہتا ہے، یہ سودا سر میں رہتا ہے
نئے گا پوچھنے والے طہارت دیدہ تر کی
یہ آنسو سیدہ کے گوشہ چادر میں رہتا ہے
کسی صورت علیؑ کے در پہ رہنے کی جگہ ملتی
یہ خورشیدِ ضیاء شمسِ اسی چکر میں رہتا ہے
نکلتا ہی نہیں بغضِ علیؑ دشمن کے سینے سے
یہ مرحب دوسرا ہے جو اسی خیبر میں رہتا ہے
فراری سے نہ یہ پوچھو کہ آخر بھاگتا کیوں ہے!
یہ پوچھو بھاگنا طے ہے تو کیوں لشکر میں رہتا ہے
کبھی پہلو میں ڈھونڈا اور روتی ہیں ربابؑ اٹھ کر
یہ عالم رات بھر یادِ علیؑ اصغرؑ میں رہتا ہے
بیانِ معرفت میں صدق سے ہٹتا نہیں جوہر
دماغ اُس کا خیالِ رفعتِ منبر میں رہتا ہے

جنابِ فاطمہؑ (مولانا محمد مصطفیٰ جوڑیؒ)

آیہِ تطہیر کے مقصد کا محور فاطمہؑ
یعنی شرحِ عظمتِ نورِ پیمبرؐ فاطمہؑ
ان سے پھیلا دینِ حق ان سے بڑھی نسلِ رسولؐ
ایک کوثر ہیں علیؑ اور ایک کوثر فاطمہؑ
کشتیِ دینِ خدا کی ناخدا ثابت ہوئیں
شبر و شبیرؑ جیسے دیں کا لنگر فاطمہؑ
نام ہے تسبیحِ زہراؑ، کام تسبیحِ خدا
ذکر تیرا ذکرِ حق اللہ اکبر فاطمہؑ
تیری خدمت میں ہوا فطنتہ کو قرآن بر زباں
اے لسان اللہ اے ایمان پرور فاطمہؑ
آیہِ تطہیر لکھنے کیلئے تقدیر نے
تیری سیرت کو بنایا اس کا مسطر فاطمہؑ
تو کرے اپنے جنازے کیلئے شب کو پسند
اور تری دختر ہو بلوے میں کھلے سر فاطمہؑ
زہرِ شبرؑ کو دیا، ٹکڑے جگر کے ہو گئے
پھر گیا شبیرؑ کی گردن پہ خنجر فاطمہؑ

(بشکریہ شاعر و سلام خواں سعید حیدر زیدی سعید)

شمیعیٰ امر و سوریٰ

سلامی جاں گزا ہے رنج و غم خاصانِ داور کا
قلقِ سبطین کا ، زہرا کا ، حیدر کا ، پیمبر کا
سدا شرہ رہے گا جُود و خلش و زورِ حیدر کا
قطار و شیر و انگشتر کا ، در کا ، روح کے پر کا
علیٰ کی تیغ کے دم سے ہوا ہر معرکہ فیصل
احد کا ، بدر کا ، صفین کا ، خندق کا ، خیبر کا
یہ پانچوں سورے اے دل ، پنجتن کی شان میں آئے
قمر کا ، شمس کا ، رحمان کا ، مریم کا ، کوثر کا
فدائے شاہ ہو کر خُر نے ، کس کس کا شرف پایا
اولیں و زید کا عمار کا سلمان کا بوذر کا
نشاں مٹ کر وفاداری میں کیسا نام نکلا ہے
زہیر و مسلم و وہب و حبیب و خُر صفدر کا
غلامِ پنجتن کو ڈر نہیں ان پانچ چیزوں کا
اجل کا ، جاں کنی کا ، قبر کا ، برزخ کا ، محشر کا
رہا ہے رونے والوں کو ثواب اک آہ کا کیا کیا
صلوٰۃ و صوم کا خمس و زکوٰۃ و حج اکبر کا

سوائے تشنگی شبیرؒ کو اک ایک صدمہ تھا
 بھتیجیوں بھانجیوں کا ، بھائی کا ، اکبرؒ کا ، اصغرؒ کا
 برابر زخم پر ہے زخم ، شہؒ کے جسم اطہر پر
 تیر کا ، تیر کا ، تلوار کا ، نیزے کا ، خنجر کا
 غضب ہے اتنے صدمے ایک جانِ خواہر شہؒ پر
 ردا کا ، قید کا ، پھوں کا ، اکبرؒ کا ، برادر کا
 سکیڑ لے گئی یہ پانچ داغِ اس باغِ عالم سے
 طمانچوں کا ، رَسن کا ، باپ کا ، عمّو کا ، گوہر کا
 تڑپ کے کہتی تھی باتو ، کروں کس کس کا میں ماتم
 جواں کا ، طفل کا ، داماد کا ، دختر کا ، شوہر کا
 خنجر امامِ پاک کو کس کس کا دھیان آیا
 بہن کا ، بیٹی کا ، بیمار کا ، امت کا ، محضر کا
 (بشکریہ سید اصغر عباس زیدی فرخ بھائی
 اور سوز خواں عزت زیدی و حشمت زیدی برادران)

ہائے حسینؑ / راجہ محمود آباد (محبوبت)
 ہے سلام اُس پہ جو کہتی تھی سدا، ہائے حسینؑ
 ظالموں نے تجھے پانی نہ دیا، ہائے حسینؑ
 علی اکبرؑ نے ترے سامنے برچھی کھائی
 قتلِ اصغرؑ ترے ہاتھوں پہ ہوا، ہائے حسینؑ
 دُکھ پہ دُکھ سہہ کے جسے فاطمہؑ نے پالا تھا
 اُس پہ بے دینوں نے یہ ظلم کیا، ہائے حسینؑ
 نہ رہا کوئی جنازے کا اُٹھانے والا
 تنِ زخمی ترا تیروں پہ رہا، ہائے حسینؑ
 گھوڑے دوڑائے لعینوں نے ترے لاشے پر
 جیسے تو سبِ پیمبرؑ ہی نہ تھا، ہائے حسینؑ
 جل گئے خیمے چھنی چادریں سامانِ کٹا
 بعد تیرے ہوئی ہم پر یہ جفا، ہائے حسینؑ
 جس جگہ خیمہ زینبؑ تھا وہاں سے اب تک
 رات کو آتی ہے کانوں میں صدا، ہائے حسینؑ
 (بشکریہ سوزخوان چوہدری سیّد ساجد حسین زیدی)

علامہ عبدالکریم درس

گردن بھٹکی زمین پہ جس دم امام کی
ثربت ٹہلی نبیٰ علیہ السلام کی
مہمانِ کربلا کے تنِ پاش پاش پر
دوڑائے گھوڑے ، ٹوٹ پڑی فوجِ شام کی
پیاسا پڑا ہے ساقی کوثرِ بُریدہ سر
امید جس سے سب کو ہے کوثر کے جام کی
یاں اہل بیتؑ روتے رہے خوں کی ندیاں
واں نوبتیں جاتی رہی فوج ، شام کی
حق پر نہ کی حسینؑ نے بیعتِ یزید کی
عادت تھی اُس لعین کو خربِ مُدام کی
کھیتی جلی بتوں کی ، سادات کٹ گئے
محرمت تھی جن کی ذات سے بیتِ الحرام کی
کنبہ لٹا رسول علیہ السلام کا
اُجڑی بہارِ روضہٗ دائرِ السلام کی
اُس سر زمین پہ درس کو تھوڑی سی جا ملے
ثربت ہے جس زمین پہ خیرُ الانام کی

بابا ذہین شاہ تاجیؒ

وارثِ سیدِ الامامِ حسینؑ
تم پہ اللہ کا سلام حسینؑ
سب جوانانِ خلد کے سرور
ہیں امامِ حسنؑ ، امامِ حسینؑ
کوثر و سلسبیل کے مختار
تشنہ لب اور تشنہ کام حسینؑ
جس کو پیغامِ آخری کہئے
ہیں وہ اللہ کا پیام ، حسینؑ
راکبِ دوشِ صاحبِ معراج
اللہ اللہ ترا مقام حسینؑ
قدرتِ انتقام تھی پھر بھی
نہ لیا تو نے انتقام حسینؑ
روح کی تازگی ہے تیری یاد
دل کی تسکین تیرا نام حسینؑ
تیرا بندہ ذہین تاجیؒ ہے
تاجور ہیں ترے غلام ، حسینؑ

نسیم امر و سوز

دل میں جس مسلم کے حبِ ساقی کوثر نہیں
پھول ہے خوشبو نہیں آئینہ ہے جوہر نہیں
مان لوں کیوں کر نبیؐ کو اور انسانوں کی مثل
جسم ہے سایہ نہیں شکلِ بشر ہے خیر نہیں
چھوڑ کر عترتؐ کو لے بھی لیں اگر قرآن تو کیا
بحر ہے کشتی نہیں گرداب ہے لنگر نہیں
تابِ نظارہ ہو کیا اژدر سے ڈر جائے نہ کیوں
علم ہے کامل نہیں موسیٰؑ ہے وہ حیدرؑ نہیں
بے کس و تنہا کھڑے ہیں دشت میں سبِ رسولؐ
چاند ہے تارے نہیں سردار ہے لشکر نہیں
دخترانِ فاطمہؑ کیوں کر پھپھائیں اپنے سر
شرم ہے مقنع نہیں بازار ہے چادر نہیں
بزم میں مداحِ حیدرؑ گر نہیں ہے اے نسیم
طور ہے جلوہ نہیں دن ہے شہِ خاور نہیں

(بشکریہ قارئ حدیث کساء و سلام و نوحہ خوان زوار عمران)

نسیم امر ویسوی

اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا حجابِ فاطمہؑ
آئیے تطہیر ہے ادنیٰ نقابِ فاطمہؑ
ضامنِ نسلِ پیبرؑ ہیں یہی بحرینِ پاک
مالکِ کوثرِ علیؑ ، کوثرِ خطابِ فاطمہؑ
قدسیوں سے عرش پر سُن سُن کے زہراؑ کی عطا
ہل اتنی بھی ڈھونڈتا آیا ہے بلبِ فاطمہؑ
صبر ، خاموشی ، تحمل ، ضبط اور شکرِ خدا
انِ خصائل میں ہیں بس زینبؑ جو ابِ فاطمہؑ
تازیانہ بھی لرز جاتا ہے جب کرتا ہے یاد
حضرتِ زینبؑ کی پیری اور شبابِ فاطمہؑ
خوف کیا بھاری ہے گر عصیاں کا پلہ اے نسیم
میرے پلے پر ہیں محشر میں جنابِ فاطمہؑ
(بشکریہ شاعر و سوز خواں سبطِ حسن زیدی سورتِ میرٹھی)

استاد صادق علی خان صادقؒ

کیا مصیبت ہو بیاں بے سرو سامانوں کی
ہم نشیں جن سے رہی خاک بیابانوں کی
دیکھی جاتیں نہیں عباسؑ نے زینبؑ سے کہا
ہائے کھلائی ہوئی صورتیں نادانوں کی
پوچھتی رہتی تھیں دن رات سکیںہ سب سے
چوکیاں بیٹھی ہیں کیوں در پہ نگہبانوں کی
صادقؑ افسوس تو یہ ہے کہ نبیؐ کا بیٹا
ذبح ہو جائے حکومت میں مسلمانوں کی
(بشکریہ نوحہ خواں ذوالفقار جعفری و افسر جعفری برادران)

مولانا حسن رضا خان بریلویؒ

کس زباں سے ہو بیاں یہ عزو شانِ اہلبیتؑ
مدح گوئے مصطفیٰؐ ہے مدحِ خوانِ اہلبیتؑ
مصطفیٰؐ عزت بڑھانے کیلئے تعظیم دیں
ہے بلند اقبال تیرا دودمانِ اہلبیتؑ
ان کے گھر میں بے اجازت جبرئیلؑ آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں قدر و شانِ اہلبیتؑ
اے شبابِ فصلِ گل یہ چل گئی کیسی ہوا
کٹ رہا ہے لہلماتا بوستانِ اہلبیتؑ
کس شقی کی ہے حکومت ہائے کیا اندھیر ہے
کٹ رہا ہے دن دہاڑے کاروانِ اہلبیتؑ
فاطمہؑ کے لاڈلے کا آخری دیدار ہے
حشر کا ہنگامہ برپا ہے میانِ اہلبیتؑ
باغِ جنت چھوڑ کر آئے ہیں محبوبِ خدا
اے زہے قسمت تمہاری کشتگانِ اہلبیتؑ
گھر لٹانا جان دینا کوئی تجھ سے سیکھ جائے
جانِ ما ، تم پر فدا اے خاندانِ اہلبیتؑ

سر ، شہیدانِ محبت کے ہیں نیزوں پر بلند
اور اونچی کی خدا نے قدر و شانِ اہمیت
اہلِ بیتِ پاک سے گستاخیاں بے باکیاں !
لَعْنَتُ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ دِشْمَانِ اہمیت
(بشکریہ مولانا قاری حسن محمود)

☆☆

ڈاکٹر پروفیسر فرحت مظفر جعفری

عالمِ انہی کا ہے یہی عالم پناہ ہیں
تخلیقِ کائنات کے واحد گواہ ہیں

حسینؑ ہی کیلئے / تجمل لکھنویؒ

یہ زیب دیتا تھا کہنا حسینؑ ہی کیلئے
کرم کی بھیک نہ مانگوں گا زندگی کیلئے
حسینؑ خانہ زہراؑ میں آپ کیا آئے
چراغِ مل گیا کعبہ کو روشنی کیلئے
خدا نے ڈوتے سورج کو کر دیا واپس
نظامِ دہر بدلنا پڑا علیؑ کیلئے
حسینؑ کرتے ہیں سیراب حُرّ کے لشکر کو
کلیجہ چاہئے دشمن کی دوستی کیلئے
غم حسینؑ میں اشکوں کے بہ گئے دریا
زمانہ اتنا نہ رویا کبھی کسی کے لئے
جو ان بیٹے کی میت اٹھا رہے ہیں حسینؑ
خدا یہ وقت نہ لائے کبھی کسی کے لئے
میں ساتھ لے کے تجملؒ لحد میں جاؤں گا
غم حسینؑ نہیں صرف جیتے جی کیلئے

(بشکریہ سوزِ خواں جواد حسین زیدی و تراب جعفری)

اِک دُور سِلامی / سِیما بَ اکبر آبادی

اِک دُور سِلامی دُنیا کا صدیوں میں ایسا آتا ہے
جب کوئی پیمبر اُٹھتا ہے یا کوئی شہادت پاتا ہے
جب نوحہ کعبے والوں کا رو رو کر کوئی سناتا ہے
سینے میں روح لرزتی ہے جینے سے جی گھبراتا ہے
اے نہر فرات اے نہر فرات افسوس کرا اپنی قسمت پر
کوثر کا ساقی آج ترے ساحل سے پیاسا جاتا ہے
اے قہر خدا اس دُنیا پر گررتی نہیں کیوں عجلی تیری
گھر سے دُور اک پورا کنبہ جنگل میں لوٹا جاتا ہے
انسان ترے پتھر دل میں کیوں درد نہیں انسانوں کا
دُکھ دیتا ہے مظلوموں کو معصوموں کو ترساتا ہے
سجادؑ اسیرِ جُور ہوئے افسوس کسی نے یہ نہ کہا
یہ پاؤں ستونِ کعبہ ہیں زنجیر کے پہناتا ہے
سِیما بَ نظر آتی ہے مجھے ہر چیز اُداس اور آژردہ
فطرتِ غمگین ہو جاتی ہے جب ماہِ محرم آتا ہے
(بشکریہ سوزِ خواں ڈاکٹر الحاج سعید الحسنین و شبابِ حیدر)

مسکراتے ہیں حسینؑ

پیرِ طریقت صوفی عنبرِ علی شاہ وارثیؒ

جب کوئی تیر ستم سینے پہ کھاتے ہیں حسینؑ

دیکھ کر پیرِ فلک کو مسکراتے ہیں حسینؑ

مستقل کرنے کو موروثی خزانہ علم کا

حضرتِ عابدؑ کو سینے سے لگاتے ہیں حسینؑ

صبر کی تلقین فرماتے ہیں اہلبیتؑ کو

نعشہ حضرت علی اصغرؑ جو لاتے ہیں حسینؑ

نخلِ توحید و رسالت کربلا کے دشت میں

اللہ اللہ خون سے اپنے لگاتے ہیں حسینؑ

ہے وہی رحمت مزاجی اپنے نانا کی طرح

ظلم کرتے ہیں لعین اور بھول جاتے ہیں حسینؑ

قبر سے اٹھا تو آئی یہ ندا روزِ نشور

چل تجھے عنبرِ محشر بلاتے ہیں حسینؑ

(بشکریہ: صحافی و شاعر یامین وارثی و صوفی دلبر شاہ وارثی)

علامہ رشید ترابی

ہے یہی وقت ان کا دامن تھام لے
گرنے والے ، اب علیؑ کا نام لے
مرجہوں کے سر پہ ہے تیغِ علیؑ
اپنا بدلہ ، صبح لے یا شام لے
ہے بوذرؑ سے ولا تو اپنے سر
حق پرستی کا بھی اک الزام لے
بے مروت آدمی معذرت ہے
جس طرح جو معنیٰ اسلام لے
دفنِ اصغرؑ ہو گئے شہ نے کہا
میرے بچے اب یہاں آرام لے
عصرِ عاشورِ آئی آوازِ رسولؐ لے
فاطمہؑ بازو سے زینبؑ تھام لے
قید خانے میں کوئی بھی ہے دفن
اک امانت اور ملکِ شام لے
اے تراپی مفت ہے آبِ حیات
موت کے ہاتھوں سے کوئی جام لے

تابشِ دہلوی

وہی تو فتح و ظفر کے نشاں اٹھاتے ہیں
جمادِ حق میں جو آزارِ جاں اٹھاتے ہیں
نشانِ راہ جو روشن ہیں پھپھپ نہیں سکتے
غبارِ اگرچہ بہت کارواں اٹھاتے ہیں
یہی شناخت ہے اُنکی کہ مردِ حق شیوہ
عذابِ جاں پئے اِظہارِ جاں اٹھاتے ہیں
مکان میں گوجتا ہے نعرۂ حسینِ حسینؑ
اب اس صدا کو سَرِ لامکان اٹھاتے ہیں
ہیں کربلا کی زمیں ہی سے آسماں روشن
اسی کی خاک سے یہ کھکشاں اٹھاتے ہیں
امام و مقتدی ایسے کہ سجدہ ریزی میں
زمیں پہ رکھ کے جبیں آسماں اٹھاتے ہیں
کڑے ہیں کوس اسیروں پہ شاہ کے ، تابش
کبھی قدم تو کبھی بیڑیاں اٹھاتے ہیں
(بشکریہ شمر عباس جعفری / بانسی ، چیئرمین فوکس)

تابشِ دہلوی

حق کی منزل کربلا ہے حق کا جادہ کربلا
یوں تو ہے اک خطِ صحرا نمادہ کربلا
اک تسلسل ہے حق و باطل کا شبیر و یزید
ہے حنین و بدر و خیبر کا اعادہ کربلا
سوچئے تو ایک مشہد دیکھئے تو ایک دشت
کتنی رنگیں کربلا ہے کتنی سادہ کربلا
سارے جذبے منسلک بس ایک ہی وحدت میں ہیں
اپنی منزل ، راستہ ، مقصد ، ارادہ کربلا
آج بھی انسانیت کی حق نمائی کیلئے
گام گام ابنِ علیؑ ہیں ، جادہ جادہ کربلا
معرکے اسکے حق و باطل کے سارے معرکے
کتنی لامحدود ہے کتنی کشادہ کربلا
زندگی میں کاش تابش وہ بھی دن آئے کہ ہم
سُر کے بل جائیں مدینہ پا پیادہ کربلا
(بشکریہ شاعر و مرثیہ خواں سید جاوید حسن)

حُرِّ کا مقدر / ڈاکٹر پروفیسر نعیم تقویٰ

باعثِ رشتہ نہ کیوں حُرِّ کا مقدر نکلے
جو گدا ہو کے بھی قسمت کا سکندر نکلے
رات کیا ختم ہوئی حُرِّ کی تو قسمت چمکی
صبح آزادیٰ انساں کا یہ مظهر نکلے
جس نے دیکھا ، کیا معصوم پہ قرآں کا گماں
جبکہ شبیرؑ لئے ہاتھوں پہ اصغرؑ نکلے
مسکرا کر سر میداں علی اصغرؑ نے کہا
ہم بھی ، بھیا علی اکبرؑ کے برابر نکلے
پہلے قرباں تو کئے عونؑ و محمدؑ ، لیکن
دیکھئے حضرت زینبؑ ، علی اکبرؑ نکلے
سب سرکارِ دو عالم کے ہو خادم تقویٰ
تم بفضلِ شہِ لولاکِ سنخور نکلے

(بشکر یہ شاعر و سوز خواں سید عابد حسین نقوی ہاتف الوری)

محسن اعظم گڑھی

جو شب کو دن بنا دیں لعل و گوہر ایسے ہوتے ہیں
حسینی آسماں کے ماہ و اختر ایسے ہوتے ہیں
جو چاہیں کربلا کو دم میں گلزارِ ارم کر دیں
گلستانِ محمدؐ کے گل تر ایسے ہوتے ہیں
جو دیکھا جنگ میں عونؓ و محمدؐ کو اجل بولی
سرِ مقتل کہیں بچوں کے تیور ایسے ہوتے ہیں
علمدارِ حسینی کو جو دیکھا نہر پر پیاسا
وفائیں ناز سے بولیں برادر ایسے ہوتے ہیں
علی اکبرؑ کو رن میں دیکھ کر اعدا پکار اٹھے
خدا کی شان ہمشکلِ چیمبرؑ ایسے ہوتے ہیں
طلب کرتا ہے کیا سائل عطا ہوتا ہے کیا محسن
کہو حاتم سے دیکھے بندہ پرور ایسے ہوتے ہیں
(بشکریہ مرثیہ خواں ستید ضمیر حیدر نقوی۔ میرپور خاص)

محسن اعظم گڑھیؒ

خیالِ کربلا ہے اور میں ہوں
ارمِ کا راستہ ہے اور میں ہوں
درِ شبیرؒ ہے اور میری قسمت
مقامِ التجا ہے اور میں ہوں
حسینؑ ابنِ علیؑ محوِ کرم ہیں
غلامی کا صلہ ہے اور میں ہوں
بھلا اب بھی نہ ہو اسِ در سے نسبت
غمِ آلِ عباؑ ہے اور میں ہوں
عداوت کی سزا پاتے ہیں دشمن
محبت کی جزا ہے اور میں ہوں
مرا کاسہ ہے اور بابِ علیؑ ہے
فقیرانہ صدا ہے اور میں ہوں
اُدھر بیمار پابندِ سلاسل
اُدھر آہ و بکا ہے اور میں ہوں

(بشکریہ شاعرِ اہلبیتؑ حضرتِ رفیقِ رضوی و مولانا شفیقِ رضوی)

خدا کے سامنے

جو مراتب ہیں محمدؐ کے خدا کے سامنے
سب وہ رتبے ہیں علیؑ کے مصطفیٰؐ کے سامنے
کیسی ایذا نزع کی ، ہم مرتے مرتے خوش رہے
اپنا دم نکلا کیا مشکل کشا کے سامنے
آتے ہی حیدرؑ کے یوں چپ ہو گئے کیوں اے ملک
اب نہیں کچھ بولتے شیر خدا کے سامنے
اپنا بندہ دیکھ ، ہم دونوں میں کہتا ہے کسے
اے نصیری آچلیں ، تیرے خدا کے سامنے
بھیج دے دوزخ میں یا جنت میں ، جو کچھ حشر ہو
بندۂ حیدرؑ ہوں ، کہدوں گا خدا کے سامنے
شمر سے کہتی تھیں زینبؑ چھین مت چادر بری
کیا کہے گا حشر میں ، تو مصطفیٰؐ کے سامنے
ملک کے چہرے پر لہو اصغرؑ کا کہتے تھے حسینؑ
میں اسی صورت سے جاؤں گا خدا کے سامنے
(بشکریہ سوزخواں ستید قمر عباس / اختر وصی علیؑ)

کرشن بہاری نور لکھنوی

اے مرکزِ ایماں زندہ باد اے صبر کے پرچم زندہ باد
ہر اشک ٹپک کر کہتا ہے شبیرؑ کا ماتم زندہ باد
ازماں کا بھلا کیا ذکر کوئی، کرتے ہیں فرشتے بھی سجدے
اے فخرِ ملائک زندہ باد اے تازشِ آدم زندہ باد
ہر قوم میں ماتم ہوتا ہے، شبیرؑ کا غم یاد آتا ہے
دل کھینچتے ہیں سب کے تیری طرف اے ماہِ محرم زندہ باد
ہندو ہو کہ مسلم یا مومن، جلووں سے نظر ہٹتی ہی نہیں
اے شمعِ حقیقت زندہ باد اے نورِ دو عالم زندہ باد
شبیرؑ، ہو بھارت یا کشمیر، ایراں کی زمیں یا پاکستان
ہر ملک پہ قبضہ تیرا ہے اے فاتحِ اعظم زندہ باد
کلمہ تو ہے ناناً کا لیکن جتنا ہے نواسے کا ڈنکا
اے مقصدِ خالق زندہ باد اے رازِ دو عالم زندہ باد
بھائی کی طرح سے تم بھی تو ایماں کا سارا ہو زینبؑ
عصمت کی بردا کے سائے میں اے دوسری مریمؑ زندہ باد
شبیر تری الفت کے لئے اسلام کی کوئی شرط نہیں
جھکتی ہے جبینِ نور اکثر اے قبلۂ عالم زندہ باد

حُبِ اہلبیت / نجم آفندو

کربلا کی منزلت ثابت ہے ہر عنوان سے
وید سے توریت سے انجیل سے قرآن سے

حُبِ اہلبیت ہے حق کو بہر صورت پسند
بے خودی کی شان سے ہو یا خودی کی شان سے

مدحِ حیدرؑ ، ماتمِ شبیرؑ ، احساسِ ولا
جینے والے تجھ کو مرنا ہے بڑے سامان سے

ماں نے پھر یہ بھی نہ سوچا دیکھ کر اکبرؑ کی جنگ
ہم نے اٹھارہ برس پالا ہے کس ارمان سے

دستِ ماتمِ دارِ خود ہی کھول لے گا بابِ خلد
ہم عزاداروں کا معروضہ نہیں رضوان سے

کربلا والوں نے دنیا کو دیئے کیا کیا سبق
قید خانہ کی فضا تک ، جنگ کے میدان سے

محرؑ جنہیں مقتل میں لایا تھا انہی پر جان دی
زیست کس عنوان سے تھی موت کس عنوان سے

(بشکریہ سوز و سلام و نوحہ خواں سید ابرار حسین و زوار و مختار)

بیٹھا ہے مشکلات کے استاد قمر جلالی

بیٹھا ہے مشکلات کے رستے میں ہار کے
او بد نصیب ، دیکھ علیٰ کو پکار کے
مرحب کا قتل بھی کوئی خیر میں قتل تھا
پھینکا تھا ذوالفقار کا صدقہ اُتار کے
خیر کے در نے کھل کے اشارہ یہ کر دیا
مظہر یہی ہیں قوت پروردگار کے
روباہ جنگِ عون و محمدؐ پہ کہتے تھے
یہ شیر جانے پٹھوٹ گئے کس کچھار کے
لیلیٰ کے دل کو دیکھ رہے ہیں شبہِ زمن
اکبر کو رن میں بھیجا ہے گیسو سنوار کے
اصغر جگر کو تھام کے روتی ہے فوجِ شام
تم تیر کھا کے آئے ہو یا تیر مار کے
اکبر تمہارا باغِ جوانی اُجڑ گیا
لیلیٰ نے چار دن بھی نہ دیکھے بہار کے
تاریکیاں وہ شامِ غریباں کی اے قمر
تارے بھی سو گئے فلکِ کج مدار کے

قمر جلالوی / اضافی اشعار بمناسبت شہادتِ مولا علیؑ / س ج

منتظم کعبے کا آ پہنچا صفائی کے لئے
اے بُتو ، اب اور گھر ڈھونڈو خدائی کے لئے
چیرتے ہیں کلے اژدر کو جھولے میں علیؑ
آج پہلی مشق ہے خیر کشائی کے لئے
دو کیا مرحب کو حیدرؑ نے تو یولی ذوالفقار
ہاتھ ایسا چاہئے تیغ آزمائی کے لئے
کہتے تھے عباسؑ ، میں سقہ ہوں فوجِ شاہؑ کا
خون کے دریا بہا دوں گا ترائی کے لئے
اے عروسِ تیغِ قاسمؑ رن میں گھونگٹ تو اٹھا
سر لئے لاکھوں کھڑے ہیں راونمائی کے لئے
چونک اٹھتی تھی سکیںہؑ نام سن کر شاہؑ کا
جب کبھی روتی تھی زینبؑ اپنے بھائی کے لئے
ابنِ ملجم نے لگائی جب علیؑ کے سر پہ تیغ
عرش سے اترے ملائک بھی ڈہائی کے لئے
کردیا کیوں ابنِ ملجمؑ ، ایسے مولاؑ کو شہید
تھا جو اک مشکل کشا ساری خدائی کے لئے

مولانا ریاض الدین سہروردی

نظر پڑی جو محمدؐ کی آلؑ کی صورت
تو گویا دیکھ لی بدرِ کمال کی صورت
حسنِ حسینؑ کی صورت میں دیکھ لے کوئی
رسولؐ پاک کے حُسن و جمال کی صورت
فرشتے آتے تھے ہر روز آسمانوں سے
زمین پہ دیکھنے زہراؑ کے لال کی صورت
جلال اُس کا ہے مانندِ مہرِ عالمِ تاب
جمال اُس کا ہے بدرِ کمال کی صورت
وجودِ سرورِ عالم کا عکس ہیں حسینؑ
نظر نواز ہے یہ اتصال کی صورت
ملے حسینؑ جسے ، مصطفیٰؐ ملے اُس کو
وصالِ حق ہے نبیؐ کے وصال کی صورت
حسینؑ کو تو ہر اک گام پر عروج ملا
مگر یزید نے دیکھی زوال کی صورت
ریاضِ عشقِ حسینیؑ ہے میرا سرمایہ
بڑی حسینؑ ہے میرے مآل کی صورت

پروفیسر مولانا ظفر جونپوریؒ

سلسلہ نامِ خدا ، جذبہ ایمانی کا
سنگِ بنیاد ہے شبیرؒ کی قربانی کا
دین کے واسطے اللہ رے ، ایثارِ حسینؑ
کبھی شکوہ نہ کیا غم کی فراوانی کا
یاعلیٰؑ جس کی زباں پر ہو بھلا اُس کے لئے
خوف کیا ظلم کا ، دہشت کا ، پریشانی کا
کربلا، ہو کے رہا وہ تری عظمت پہ نثار
جائزہ جس نے لیا فطرتِ انسانی کا
کلمہ گو تھے سبھی دشتِ بلا میں لیکن
ایک قطرہ بھی نہ پیاسوں کو ملا پانی کا
آہ ، سنتا نہیں شبیرؒ کی آواز کوئی
کیا زمانے میں یہی طور پر ہے مہمانی کا
در بہ در، خاک بمر، اہلِ حرم ہیں صد حیف
کچھ ٹھکانا نہیں اس بے سروسامانی کا
ہے ظفرؒ ، شانِ رسولؐ دوعرا ، شانِ حسینؑ
حق ادا ہو گا یہاں سلسلہ جنّابانی کا

کربلا کی کہانی / سلمان رضوی

ہر ایک چیز زمانے کی آنی جانی ہے
مگر حسینؑ کا پیغام جاودانی ہے
نجیف شخص چٹانوں کے مان توڑ گیا
یہ کربلا کی کہانی عجب کہانی ہے
علم کے سایے میں بیٹھے تو یوں ہوا محسوس
جنابِ نوحؑ کی کشتی بھی بادبانی ہے
حسینؑ کا وہ مبلغ جو گود میں آیا
عجب شعلہ ہیاں اُس کی بے زبانی ہے
پیاے اپنا لہو بھی پلا گئے اُس کو
فرات ، فرطِ ندامت سے پانی پانی ہے
سناں نے سینہٴ اکبرؑ میں ٹوٹ کر سوچا
یہ نوجوان بھرے گھر کی نوجوانی ہے
گلے میں طوق ہے پیروں میں بیڑیاں لیکن
خدائی قافلے والوں کی ساربانی ہے
ملائکہ نے بھی سلمانؑ کو سلام کیا
جنابِ فاطمہؑ زہرا کی مربانی ہے

کلام ایسا تو ہو / عثمان علی خان (نظام دکن)

مجرئی مشتاق ہیں قدسی کلام ایسا تو ہو

بزم میں شورِ دُرود اُٹھے سلام ایسا تو ہو

ہے علیؑ اللہ کا ہم نام ، نام ایسا تو ہو

خانہ زادِ حق ہوا ذی الاحترام ایسا تو ہو

یا علیؑ جب منہ سے نکلا مشکلیں آساں ہوئیں

اسم اعظم کا اثر رکھتا ہو نام ایسا تو ہو

جِنّ و انس و وحش و طیر و قدسی و غلمان و حور

سب کے سب بیعت کریں جس کی امام ایسا تو ہو

شاہِ مرداں ، فاتحِ خیر ، امیرِ المومنینؑ

جانشینِ حضرتِ خیر الامام ایسا تو ہو

اصغرؑ و اکبرؑ کا جلوہ دیکھ کر کتا تھا چرخ

ماہِ نو ایسا تو ہو ماہِ تمام ایسا تو ہو

کہہ دو عثمانؑ سے لکھ ایسا شاہِ دیں کی مدح میں

غل ہو ہر سُؤ آفریں ، حُسنِ کلام ایسا تو ہو

(بشکریہ سوزِ خوان و نوحہ خوان سانولے آغا و باقر نذر نقوی)

سلام

ہو سلام اُس پہ جو قیدی بھی ہے بیمار بھی ہے
پاؤں میں آبدے ہیں آبلوں میں خار بھی ہے
پوچھا اک شخص نے شبیر تمہارا تھا کون
بولے آقا بھی ہے بابا بھی ہے سردار بھی ہے
جب انہیں شمر نظر آیا تو رو رو کے کہا
یہ میرے بابا کا قاتل بھی ہے خونخوار بھی ہے
اپنے بابا کے چلن پر میں چلا جاتا ہوں
ورنہ مجھ میں اثر حیدر کرار بھی ہے
کہتے تھے طوقِ گراں آیا مرے حصے میں
ورنہ اس فوج میں خنجر بھی ہے تلوار بھی ہے
بچے جب کوفی کے نزدیک تو زینب نے کہا
سَرِ عریاں بھی ہے جلوہ بھی ہے بازار بھی ہے
(بشکریہ سوزِ خواں و نوحہ خواں محترمہ برجیس نقوی)

مولانا سخنِ فتیوری

ملفت ہے میری جانبِ رحمتِ داور کی آنکھ
ہے کرمِ گسترِ یقینا ساقی کوثر کی آنکھ
چشمِ حیدر سے نبیؐ نے مس کیا ایسا لعاب
زندگی بھر خیر سے اچھی رہی حیدر کی آنکھ
مضطرب ہوتی ہے تربت میں علی اصغرؑ کی روح
ڈھونڈتی ہے قید میں اصغرؑ کو جب مادر کی آنکھ
سر برہنہ ماں بہن ، سچا کیسے سر اٹھائیں
شرم سے اٹھتی نہیں ہے عابدہؑ مضطر کی آنکھ
حرمہ کی بزدلی ، شہؑ کو بتانے کے لئے
ڈھل گیا منکا ، کھلی پھر بھی رہی اصغرؑ کی آنکھ
شاہؑ دیں پر شمر بدخو کس طرح کھاتا ترس
دل تھا آہن کا ، جگر فولاد کا ، پتھر کی آنکھ
اے سخنؑ ، تصویرِ مظلومی کہاں تک دیکھتے
شہؑ نے وقتِ دفنِ آخر بد کی اصغرؑ کی آنکھ
(بشکریہ شاعرِ اہلبیتؑ سید ذیشان حیدر ذیشان)

مجاہد لکھنوی

حُرّ کی ایسی نہ کسی اور کو تقدیر ملی
جس کو دوزخ کے عوض خلد کی جاگیر ملی
پنجتن " کر گئے ثابت جو عمل سے اپنے
اُس سے بہتر کوئی قرآن کی نہ تفسیر ملی
تیر کیوں مار دیا بچے کو ظالم ثو نے
حرمہ کونسی بے شیر کی تفسیر ملی
کوئی اک بار مدینے میں نہ پہچان سکا
قید سے چھوٹ کے جب زینب " دلگیر ملی
سب ملے چھوٹ کے زنداں سے سکیں " کے سوا
ہاں مگر فاطمہ " صفریٰ سے نہ ہمیشہ ملی
(بشکریہ ذاکرہ ونوحہ خواں و سوز خواں محترمہ نیر فاطمہ)

نصیریوں کو کوئی کس طرح سے سمجھائے!؟
بہک گئے ہیں عقیدہ بُرا نہیں رکھتے
(مولانا پروفیسر مرزا محمد اشفاق / شوق لکھنوی)

مجاہد لکھنوی

اجل کو ایسی ملی زندگی حسینؑ کے بعد
کہ جو فنا تھی بقا بن گئی حسینؑ کے بعد
وہی ہے سلسلہ رہبری حسینؑ کے بعد
نبیؐ کے بعد علیؑ تھے ، علیؑ ، حسینؑ کے بعد
بنی ہے خاکِ شفا تیری خاک ، کرب و بلا
یہ برتری تجھے حاصل ہوئی حسینؑ کے بعد
تھی ایک سر کی طلب اور کئے بہتر پیش
جہاں میں ہوگا نہ ایسا سخی حسینؑ کے بعد
سکینہؑ عجزِ پدر میں گزر گئی جاں سے
نہ جی حسینؑ کی وہ لاڈلی حسینؑ کے بعد
مجاہد اس میں نہ تھا کچھ بھی عاشقی کے سوا
بنی ہے نصرتِ حق شاعری حسینؑ کے بعد
(بشکریہ سوزِ خواںِ رضا علی جعفری)

مجاہد لکھنویؒ

خانہ کعبہ سا کوئی گھر نظر آتا نہیں
اور مکیں کوئی بجز حیدرؒ نظر آتا نہیں
اے نبیؐ دینے کو دے دیجے جسے چاہے علم
ان میں کوئی فاتحِ خیرؒ نظر آتا نہیں
اے بھو، جھک جاؤ سجدے کو اسی میں خیر ہے
کون ہے دوشِ پیمبرؐ پر، نظر آتا نہیں
ہے جواں بیٹے کا غم بے نور آنکھیں ہو گئیں
شاہِ دیں کو لاشہٴ اکبرؒ نظر آتا نہیں
گود خالی دیکھ کر مادر کی ماصغراؒ نے کہا
کیا ہوا اماں میرا اصغرؒ نظر آتا نہیں

(بشکریہ سوز خواں عمران، ابوطالب و ذیشان)

باقر شاہ جہاں پوری

جو شہ " کے طرفدار یہاں بھی ہیں وہاں بھی
وہ طالب دیدار یہاں بھی ہیں وہاں بھی
دنیا ہی نہیں وقفِ عزاداری سُرور
شبیر " کے غمخوار یہاں بھی ہیں وہاں بھی
جو در پئے ایذا ہیں حسین ابن علی کے
وہ لوگ گنہ گار یہاں بھی ہیں وہاں بھی
عباس " نے اعدا سے کہا تول کے تلوار
ہم حق کے پرستار یہاں بھی ہیں وہاں بھی
کہتے ہیں ہمیں صف شکن و صفر و جرار
ہم نائبِ کرار یہاں بھی ہیں وہاں بھی
ہشیار کہ در دست وہی تیغ ہے جس کا
مانے ہوئے سب وار یہاں بھی ہیں وہاں بھی
شہ " نے کہا پیاسے نہیں ہم اے عمر سعد
مست مئے انوار یہاں بھی ہیں وہاں بھی
چاہیں تو بے زیرِ قدم چشمہ کوثر
ہم پانی کے مختار یہاں بھی ہیں وہاں بھی

دنیا ہی پہ موقوف نہیں اصل میں حسین
باقر کے طرفدار یہاں بھی ہیں وہاں بھی

اضافی اشعارِ مصائب ☆ ☆ ☆ سید سبط جعفر زیدی

سجادؑ ہیں ہمراہ تو صغریٰؑ ہے وطن میں
سرورؑ ترے ہمار یہاں بھی ہیں وہاں بھی
شہؑ ہوں سر نیزہ کہ تہہ خنجر قاتل
وہ سید و سردار یہاں بھی ہیں وہاں بھی
اللہ و نبیؑ کے ہیں عدو کوفی و شامی
وہ برسر آزار یہاں بھی ہیں وہاں بھی
(بشکریہ سوز خواں مسرور حسین رضوی)

پروفیسر منظر ایوبی

حفظِ ناموسِ الہی ، کارِ شمشیرِ حسینؑ
سطوتِ دینِ محمدؐ ، حُسنِ تدبیرِ حسینؑ
اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی فضیلت کی دلیل
خود رسولؐ ہاشمی کرتے ہیں توقیرِ حسینؑ
غر کی سرکش طاقتوں کا سر نہ اٹھنے پائے گا
حشر تک ہے پائے باطل اور زنجیرِ حسینؑ
سرورِ کونین کے اتنے چہیتے کیوں ہوئے
بس یہی دشمن کی نظروں میں ہے تقصیرِ حسینؑ



شاعر و سوز خواں ولی جارچوی

ذکر ہم کرتے رہیں گے حشر تک شبیرؑ کا
معتبر ہے یہ طریقہ قلب کی تطہیر کا
درد سے نا آشنا کیا جانے کیا ہے کربلا
درد والا ہی کرے گا تذکرہ شبیرؑ کا
حوصلہ بھی کانپ اٹھا دیکھ کر عزمِ حسینؑ
خون چلو میں لیا جب اصغرؑ بے شیر کا
اپنے خطبوں سے پلا کر رکھ دیا قصرِ یزید
حوصلہ اللہ اکبر زینبؑ دلگیر کا
حق ادا کرب و بلا میں کر دیا عباسؑ نے
قوتِ حیدرؑ کا اور اُمّ البنینؑ کے شیر کا
یاد آتے ہیں ہمیں بیمار کے طوق و رسن
اس لئے کرتے ہیں ہم ماتم پنا زنجیر کا
حُرؑ کا سر زانوئے شہؑ پر سر پہ رومالِ بعلؑ
آدمی دیکھا نہیں ایسا دھنی تقدیر کا
فاطمہ صغراؑ کھڑی دروازہ پر شام و سحر
راستہ نکلتی تھی پیروں اکبرؑ دلگیر کا
(بشکریہ سوز خواں سید ولی حیدر)

منور عباس شہابؒ (ایڈووکیٹ)

کبھی فرطِ ادب میں اشکِ افشانی نہیں جاتی
ہیں لبِ خاموش لیکن مرثیہ خوانی نہیں جاتی
حرم کی بے ردائی نے لیا ہے انتقام ایسا
یزیدیت کی پردوں میں بھی عریانی نہیں جاتی
نہ بھرتے رنگِ اس میں گر لو سے کربلا والے
تو آج اسلام کی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی
حکومتِ اہلِ دنیا کی فقط حاکم کے دم تک ہے
دلوں پر جو حکومت ہو وہ سلطانی نہیں جاتی
کوئی حق کا مجاہد سر بھٹ آتا ہے میداں میں
کھلے سرِ شام کے بلوے میں سیدانی نہیں جاتی
ہزاروں بند شہیں ہوتی ہیں ماتم پہ شہیدوں کے
شہابؒ اس پر بھی اپنی مرثیہ خوانی نہیں جاتی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پروفیسر مرزا قمر عباس وفا کانپوری

فقط شہید کا حق ہے حیاتِ بعدِ ممات
مگر وہ لوگ جو سبطِ نبیؐ کے ذاکر ہیں

سید سبط حسن انجم

شاہوں کا تذکرہ ہے نہ لشکر کی بات ہے
جو کربلا میں لٹ گیا اُس گھر کی بات ہے
ذکرِ غمِ حسینؑ ہمیں کیوں نہ ہو عزیز
خوشنودیِ خدا و پیمبرؐ کی بات ہے
مجلسِ اک احتجاج ہے ہر ظلم کے خلاف
پیغامِ عدل ، ماتمِ سرورؐ کی بات ہے
ہوگی نہ کربلا کی کبھی ختمِ داستاں
کہنے کو یوں تو صرف بہتر کی بات ہے
کس کس کو روئیں اہلِ حرم ہائے کیا کریں
ہے غمِ بھر کا داغ بھرے گھر کی بات ہے
یہ امتحانِ صبر بہت سخت ہے حسینؑ
محضر میں بے ردائیٰ خواہر کی بات ہے
قاصد کو کیا جواب دیں اس بات کا حسینؑ
صغریٰ کے خط میں شادیِ اکبرؑ کی بات ہے
سوزِ غمِ حسینؑ ملا جس کو مل گیا
انجمؒ یہ اپنے اپنے مقدر کی بات ہے
(بشکریہ شاعر و مرثیہ خواں سید جاوید حسن)

سید وحید الحسن ہاشمی

کو نہ حاجتِ ذکرِ شہِ ہدیٰ کیا ہے
حسینؑ ہی نے تو ثابت کیا خدا کیا ہے
غمِ حسینؑ دلوں کا نفاق دھوتا ہے
بس اب نہ پوچھو کہ رونے کا فائدہ کیا ہے
رضائے حق کی ہر اک راہ میں ہے نقشِ حسینؑ
میں کربلا سے نہ جاؤں تو راستہ کیا ہے
اگر حسینؑ کی سیرت پہ ہو سکا نہ عمل
تو پھر یہ مجلس و ماتم کا فائدہ کیا ہے
پلٹ نہ آتے جو دریا سے تشنہ لب عباسؑ
تو کون جانتا اس دہر میں وفا کیا ہے
بقائے دیں کی ضمانت ہے فاطمہؑ کا پسر
نہیں حسینؑ تو اسلام میں دھرا کیا ہے
ردائے اہلِ حرم چھین کر نہ خوش ہو لعین
وہ جان دینے کو تیار ہیں ردا کیا ہے
یہ کربلا کے شہیدوں نے حل کیا ورنہ
کے خبر تھی فنا کیا ہے اور بقا کیا ہے

(بشکریہ مولانا ڈاکٹر سید باقر حسین زیدی)

پرتم الہ آبادی

سلائی کربلا میں کیا قیامت کی گھڑی ہوگی
پٹھری شبیر کی گردن پہ جس دم چل رہی ہوگی
کلیجہ تمام کر پیر فلک بھی رہ گیا ہوگا
کلیجے پر علی اکبر کے برچھی جب لگی ہوگی
مجھے جانے دو پانی بھر کے یہ عباس کہتے تھے
کئی دن کی پیاسی ہے سکی نہ رو رہی ہوگی
حسینؑ ابن علیؑ نے کی ہے جو تیغوں کے سائے میں
بھر تو کیا فرشتوں سے نہ ایسی بدگی ہوگی
نبیؐ سے پیشتر محشر میں امتِ خشوانے کو
حسینؑ ابن علیؑ آئیں گے دنیا دیکھتی ہوگی
بڑے غمخوار ہیں وہ غم نہ کر خشک کا اے ہد آتم
کرم سے پنچن کے حشر میں خش تری ہوگی
(بشکر یہ امجد فرید صابری فرزند حاجی غلام فرید صابری)

مولانا سید نیشان حیدر جوادی کراروی کلیم الہ آبادی

بجرائی جس نے مرے مولا کو پہچانا نہیں
ایسا لگتا ہے اُسے فردوس میں جانا نہیں
دیکھو فطرس آگیا گوارہ شبر تک
کون کتا ہے فرشتوں نے بھی پہچانا نہیں
بن گئے سائل گدائی کے شرف کو دیکھ کر
ورنہ اہل آسماں کو روٹیاں کھانا نہیں
قبضہ فرزند زہرا میں ہے زلفِ مصطفیٰ
بات ہے سیکھی ہوئی اب اس کو الجھانا نہیں
دے دیا ہے فوجِ حُر کو سارا پانی شاہ نے
ظالمو اب شاہ کے بچوں کو ترسانا نہیں
کہتے تھے عون و محمد سے یہ ماں کے حوصلے
جنگ کرنا ہر ترائی کی طرف جانا نہیں
کربلا میں صبرِ سرور دیکھنے آؤ خلیل
آپ کو لاشِ پسر میدان سے لانا نہیں
یوں تڑپ کر کہتی تھی قبرِ سیکنہ سے رباب
سب وطن جاتے ہیں بیٹی کیا تمہیں جانا نہیں

یاورِ اعظمی

بری آنکھوں سے یوں اشکِ غم سرورؐ نکلتے ہیں
صدف کے دہن تر سے جس طرح گوہر نکلتے ہیں
برائے بخشش امتِ سب کھانے کو مقتل میں
محمدؐ مصطفیٰ بن کر علی اکبرؑ نکلتے ہیں
کلیجہ کانپتا ہے حرمہ کا دل دھڑکتا ہے
کمانِ ظلمِ رن میں توڑنے اصغرؑ نکلتے ہیں
لئے مشک و علم عباسؑ جاتے ہیں سونے دریا
یہ نعل ہے جنگ پر اب فاتحِ خیر نکلتے ہیں
کہا لیلیٰؑ نے یارب خیر کرنا میرے اکبرؑ کی
ستمبر اپنے ہاتھوں میں لئے خنجر نکلتے ہیں
شرہؑ دیں کھودنے بیٹھے ہیں رن میں تربتِ اصغرؑ
زمیں سے اپنے سر کو پھوڑتے پتھر نکلتے ہیں
چلے جب جنگ کو عونؑ و محمدؑ بولیں یہ زینبؑ
وفا کو رن میں میرے حمزہؑ و جعفرؑ نکلتے ہیں
محبت کربلا والوں کی یادِ رنگ لائے گی
جو اُن کی چاہ میں ڈوبے لبِ کوثر نکلتے ہیں

مصطفیٰ کیلئے / پروفیسر منظور حسین شور

یہ سلسلہ ہے اٹل دینِ مصطفیٰ کیلئے
علیؑ نبیؑ کیلئے ہیں نبیؑ خدا کیلئے
میانِ باطل و حق زحمتِ تمیز بھی کر
یہ رہگذار ترستی ہے نقشِ پا کیلئے
وہ جس کا وقت کی تاریخ میں ہے نام ، حسینؑ
وہ استعارہٴ وحدت ہے کبریا کیلئے
علیؑ کا ذکر عبادت ہے بے رکوع و سجود
کہ سمت و جہت ضروری نہیں ہوا کیلئے
سقیفہ بند ہو ایماں کہ شام کا بازار
جواز کوئی تو ہو خونِ کربلا کیلئے
تھیں برقع پوش سبھی دخترانِ کوفہ و شام
نہ تھی ردا تو فقط بنتِ فاطمہؑ کیلئے

(بشکریہ سلام خوان سید حیدر رضا فرزندِ پروفیسر شور علیگ)

جیتے رہو / شاہدِ نقوی

اے عزادارانِ سبطِ مصطفیٰؐ جیتے رہو
ہے تمہارے سر پہ زہراؑ کی دعا جیتے رہو
دوڑتی دیکھی جو رگ رگ میں مئے حبِ علیؑ
مسکرا کر موت نے مجھ سے کہا جیتے رہو
زندگی چھینی اجل سے تم نے، پیری سے شباب
اے حبیبؑ ابنِ مظاہرؑ مرحبا جیتے رہو
اے شہیدو تم نے دینِ حق کو اپنا خوں دیا
تا ابد اب تم ہو اور قربِ خدا، جیتے رہو
اے عزادارو غم دنیا سے فرصت مل گئی
ہیں تمہارے اشک ہر غم کی دوا جیتے رہو
تم نے اصغرؑ مسکرا کر موت کی آغوش میں
مقصدِ سرورؑ کو روشن کر دیا جیتے رہو
اس طرف پامالیوں کی زد پہ ہے قاسمؑ کا جسم
اور ادھر خمیے میں ماں کی یہ دعا جیتے رہو
بے بسی سے تک رہے ہیں لاشِ اکبرؑ کو حسینؑ
بھائی کو لکھی ہے صفراؑ نے دعا جیتے رہو

شابتِ نقوی

جہاں بھی ظلمتِ باطل نے سر اُٹھارا ہے
علیؑ کے چاند زمیں نے تجھے پکارا ہے
شکتہ عزم نہ سمجھو حسنؑ کی خاموشی
بہت بڑے کسی طوفان کا اشارہ ہے
ہمارے شبرؑ و شبیرؑ کو نہ بھول اسلام
ہمارے خوں نے تری نبض کو ابھارا ہے
غم حسینؑ کو آواز دو شکتہ دلو
یہ غم نصیبوں کا سب سے بڑا سہارا ہے
کو نہ چج کے نکلنے کو ساتھیوں سے حسینؑ
تمہارے بعد کسے زندگی گوارا ہے
اٹھا کے مشک چلو سوائے شام اے عباسؑ
تمہیں سکیں نے زندان سے پکارا ہے
اٹھو لحد سے بہت رات ہو گئی اصغرؑ
وہ دیکھو خیمے سے ماں نے تمہیں پکارا ہے
ستم کے تیر سے مشکیزہ چھیدنے والے
یہ تیر تو نے سکیں کے دل پہ مارا ہے

شاید نقوی

کس کی ہمت تھی کہ اس راہ گزر سے گزرے
مسکراتے ہوئے شبیرؑ جدھر سے گزرے
موت قدموں کے نشاں ڈھونڈ رہی ہے اب تک
کربلا والے خدا جانے کدھر سے گزرے
بچھڑ گیا تھا کہیں شبیرؑ کا قصہ شاید
ابھی روتے ہوئے کچھ لوگ ادھر سے گزرے
ڈال دیجے ربخ اصغرؑ پہ عبا اے شبیرؑ
زخم گردن نہ کہیں ماں کی نظر سے گزرے
وہی کر سکتا ہے اندازہ کرب اکبرؑ
پاس میں نوکِ بناں جس کے جگر سے گزرے
تھی یہ صغراؑ کی صدا خط مرا لیتا جائے
کربلا جاتے ہوئے جو بھی ادھر سے گزرے

شاید نقوی

چھوڑتا نہیں ہم کو کربلا کا غم تنہا
ورنہ چل نہیں سکتے ہم تو دو قدم تنہا
شہا کے عزادارو ، تم کو خوفِ محشر کیا
ضامنِ شفاعت ہے ایک اشکِ غم تنہا
پھر کوئی غم دنیا اُس کو بچھو نہیں سکتا
خش دے جسے مالک ، کربلا کا غم تنہا
لٹ چکے حرمِ شہ کے ، رات آگئی سر ہر
اب تو چھوڑ دیں ان کو بانیِ ستم تنہا
وہ چلے حرمِ شہ کے ، ننگے سر سوائے کوفہ
آگے آگے اونٹوں کے اک اسیرِ غم تنہا
باندھ دے کوئی اس میں ایک مشک چھوٹی سی
سونا سونا لگتا ہے پنجہ علم تنہا
(بشکریہ سلام خواں اشرف عباس و امتیاز رضا زیدی)

مولانا پروفیسر مرزا محمد اشفاق شوق لکھنوی

خاک جو مرحب و عتر کو چٹا دیتے ہیں
شیر کا جام بھی قاتل کو پلا دیتے ہیں
ہم ثنا کرتے ہیں جن کی ، ہیں کریم ابن کریم
حق پہ آنچ آتے ہی گھر اپنا لٹا دیتے ہیں
عزت و شہرت و اقبال و وقار و دولت
کیا کہوں اپنے غلاموں کو وہ " کیا دیتے ہیں
جس کو ہوتا نہیں کچھ آئیے تطہیر کا پاس
ہم اُسے مجلسِ سرور " سے اٹھا دیتے ہیں
کوثر و جنت و طوفی کی جسے ہوتی ہے فکر
درِ حیدر کا پتہ اُس کو بتا دیتے ہیں
ظلم کے آگے جھکاتے نہیں سر اہل یقین
رہِ الفت میں گلا اپنا کٹا دیتے ہیں
قبر میں سوئیں گے آرام سے وہ اہلِ عزا
واحسینا " کی جو راتوں کو صدا دیتے ہیں
اہلِ محشر کی جھپک جاتی ہیں آنکھیں اے شوق
حشر میں اشکِ عزا ایسی ضیاء دیتے ہیں

مثالی حسینؑ نے / سرفرازِ ابد

دنیا جو دیکھی دین سے خالی حسینؑ نے
بنیاد لا الہ کی ڈالی حسینؑ نے
جنت کی آرزو میں کہاں جا رہے ہیں لوگ!؟
جنت تو کربلا میں منگالی حسینؑ نے
تحتِ شہی کا تختہ اسی وقت ہو گیا
جب مسدِ رسولؐ سنبھالی حسینؑ نے
اللہ کے نبیؐ کو میسر نہ ہو سکے
انصارؓ ایسے پائے مثالی حسینؑ نے
بیعت کے بھی سوال کا واضح دیا جواب
ہرگز کسی کی بات نہ ٹالی حسینؑ نے
باغِ ارم کی مخرؓ کو تو جاگیر بخش دی
کہتا ہے کون رکھ لیا مالی حسینؑ نے
فطرس سے پوچھ لیجئے راہبؓ بھی ہے گواہ
چھوڑا نہ اک نشاں بھی سوالی حسینؑ نے
مقل سے کیا اٹھایا شبیہ رسولؐ کو
لگتا ہے کائنات اٹھالی حسینؑ نے

الف سے ی تک / سرفراز ا بت

تیغِ حیدرؑ کی ہے یہ چال الف سے ی تک
کر گئی کفر کو پامال الف سے ی تک
بات رونے کی نہیں ہے ابھی روتے کیوں ہو
شبِ ہجرت کا سنو حال الف سے ی تک
مدحِ مولائے دو عالم کا ازل سے میں بھی
قاعدہ پڑھتا ہوں ہر سال الف سے ی تک
”نقلہ با“ سے یہ ثابت ہوا کُل قرآن میں
میرے مولائے کا ہے احوال الف سے ی تک
دیکھ کر حضرت عباسؑ کو سب کہتے تھے
یہ تو حیدرؑ کی ہے تمثال الف سے ی تک
صاف اصغرؑ کے تبسم میں نظر آتا ہے
شاہِ دین آپ کا اجلال الف سے ی تک
آہ و زاری ہو کہ آنسو کہ نشان ماتم کے
یہ شفاعت کا ہے سب مال الف سے ی تک
ابوطالبؑ سے علیؑ تک کی مسافت میں آبد
سب ہے اسلام کا احوال الف سے ی تک

علامہ عرفان حیدر عابدیؒ

ٹھکرا کے تخت چل دیئے اس بائمن کے ساتھ
شاہی لپٹی رہ گئی پائے حسن کے ساتھ
لوگو امیر شام کجا اور حسن کجا
مت کا مقابلہ نہ کرو مت شکن کے ساتھ
اسلام کی حیات کا عنوان بن گئے
چپکے ہوئے تھے دل کے جو ٹکڑے لگن کے ساتھ
امت نے خوب اجر رسالت ادا کیا
باندھے گئے تھے بارہ گلے اک رس کے ساتھ
یہ فاطمہ کے راج دُلا روں سے پوچھئے
اسلام زندہ رہتا ہے کس کس جتن کے ساتھ
سجاد بولے کیسے سکیں کو غسل دوں
چپکا ہوا ہے خون بھرا کرتا بدن کے ساتھ
عرفان وہ در بدر کا بھکاری نہیں بنا
منسوب ہو گیا جو درِ پنجن کے ساتھ
(بشکریہ سوز خواں یا اور عباس زیدی برادران ونقی حسین)

ہمارے پاس / محشر لکھنوی

کیا ہے بتائیں آپ کو کیا کیا ہمارے پاس
ہے حُبِ پیچتن کا خزانہ ہمارے پاس
عباس نامور سا ہے آقا ہمارے پاس
ہمارا کربلا سا مسیحا ہمارے پاس
ہم لوگ فاطمہ کی دعاؤں کا ہیں اثر
ہے کس قدر بلند یہ رتبہ ہمارے پاس
آلِ نبی کا ذکر عبادت سے کم نہیں
فرشِ عزا ہے مثلِ مصلیٰ ہمارے پاس
صورت سے یہ زمانہ ہمیں دے گا کیا فریب
ہے سیرتِ حسین کا نقشہ ہمارے پاس
ساحل سے آرہی ہے علمدار کی صدا
آجاؤ لے کے کوزہ سکینہ ہمارے پاس
محشر ہمیں جہاں کی بلاؤں کا ڈر نہیں
نادِ علیٰ کا رہتا ہے پہرہ ہمارے پاس
(بشکریہ نوحہ خواں سید محمد نقی / الذوالفقار)

اشرف جارچوی

آجاؤ امامت کی حسین بارہ دری تک
پہنچو گے اسی در سے خدا اور نبیؐ تک
دنیا تو خدا کہنے لگی مولا علیؑ کو
تم مولا کے مفہوم میں اُلجھے ہو ابھی تک
اللہ سلامت رکھے ہم اہلِ عزا کو
اے ہادیؑ دوراں ، تری آمد کی گھڑی تک
جب اشکِ مری آنکھ سے نکلے ترے غم میں
روماںِ بولؑ آگیا اشکوں کی لڑی تک
طوفان ہو آندھی ہو اجل ہو کہ منافق
ہمت نہیں آجائے مرے گھر کی گلی تک
ہر دور میں اس گھر کے سخنور رہے اشرف
جبریلؑ خوش اطوار سے فرزندِ ولی تک

سلام

- زینبؑ کمالِ صانعِ قدرت کا نام ہے
زینبؑ جمالِ زوئے مشیت کا نام ہے
زینبؑ جلالِ صاحبِ غیرت کا نام ہے
زینبؑ مآلِ کارِ صداقت کا نام ہے
زینبؑ ہے نامِ عزمِ رسالتِ مآبؑ کا
زینبؑ ہے نامِ دبدبہٗ بو ترابؑ کا
زینبؑ شعورِ دینِ پناہی کا نام ہے
زینبؑ شعاعِ نورِ الہی کا نام ہے
زینبؑ یزیدیت کی تباہی کا نام ہے
زینبؑ حسینیت کی بقا ہی کا نام ہے
زینبؑ ہے نامِ عظمتِ آلِ رسولؑ کا
زینبؑ ہے جزو، دین کے اصلِ اصول کا
زینبؑ دلِ حبیبِ الہی کا چین ہے
زینبؑ نظیرِ فاتحہٗ بدر و حنین ہے
زینبؑ جنابِ فاطمہؑ کی نورِ عین ہے
زینبؑ شریکِ کارِ امامِ حسینؑ ہے

زینبؑ حسینیت کی مکمل کتاب ہے
زینبؑ یزیدیت کا مدلل جواب ہے
زینبؑ ہے گلستانِ سیادت کی پاسباں
زینبؑ ہے مصطفیٰؐ کی شریعت کی پاسباں
زینبؑ ہے کاروانِ ہدایت کی پاسباں
زینبؑ ہے ہر نبیؐ کی ثبوت کی پاسباں
زینبؑ کی والدہؑ ہے رسالتؐ کے ساتھ ساتھ
زینبؑ رہے گی زندہ امامت کے ساتھ ساتھ
(بشکریہ مصنف و محقق ایوب نقوی مصطفیٰ آبادی)

☆☆☆☆☆☆☆☆

کوثرِ نقوی

کچھ بھی جُز آلِ پیمبرؐ نہیں دیکھا جاتا
اُنکے سائل سے کوئی دَر نہیں دیکھا جاتا
کیسے ہم دیکھ سکیں نقشِ کفِ پائے حسینؑ
ہم سے تو مہرِ منور نہیں دیکھا جاتا
عصرِ عاشور بھی شبیرؑ کا نعرہ ہے وہی
دیں ہو مشکل میں تو لشکر نہیں دیکھا جاتا
خلق سے کہتا ہے مقتل میں یہ اندازِ حسینؑ
شوقِ سجدہ ہو تو خنجر نہیں دیکھا جاتا
بُزرِ نیزہ یوں آنکھوں سے ہیں آنسو جاری
شہؑ سے زینبؑ کو کھلے سر نہیں دیکھا جاتا
جب سے تربت میں سُلا آئے ہیں اصغرؑ کو حسینؑ
ماں سے گواراۂ اصغرؑ نہیں دیکھا جاتا

شمرِ ہوشنگِ آبادیؑ

پیمبروںؑ کی زیارت نصیب ہوگی تمہیں
دَرِ حسینؑ پہ بیٹھو نظر جمائے ہوئے
(بشکریہ شاعرِ اہلبیتؑ قیصرِ جعفری)

سلام / بشکریہ الحاج شبیر شاہ و انور نظام الدین

کھنچتی ہوئی زمیں پہ جو زنجیر پا چلی
لکھتی ہوئی مظالم جور و جفا چلی
مُرُو کے انبیاء کی نظر دیکھنے لگی
زینبؑ مقامِ صبر میں وہ راستہ چلی
فریاد کر رہی تھی رَسِ پوشِ کبریا
جب قید ہو کے ذریتِ مصطفیٰؐ چلی
جب حرملہ نے تیر ، کہاں سے رہا کیا
ناوک کے ساتھ جانبِ اصغرؑ قضا چلی
دونوں کو پردہ پوشی امت کا دھیان تھا
بھائی تھا بے کفن تو بہن بے ردا چلی
رودادِ کربلا کوئی زینبؑ سے پوچھ لے
کس کس کو ساتھ لائی تھی اور لے کے کیا چلی
اک دوپہر میں لٹ گیا کنبہ بتوں کا
اے کربلا کے دشت یہ کیسی ہوا چلی
جلتے ہوئے خیام وہ بچا رگی کی شام
عباسؑ تم کہاں ہو بہن بے ردا چلی

قمر سہارنپوری

شاہِ دین کا نام لیجے خندہ پیشانی کے ساتھ
کربلا کا ذکر کچے اشک افشانی کے ساتھ
واقعاتِ کربلا کچھ اور ابھریں گے ابھی
خونِ ناحق پھپ نہیں سکتا ہے آسانی کے ساتھ
گردشِ دوراں کی زنجیریں ابھی کٹ جائیگی
یا علیؑ کہہ کر تو دیکھو، جوشِ ایمانی کے ساتھ
ہم غلامانِ علیؑ کو خوفِ محشر کس لئے
یا علیؑ کہہ کر گزر جائیں گے آسانی کے ساتھ
بھول سکتا ہی نہیں اسلامِ احسانِ حسینؑ
مٹ نہیں سکتا غمِ شبیرؑ آسانی کے ساتھ
مرحبا صبرِ حسینؑ ابنِ علیؑ صد مرحبا
دل کے ٹکڑے کردیئے قربانِ آسانی کے ساتھ
ہر عملِ شبیرؑ کا تفسیرِ قرآن بن گیا
ہر عملِ مربوط تھا آیاتِ قرآنی کے ساتھ
مدحِ اہلبیتؑ کرنے کو تو کرتا ہے قمر
علم و فن کے اعترافِ تنگ دلمانی کے ساتھ

اختر فتح پوری (گلدستہ انوار)

کربلا والوں کے جیسے امتحاں ہوتے نہیں
اس قدر ظلم و ستم اے آسماں ہوتے نہیں
یاد آتا ہے ہمیں کرب و بلا کا سانحہ
بے سبب ہم رات دن وقفِ فغاں ہوتے نہیں
جان دے دی شہؑ نے لیکن بیعتِ فاسق نہ کی
دین کے شبیرؑ جیسے پاسباں ہوتے نہیں
کربلا جنت نشاں شبیرؑ کے دم سے ہوئی
ریت کے میداں و گرنہ گُلستاں ہوتے نہیں
عش دے حُرؑ کی خطائیں تحفہٗ جنت بھی دے
حضرتِ شبیرؑ جیسے میزباں ہوتے نہیں
بھر لیا مشکیزہ منہ کو پھیر کر عباسؑ نے
پاس میں ایسے وفا کے پاسباں ہوتے نہیں
شمر سے کہتا کوئی عابدؑ کو مت بیڑی پنا
بتہ زنجیر ایسے ناتواں ہوتے نہیں
یوں ضعیفی میں جواں ہو کر لڑے مثلِ حبیبؑ
ایسے تو عہدِ جوانی میں جواں ہوتے نہیں

ریحانِ اعظمی

ٹھہلی ہے تشنہ لبی کی کتاب پانی میں
وفا دکھا گئی خیر کا باب پانی میں
جمالِ حضرتِ عباسؑ ، تیغ و مشک و علم
چمک رہے ہیں کئی آفتاب پانی میں
سوار پیاسا رہا ، راہوار پیاسا رہا
اگرچہ ڈوب چکی تھی رکاب پانی میں
پلا پلا کے شہیدوں کے نام پر پانی
نکالی خوب یہ راہِ ثواب پانی میں
ادھر سبیل لگائی ادھر مہکنے لگے
غمِ حسینؑ کے تازہ گلاب پانی میں
اگر حسینؑ نہ ہوتے تو میل گیا ہوتا
تمام کارِ رسالت مآبؐ پانی میں
ہسکنے لگتا ہے دل خون ہو کے آنکھوں سے
نجانے دیکھتی کیا ہیں ربابؑ پانی میں
عجب شہادتِ شبیرؑ کا ہے پس منظر
سوال دشت میں دیکھا جواب پانی میں

لبِ سِکِنہ سے جو پیاسِ نَن کے اُبھرا تھا
 مٹ کے آگیا وہ اضطرابِ پانی میں
 لگا کے بندشِ آبِ رواں شہِ دین پر
 عَدو کی ہوگئی مٹی خرابِ پانی میں
 بجز شجاعتِ عباسِ نامور ریحان
 لکھا ہے کس نے وفا کا نصابِ پانی میں

سلام / بشکریہ سوزِ خواں زوارِ حسین

بھرتی کہتے تھے شہ " کچھ نہیں پروا مجھ کو
 نہیں دیتے تو نہ دیں پانی یہ اعدا مجھ کو
 کہتا تھا خَر " دلاور کہ خوشا میرا نصیب
 مل گیا حضرتِ شبیر " سا آقا مجھ کو
 صفراء ، اکبر " سے یہ کہتی تھی کہ وعدہ کرلو
 لینے کب آؤ گے واری گئی بھیا مجھ کو
 شب کو جب کان میں آئی کسی بچے کی صدا
 بولی بانو " مرے اصغر " نے پکارا مجھ کو

مجرئی کہتے ہیں / ریحانِ اعظمی

مجرئی کہتے ہیں شبیرؑ کا شیدا مجھ کو
حشر کی دھوپ کا پھر کیا رہا خطرہ مجھ کو
کہتی تھی عونؑ و محمدؑ سے یہ بہت زہراؑ
پی لیا پانی تو دکھلانا نہ چہرہ مجھ کو
بولے عباسؑ کہ شرمندہ ہوں بچوں سے بہت
جانبِ خیمہ نہ لے جائیے آقا مجھ کو
لاشِ اکبرؑ پہ یہ فرماتے تھے رو کر شبیرؑ
زخمِ دکھلاتے ہو دکھلانا تھا سہرا مجھ کو
بانوؑ کہتی تھیں مری سانس رُکی جاتی ہے
مار ڈالے گا یہ ٹھہرا ہوا جھولا مجھ کو
قید خانے میں سیکنہؑ کا بیاں تھا بیا
آئیے ڈستا ہے زنداں کا اندھیرا مجھ کو
آکے روضے پہ محمدؑ کے پکاریں زینبؑ
دردِ بدر آپ کی اُمت نے پھرایا مجھ کو
(بشکریہ سوز خواں وقار حسین ونقی برادران)

سید عقیل عباس جعفری

چلی ہے رسم صداقت حسینؑ کے گھر سے
جہاں نے پائی یہ دولت حسینؑ کے گھر سے
قیامِ حق کیلئے جان تک لٹا دینا
پڑی ہے یہ بھی روایت حسینؑ کے گھر سے
جو تجھ کو ناز ہے اسلام پر تو سن واعظ
تجھے ملی ہے یہ نعمت حسینؑ کے گھر سے
جنابِ حُرّٰہی نہیں ہم نے کتنے لوگوں کی
بدلتی دیکھی ہے قسمت حسینؑ کے گھر سے
یزید کیا ترے اجداد نے بتایا نہ تھا
عبث ہے خواہشِ بیعت حسینؑ کے گھر سے
میں حُرّٰہ کی طرح گھرا ہوں یزیدیوں میں عقیل
پہ میں بھی رکھتا ہوں نسبت حسینؑ کے گھر سے

(بشکریہ سوزِ خوانِ اہلبیتؑ محترمہ حاجیانی انیس فاطمہ زیدی)

سید عقیل عباس جعفری

کماں وہ فکر دنیا کوئی دامن گیر رکھتے ہیں
کہ اپنے ہاتھ میں جو دامنِ شبیر رکھتے ہیں
شبِ عاشور یہ بچھتے چراغوں سے ہوا روشن
اندھیرے میں بھی کچھ چہرے عجب تویر رکھتے ہیں
نظر آتی نہیں لیکن رگ و پے میں اترتی ہے
عجب تلوار ہے جو اصغر بے شیر رکھتے ہیں
انہیں بے مقنع و چادر کرے گا کیا بھلا کوئی
جو سر پر سائبانِ چادرِ تطہیر رکھتے ہیں
زمینِ حضرتِ مونس میں رکھا ہے قدم لیکن
نہ منصب سے غرض نہ خواہش جاگیر رکھتے ہیں
(بشکریہ سوزِ خواں آدابِ زہراً (مونا) بیگم سید عاقل حسین)

کربلا و شام و کوفہ جارہے ہیں آج بھی
روزِ عاشورہ جنہیں شبیر نے آواز دی
(شاعرِ اہلبیتؑ سید سردار حسین زیدی مرحوم)

ظفر عباس ظفر

حسینؑ کرب و بلا کو بسا کے سوئے ہیں
مدینہ چھوڑ کے جنگل میں آ کے سوئے ہیں
اسی کے واسطے مانگی تھی مہلتِ یک شب
حسینؑ حرؑ کا مقدر جگا کے سوئے ہیں
جو ساتھ لے کے گئے داغِ ماتمِ خمیرؑ
چراغِ اپنی لحد میں جلا کے سوئے ہیں
سکینہؑ پاس نہ جھولا نہ گودِ مادر کی
کہاں پہ اصغرؑ نادان جا کے سوئے ہیں
زبانِ خشک سے مانگا تھا پیاس میں پانی
ملا ہے تیر مگر مسکرا کے سوئے ہیں
اٹھا نہ زوجہؑ حرؑ ان یتیمِ چوں کو
طمانچے شمر کے معصوم کھا کے سوئے ہیں
لحد بھی تر نہ ہوئی ہائے بے کسی حسینؑ
پس کی لاش پہ آنسو بہا کے سوئے ہیں
(بشکریہ سوزِ خواں سیدِ عزادار حسین کاظمی)

سہیل شاہ

یہ ماتم کی صدا زندہ رکھے گی
ہمیں کرب و بلا زندہ رکھے گی
علم کے سائے میں آجا کہ تجھ کو
پھریے کی ہوا زندہ رکھے گی
علیٰ کے عشق میں مرجائے جو بھی
اُسے اُس کی قضا زندہ رکھے گی
عزا شبیر کی مرنے نہ دے گی
دعائے سیدہ زندہ رکھے گی
میں دنیا سے چلا جاؤں گا لیکن
مجھے شہ کی عزا زندہ رکھے گی
ہمیشہ قید خانے کی فضا کو
سکینہ کی بکا زندہ رکھے گی
سہیل اپنے کفن میں ساتھ لے جا
تجھے خاکِ شفا زندہ رکھے گی

(بشکریہ سلام خواں انیس حیدر نقوی)

کربلا کی شیر دل خاتون / مولانا عرشی اعظم گڑھی

کربلا کی شیر دل خاتون زینبہ السلام
السلام اے ثانی زہرائے خوشخو نیک نام

در بدر کی ٹھوکریں اور وہ مصائب الاماں!
اور گئیں تم کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام

شام کے بازار میں پہنچا جو لٹ کر قافلہ
کیا قیامت تھی تماشہ دیکھتے تھے خاص و عام

بچھن گئی سر سے ردا بازو بندھے اور اُف نہ کی
صبر و ضبط زینبہ دگبیر کا ہے کیا مقام

اے شریکِ کارِ حق اے حامیِ دینِ نبی
اے محمدؐ کی نواسی تجھ پہ ہوں لاکھوں سلام

کس طرح تیرے مصائب کا بیاں عرشی سے ہو
جب جگر پھٹتا ہو ان اذکار سے اے نیک نام

(بشکریہ سلام خواں سید باقر حسین اعظمی)

شہرہ علی اکبرؑ کا / شاعر و سوز خواں کاشف زیدی

ہر سمت جہاں میں ہے شہرہ ، علی اکبرؑ کا

رُتبہ ہے خلائق میں اعلیٰ ، علی اکبرؑ کا

شبیرؑ جھلاتے تھے عباسؑ کے جھولے کو

عباسؑ جھلاتے ہیں ، جھولا علی اکبرؑ کا

مہمکل پیمبرؑ کے ، نیزہ نہ لگا ظالم

ہے پھول سے بھی خوش تر ، سینہ علی اکبرؑ کا

رورؑ نے سناں کھینچی جب سینہ اکبرؑ سے

تو ساتھ کلیجہ بھی آیا علی اکبرؑ کا

فریاد تھی رورؑ کی ، امداد کرو بابا

اُٹھتا نہیں بیٹے سے لاشہ علی اکبرؑ کا

پوچھا گیا جب شہؑ سے کیوں خم ہے کمر مولا

فرمایا اُٹھایا تھا لاشہ علی اکبرؑ کا

کونین کی شہزادی دیتی ہے دُعا کاشفؑ

زینبؑ کو جو دیتا ہے ہُرسہ علی اکبرؑ کا

سلام

اہلِ کوفہ نے دعا مسلمؑ سے بے تقصیر کی
خود لکھا بیعت کریں گے حضرت شہیدؑ کی
کس قدر یہ ظلم تھا دینِ پیہر کے خلاف
ایک پیکس پر چڑھائی لشکرِ بے پیر کی
زخم کھاتے جاتے تھے اور کرتے جاتے تھے دعا
خیر ہو اے مالکِ کون و مکاں شہیدؑ کی
بعدِ قتلِ حضرتِ مسلمؑ ہر اک بے دین نے
جتنی ممکن تھی ہتک آمیز وہ تدبیر کی
در پہ لٹکایا سرِ مسلمؑ تماشے کیلئے
لاش کھینچی ہر گلی کوچے میں بے تقصیر کی
(بشکریہ سوزِ خوانِ عارفِ حسین و اطہرِ جعفری)

مرثیے

☆ اگر اختصار مقصود ہو تو ایسے بند چھوڑے جاسکتے ہیں کہ جن پر X کا نشان بنا ہوا ہے۔

☆ اگر مختصر مرثیہ پڑھنا ہو تو وہاں پر ختم کر دیں جہاں مطلع / مصرعہ اولیٰ کے بعد﴿﴿﴿﴿﴿ کا نشان بنا ہوا ہے۔ تاہم اگر مرثیے کو طول دینا ہو تو اس نشان کو نظر انداز کر کے مرثیے کو آخر / اختتام تک پڑھا جائے۔ گویا اس نشان کا مطلب یہ ہے کہ حسبِ ضرورت اس مقام پر مرثیہ ختم کر دیں یا آگے بڑھ جائیں۔

☆ ”اور“ جہاں کھینچ کر پڑھنا ہے وہاں مد کی علامت ~ اور جہاں و کے بغیر یعنی مختصر پڑھنا ہے وہاں ساکن ”ا“ کی علامت موجود ہے۔

Page	موضوع	مصرعہ اولیٰ	ترتیب
231	روانگی از مدینہ	گھر سے جب بہر سفر سید عالم نکلے	1
235	ایضاً	جاتی ہے بیمار آج مدینے کے چمن سے	2
240	ایضاً	جب چلے یثرب سے سبط مصطفیٰؐ سوئے عراق	3
244	ایضاً	جب ہو ایوسف زہر اکا سفر یثرب سے	4
248	ایضاً	پہلی منزل جو مدینے سے ہوئی سرور کو	5
252	ایضاً	اس درجہ بے قرار تھے سلطانِ بحر و بر	6
255	روانگی از مکہ	مضطر تھے شب ہشتم ذی الحجہ کو شبیرؑ	7
259	شہادت حضرت مسلمؑ	وطن سے چھینکے کوئی خستہ جاں شہید نہ ہو	8
263	ایضاً	انساں کیلئے موت ہے غم بے وطنی کا	9
267	ایضاً	کوفے میں داخلہ ہے سفیر امام کا	10
270	رویت ہلالِ محرم	شب نے جب چاند محرم کا سفر میں دیکھا	11
273	آمدِ ایامِ عزا	اے اہلِ عزا پھر الم و غم کے دن آئے	12
276	احوالِ جنابِ صفراء	حضرت کو ہولناہِ محرم جو سفر میں	13
279	ورودِ کربلا	جس گھڑی نہر پہ خیمے شہِ والا کے ہوئے	14
281	محسوری سے رخصت تک	ہفتم ماہِ محرم کی ہوئی جبکہ سحر	15
284	شہادتِ حضرتِ خثر	جس دم سنی امامِ اُمم نے صدائے خثر	16
287	شہادتِ حضرتِ حبیبؑ	باقی جو رفیقِ شہِ دیں رہ گئے دو چار	17
290	احوالِ اعزہ، احبابِ علیٰ اصغرؑ	ہفتم سے تادہم جو ہوا قافلے کا حال	18

Page	موضوع	مصرعہ اولیٰ	نمبر
294	رخصتِ عون و محمد	مسلم کے لال جبکہ شہید جفا ہوئے	19
299	شہادتِ عون و محمد	رئیسِ زینب کی جو آنغوش کے پالے آئے	20
303	ایضاً	جب زخم کھا کے ہنتِ علی کے پسر گرے	21
306	ایضاً	زینب جو ننگے پاؤں کھڑی تھی قریب در	22
309	شہادتِ حضرت علی اکبر	رخصت ہوا حسین سے جب نوجواں پسر	23
312	ایضاً	اکبر کی لاش جبکہ نہ پائی حسین نے	24
314	لاشِ اکبر در خیمہ	پہنچے پسر کی لاش پہ جب شاہِ بحر وہ	25
316	شہادتِ حضرت علی اکبر	چھٹا جو شاہ سے پیری میں نوجواں فرزند	26
320	ایضاً	جب دلبر زہرا کی شہادت کا دن آیا	27
325	ایضاً	لاشِ اکبر کی جو مقتل سے اٹھالائے حسین	28
328	لاشِ اکبر در خیمہ	پھری جو مومنورن سے سواری اکبر کی	29
331	ایضاً	جب لاشِ پسر کو اٹھایا حسین نے	30
334	شہادتِ حضرت قاسم	پہنچا جوں میں شہر ذی جاہ کا پسر	31
337	ایضاً	گھوڑے سے جبکہ قاسم گلوں قباگرا	32
340	ایضاً	قریبِ لاشِ قاسم جو پہنچے سرور دیں	33
343	شہادتِ حضرت عباس	مشک بھر کر سوئے خیمہ جو علمدار چلے	34
347	ایضاً	جب ہوئے بازوئے عباسِ قلم دریا پر	35
349	ایضاً	تیغ کا دار جو عباس کے شانے پہ لگا	36
352	ایضاً	جب زانوئے حسین پہ عباسِ مر گئے	37

Page	موضوع	مصرعہ کوئی	نمبر
355	پرہ شہادتِ حضرت عباسؑ	شہیر جبکہ رن سے چلے سوئے خیمہ گاہ	38
357	رخصت و شہادتِ علی اصغرؑ	لکھا ہے جب کوئی حامی نہ شاہ دیں کارہا	39
361	قاسم و عباسؑ و اکبر کا پرہ	مومنو بے کس دے یار ہے مظلوم حسین	40
364	رخصت و شہادتِ علی اصغرؑ	ریتی پہ بر چھٹی کھائے پڑا تھا جو نور عین	41
368	ایضاً	گوارے سے حسینؑ جو اصغرؑ کو لے چلے	42
371	ایضاً	پہنچے جو قتل گاہ میں شاہِ فلک جناب	43
374	ایضاً	بانوؑ پچھلے پہر اصغرؑ کیلئے روتی ہے	44
377	احوالِ شبِ عاشور	امامِ پاک کو جب اشقیاء نے گھیر لیا	45
380	ایضاً	کتب میں ہے شبِ عاشور کا یہ حال لکھا	46
384	ایضاً	لکھا ہے جب شبِ عاشور گزری ایک پہر	47
388	آمدِ قاصدِ صفر اور کربلا	کو نے کو چلا قاصدِ صفرؑ جو وطن سے	48
391	ایضاً	امتحان گاہ میں پہنچے جو شہ جن و بشر	49
393	شہادتِ امام حسینؑ	عباسؑ کو حسینؑ جو دریا پہ رو چکے	50
397	بوقتِ عصر اک مسافر کا آنا	جب رن میں سید احمدؑ مختار گھر گیا	51
402	عصرِ عاشور	جب قتل رن میں ہو چکا لشکرِ حسینؑ کا	52
405	رخصتِ امام حسینؑ	جب آخری سلام کو خیمے میں آئے شاہ	53
408	ورودِ عفرؑ جن در کربلا	جب ماریہ کے دشت میں وارد ہوا زعفرؑ	54
412	ایضاً	جب کربلا میں شاہ کا لشکر ہوا شہید	55
416	امام کا خدا سے مکالمہ شکر	جب ہوئی ظہر تلک قتل سپاہِ شہیرؑ	56

Page	موضوع	مصرعہ کوئی	نمبر
419	رخصتِ آخر	جب خاتمہ ظہیر ہو افوجِ شاہ کا	57
424	شہادتِ امام حسینؑ	جس دمِ یحییٰ خاتمِ پیغمبرِاں گرا	58
428	امام کا ذوالجناح سے کلام	پیا سا ہے کئی دن سے یہ اللہ کا جانی	59
431	بعدِ قتلِ شاہ	لونا گیا جو آلِ محمد کا کارواں	60
436	تاریخی خیام	غارتِ خیمہ سرور کو جب آئے اعدا	61
441	فریادِ زینبِ عصرِ عاشور	جب رخصتِ حسینؑ کا ہنگام آ گیا	62
445	قبضِ روحِ امام حسینؑ	جو کربلا میں ہوئی شاہ پر جفاٹے	63
449	تاریخی خیام و فریادِ زینب	جب رن میں قتلِ فوجِ شہِ کربلا ہوئی	64
454	ایضاً	جب رن میں بعدِ شامِ غریباں سحر ہوئی	65
457	تاریخی خیام و شامِ غریباں	جب گلِ چراغِ ترمتِ خیر الوراہوا	66
462	شامِ غریباں آمدِ مولا علیؑ	نمودِ شامِ غریباں، جومِ آفت ہے	67
465	تاریخی خیام و اسیریِ اہلِ حرم	شامی جو شمعِ دینِ الہی اچھا چکے	68
468	شامِ غریباں	آج مقتل میں عجب ہیرو ساماں ہیں حرم	69
473	ایضاً	لکھتے ہیں رلویانِ جگر سوزیہ کلام	70
478	تاریخی خیام	کربلا میں شہِ والا کے حرم لٹتے ہیں	71
481	اسیری و روانگی از کربلا	جبکہ پابندِ سلاسل ہوئے بولے سجاد	72
483	ایضاً	جب کربلا میں عترتِ اطہار لٹ گئی	73
486	ایضاً	جب لٹ کے کربلا سے اسیرِ ستم چلے	74

Page	موضوع	مصرعہ اولیٰ	نمبر
489	احوالِ بازارِ کوفہ	یوں رقم کرتا ہے اک راوی مغموم و فگار	75
492	مکالمہ امام حسین و زینب	دیارِ کوفہ میں جب آلِ مصطفیٰ آئی	76
497	اشتیاق و فریادِ شیریں	جب حرمِ قلعہ شیریں کے برابر آئے	77
501	احوالِ شیریں	جب کہ شیریں نے سنسید والا آئے	78
507	دربارِ شام	آمد آمد حرمِ شاہ کی دربار میں ہے	79
512	سر امام در آغوشِ سکیئہ	جبکہ دربار میں ناموسِ پیمبر آئے	80
515	آمد ہند دربار میں	غل ہے دربار میں ناموسِ پیمبر آئے	81
520	بازار و دربارِ شام و سکیئہ	آمد ہے اہلیتِ پیمبر کی شام میں	82
524	احوالِ قید خانہ شام	یا علی آئیے زنداں میں حرم روتے ہیں	83
526	قید خانہ میں آمدِ ہند	سر اپنا پیٹ کے فضل سے ہند نے پوچھا	84
529	ایضاً	قید خانے سے جو نزدیک تھا حاکم کا محل	85
532	احوالِ دربارِ شام	عابد کو جب یزید سے بلبا کا سر ملا	86
534	مکالمہ سید سجاد و ہند	بچھی جو قید خانے میں ہند نکو سیر	87
538	ایضاً	قید خانے میں تلاطم ہے کہ ہند آتی ہے	88
542	احوالِ جنابِ سکیئہ	قید خانے میں سکیئہ کو جولائی تقدیر	89
546	شہادتِ جنابِ سکیئہ	سر حسین جو زندانِ شام میں آیا	90
549	ایضاً	سکیئہ شام کے زنداں میں تھی الم سے نڈھال	91
552	ایضاً	زنداں میں جبکہ دخترِ شبیر مر گئی	92

Page	موضوع	مصرعہ کوئی	نمبر
555	احوال و شہادت جناب سیکینہ	سر جو شبیر کا زندان میں لائے خدام	93
559	ربائی اہلیت	جب قید سے اسیر رہا ہو گئے تمام	94
562	چہلم شہدائے کربلا	حسین بے کس و بے پر کا آج چہلم ہے	95
564	چہلم شہدائے کربلا	چہلم جو کربلا میں بہتر کا ہو چکا	96
567	ربائی و چہلم شہدائے کربلا	شام سے جب اہلیت باہر عریاں چلے	97
570	قبور شہداء پر الجرم کے بین	پہنچے اسیر شام سے چھٹ کر جو کربلا	98
573	یاد اقرباء	جب چھٹکے قید شام سے سجاد گھر چلے	99
576	واپسی مدینہ	چھٹ کر جب آیا شام سے کنبہ رسول کا	100
581	ربائی اہلیت	جب آفتوں کے گرفتار قید سے چھوٹے	101
584	واپسی مدینہ	وطن میں جب حرم شاہ نامدار آئے	102
586	ایضاً	یثرب سے کربلا کے مسافر قریب ہیں	103
589	ایضاً	لکھا ہے چھوٹکے یثرب میں جب حرم آئے	104
592	رودادِ مظالم	مالکِ سلطنتِ کوفہ جو مختار ہوئے	105
596	الوداع و سلامِ رخصت	حسین سیدِ رسولِ زمنِ سلامِ علیک	106
600	ایضاً	وا حسرتا کہ شاہ کا ماتم ہو اتمام	107
603	ایضاً	ہاں دوستو کمی نہ ہو اب شور و شین میں	108
	☆☆☆☆☆☆☆☆	☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆	☆☆
606	رحلتِ حضرتِ خدیجہؓ	ماں کا جو سایہِ فاطمہ کے سر سے اٹھ گیا	109

Page	موضوع	مصرعہ کوئی	نمبر
609	رحلتِ رسولِ خدا	آیا بہت قریب نبی کا دم وصال	110
611	رحلتِ رسولِ خدا	ہمار جب کہ احمد مختار ہو گئے	111
615	ایضاً	اے اہلِ رُودو کہ یہ فصلِ عزا ہے	112
618	بعدِ رسولِ خدا تا رحلتِ سیدہ	تھایا د میں نبی کی جو زہر اکا غیر حال	113
622	شہادتِ جنابِ سیدہ	بلیا کو روتے روتے جو زہر آگزر گئی	114
626	ایضاً	جب خلق سے وقت سفرِ فاطمہ آیا	115
629	ایضاً	راوی بیان کرتا ہے زہر اکا ماجرا	116
631	ایضاً	دنیا سے جب گزر گئیں زہر آجگر فگار	117
633	ایضاً	دنیا سے آج رحلتِ بنتِ رسول ہے	118
636	ضرمت بر فرقِ مولا علی	زخمی ہوئے جو حیدرِ صفدر نماز میں	119
640	شہادتِ امیر المومنین	اکیسویں کی رات قیامت کی رات تھی	120
644	شہادتِ امیر المومنین	اے روزہ دارو آہ و بکا کے یہ روز ہیں	121
647	شہادتِ امامِ حسن	کیا سبطِ مصطفیٰ کی شہادت کی رات تھی	122
650	ایضاً	شرمتِ تلخ سے شہر نے وہ کلفت پائی	123
654	ایضاً	جس دم حسن کا زہر سے ٹکڑے جگر ہوا	124
657	ایضاً	زہر دغا سے غیر جو حالِ حسن ہوا	125
662	ایضاً	کفنِ پنا کے جو شہر کو لے چلے شبیر	126
664	ایضاً	ہاں دو ستویہ وقت ہے اندوہ و محن کا	127

Page	موضوع	مصرعہ کوئی	نمبر
667	شہادتِ امام حسنؑ	دشمن معاویہ ہوا شاہِ حسن کا جب	128
672	شہادتِ سیدِ سجادؑ	پڑا ہے غش میں حسینؑ غریب کا جانی	129
675	ایضاً	جب عابدہؓ بیکس کو پیامِ اجل آیا	130
678	شہادتِ امام محمد باقرؑ	بال بکھر ادیں غلامانِ رسولؐ دو جہاں	131
682	ایضاً	حشر برپا ہے مدینے میں قیامت ہے قریب	132
685	شہادتِ امام جعفر صادقؑ	قولِ صادق ہے سنیں دلے غلامانِ حسینؑ	133
689	شہادتِ امام موسیٰ کاظمؑ	قتلِ کاظمؑ کا دیا حکم جو عباسی نے	134
694	شہادتِ امام علی رضاؑ	وارثِ صابر و شاکر تھے جو راضی بہ رضا	135
697	ایضاً	تھا وہی عالمِ غرمت میں رضا کا عالم	136
699	شہادتِ امام محمد تقیؑ	قید میں مولا تقیؑ شام و سحر رہتے تھے	137
702	ایضاً	قید ہو کر جو چلے شہرِ مدینہ سے تقیؑ	138
707	شہادتِ امام علی نقیؑ	کو نہ ظلم تھا جو مولا نقیؑ نے نہ سا	139
713	شہادتِ امام حسن عسکریؑ	معتد کا تھا زمانہ کہ ہوا ظلم یہ آہ	140
710	ایضاً	جب زہر سے شہید ہوئے گیارہویں امامؑ	141
716	ایضاً	چھٹ کر پدر سے بیکس و ثنا تھے عسکریؑ	142
719	امامؑ زمانہ اور کربلا	اے صاحبِ الزماں یہ زمانہ الم کا ہے	143
722	شہادتِ جنابِ زینبؑ	سجادؑ جب دوبارہ اسیر جفا ہوئے	144
727	رحلتِ جنابِ ربابؑ	جب کربلا سے لٹکے وطن کو حرم پھرے	145
730	ایضاً	مختار قیدِ کوفہ سے جب ہو گئے رہا	146

گھر سے جب بہر سفر سید عالم نکلے

گھر سے جب بہر سفر سید عالم نکلے

سر جھکائے ہوئے بادیدہ پُرنم نکلے

خویش و فرزند پرے باندھ کے باہم نکلے

رو کے فرمایا کہ اس شہر سے اب ہم نکلے

رات سے گریہ زہرا کی صدا آتی ہے

دیکھیں قسمت ہمیں کس دشت میں لیجاتی ہے

رُخ کیا شہ نے سوئے قبر شہنشاہِ اناام

بہر تسلیم جھکے متصلِ بابِ سلام

اِذن پا کر جو گئے قبر کے نزدیک امام

عرض کی آیا ہے آج آخری رخصت کو غلام

یہ مکاں ہم سے اب اے شاہِ زمن پچھتا ہے

آج حضرت کے نواسے سے وطن پچھتا ہے

چین سے سب ہیں گھروں میں مجھے ملتا نہیں چین
سخت آفت میں ہے اب آپ کا یہ نور العین
مکڑے دل ہوتا ہے جب روکے حرم کرتے ہیں بن
نہے بچوں کو بھلا لے کے کدھر جائے حسینؑ

شہر میں چین نہ جنگل کیا اماں ملتی ہے
دیکھتے قبر مسافر کو کہاں ملتی ہے

یہ وہ دن ^{ہیں} کہ پرندے بھی نہیں چھوڑتے گھر
مجھ کو درپیش ہے ان روزوں میں آفت کا سفر
ساتھ بچوں کا ہے اے بادشہٴ چین و بشر
ہے کہیں قتل کا ساماں کہیں لٹ جانے کا ڈر

تنگ جینے سے ہوں پاس اپنے بلالو تانا
اپنی تربت میں نواسے کو چھپالو تانا

یہ بیاں کر کے جو تعویز سے لپٹے سرور
 یوں ہٹی قبر کہ تھرائی ضریح انور
 آئی تربت سے یہ آوازِ حبیبِ داور
 تیری غربت کے میں صدقے مرے مظلوم پسر
 کوئی سمجھا نہ مری گود کا پالا تجھ کو
 ہائے اعدا نے مدینے سے نکالا تجھ کو
 گھر سے جب بہر سفر سیدِ عالم نکلے
 کئی دن سے تری مادر کو نہیں قبر میں چین
 آئی تھی شب کو مرے پاس یہ کرتی ہوئی بن
 گھر مرا لٹتا ہے فریادِ رسولِ الثقلین
 صبح کو اپنا وطن چھوڑ کے جاتا ہے حسین
 کہنے آئی ہوں کہ منہ قبر سے موڑوں گی میں
 اپنے بچے کو اکیلا تو نہ چھوڑوں گی میں

شہ پکارے کہ خدا حافظ و ناصر امان
آپ سے ہوتا ہے رخصت یہ مسافر امان
مدتِ زیست کوئی دم میں ہے آخر امان
اب نہیں آس کہ آنا ہو یہاں پھر امان
سمجھے تھے ہم لحدیں ایک ہی جا ہوویں گی
کیا قیامت ہے کہ قبریں بھی جدا ہوویں گی

یہ بیاں کر کے چلے واں سے شہ کون و مکاں
بے کسی چہرے پہ چھائی تھی تو آنسو تھے رواں
لوگ سر پیٹ کے اُس دم ہوئے یوں گر یہ گناں
پیچھے تابوت کے جس طرح سے ہو شورِ فغاں
غل تھا اے سیدِ ذی جاہ ، خدا کو سوچنا
اے مدینے کے شہنشاہ ، خدا کو سوچنا
گھر سے جب بہرِ سفر سیدِ عالم نکلے

جاتی ہے بہار آج مدینے کے چمن سے

جاتی ہے بہار آج مدینے کے چمن سے

ہے بغض لعینوں کو شہنشاہِ زَمَن سے

تنگ آئے ہیں شبیرؑ اب اعدا کے چلن سے

کرتے ہیں بیاباں کی طرف کوچ وطن سے

فرماتے ہیں یہ منزلِ آخر کا سفر ہے

مدفون مسافر ہوں کہاں ، کس کو خبر ہے

X اب میں رہِ معبود میں گھر چھوڑ رہا ہوں

آرام گہرِ خیرِ بشر چھوڑ رہا ہوں

صغراءؑ کو بھی بادیدہ تر چھوڑ رہا ہوں

ہر چند ہے بیمار مگر چھوڑ رہا ہوں

احباب کی فرقت کا قلق ساتھ ہے میرے

لیکن یہ مسرت ہے کہ حق ساتھ ہے میرے

فرمایا یہ رُخ کر کے سُوئے قبرِ پیمبرؐ
ناتاً مجھے روضے سے پُھراتے ہیں ستم گر
رہ رہ کے یہی سوچتا ہوں بادِ ماضی
ایسا نہ ہو کٹ جائے مدینے میں مرا سر
خوں میرا مدینے میں جو بہہ جائے گا۔ ناتاً
اس شہر کی توقیر میں فرق آئے گا ناتاً

پھر سُوئے بقیعہ رُخ مدُ نور پھرایا
اشک آنکھوں سے بہنے لگے دل غم سے بھر آیا
مجرے کے لئے سر بہ ادب اپنا جھکایا
رو رو کے یہ خاتونِ قیامت کو سنایا
اماں ترا گھر ہوتا ہے برباد خبر لے
سرِ پٹی ہے زینبؓ ناشاد خبر لے

اَمَّاں جسے تُو نے تھا بڑے ناز سے پالا
اعدا نے اُسے آج مصیبت میں ہے ڈالا
ہوتا ہے جُدا تجھ سے ترا مَنّتوں والا
اب کون کرے گا ترے مدفن پہ اُجالا
جنگل میں جو گھر جاؤں خبر لینے کو آنا
خنجر کے تلے گود میں سر لینے کو آنا

تھرا کے پھر آواز یہ دی روحِ حسنؑ کو
بھائی نہ بھلا دینا محبت کے چلن کو
جنگل سے چلا جاؤں جو میں نہرِ لبّین کو
اعدا سے بچا لینا ذرا آکے بہن کو
اماں نے بہت چومے ہیں ہمیشہ کے بازو
باندھے نہ کوئی زینبؑ دل گیر کے بازو

سُن کر یہ سخن کانپ گئی زینبؓ مضطر
فرمایا یہ کیا کہہ رہے ہیں سبِ پیمبرؐ
جرات ہے کسی کی جو تشدد کرے مجھ پر
عباسؓ سا جرار ہے زینبؓ کا برادر
شہؓ بولے بہن اکبرؓ و عباسؓ نہ ہوں گے
اُس وقت ترے شیر ترے پاس نہ ہوں گے

عباسؓ گزر جائیں گے ہاتھ اپنے کٹا کر
ٹکڑے ٹنِ قاسمؓ کے پڑے ہوں گے زمیں پر
بچھد جائے گا بر چھپی کی انی سے دلِ اکبرؓ
اک تیر سے ہو جائیں گے بے جاں علی اصغرؓ
خونِ عونؓ و محمدؓ کا بھی یہہ جائے گا نِن میں
بس ایک بھتیجا ترا رہ جائے گا نِن میں

غش ہوگا بھتیجا بھی ترا تپ سے زمیں پر
ہوگا نہ کوئی دوست نہ ہمدرد نہ یاور
دوڑائیں گے گھوڑے مرے لاشے پہ ستم گر
جل جائیں گے خیمے، تری لٹ جائے گی چادر
سُر ننگے جو آئے گی مری لاش پہ زینبؑ
رونے بھی نہ پائے گی مری لاش پہ زینبؑ
جاتی ہے بہار آج مدینے کے چمن سے / ظہورِ جارِ چویؑ

مولانا سید ذیشان حیدر جوادی کراروی کلیم الہ آبادی
طعنہٗ ابتر کو سن کر احمدؑ مختار نے
جو خلوصِ دل سے مانگی وہ دعا ہیں فاطمہؑ
نشانِ سجدہ کے ساتھ یار و نشانِ ماتم بھی ہے ضروری
وہ مالِ محشر میں ہوگا جعلی کہ جس پر انکا نشان نہیں ہے

جب چلے یثرب سے سبطِ مصطفیٰؐ سوئے عراق
جب چلے یثرب سے سبطِ مصطفیٰؐ سوئے عراق
تھی در و دیوار سے پیدا صدائے اَلْفِرَاق
جَد کے روضے پر گئے رُخصت کو با صد اشتیاق
عرض کی نانا بُلّاتے ہیں مجھے اہلِ نفاق
ہو گیا دریافت یہ خط کے قرینے سے مجھے
کرتے ہیں ظالم جُد اِس دَم مدینے سے مجھے

دیکھنا یہ موسم گرما یہ بچے ناز میں
دھوپ کی شدت یہ ریگستاں ہے اور جلتی زمیں
اب وطن میں اپنے زندہ واپس آنے کے نہیں
آپ کا روضہ کہیں ہوگا مرا مرقد کہیں
تفرقہ اُمت نے ڈالا سر بھرا ہم چلے
فاطمہؑ صغرا رہی مرقد کے سائے کے تلے

اپنی اپنی جاچھے بیٹھے ہیں سارے وحش و طیر
میں چلا ہوں اس تپش میں دیکھئے اُمت کا بیر
یہ سفر اور ساتھ کچّا، لوگ دُشمن، ملک غیر
مجھ پہ جو گزرے سو گزرے پُدرے پتوں کی خیر
دیکھئے حق میں مرے کیا مرضی غفار ہے
فاطمہؑ صغرا جُدا گھر میں یہاں بیمار ہے

ہے سفر گرمی کا اور بچے مرے ہمراہ ہیں
گُل سے نازک تر کہیں یہ رشکِ مہر و ماہ ہیں
منزلوں دریا نہیں ہیں اور نہ کوسوں چاہ ہیں
در پئے تذلیل و ایذا دشمنِ بدخواہ ہیں
ہم ہیں اور غربت ہے اور خالق کی ذاتِ پاک ہے
وادی وحشت ہے اور صحرائے آفت ناک ہے

مرقدِ پُر نُور سے اتنے میں آئی یہ صدا
کیا کروں شبیرِ دل سینے میں ٹکڑے ہو گیا
گوشہٴ مرقد میں بسمل سا تڑپتا ہوں پڑا
کیا کروں کچھ بس نہیں ہے جو رضائے کبریا

اس سفر میں تجھ کو چھوڑوں گا نہ اے دل خواہ میں

پیٹتا روتا چلوں گا کربلا ہمراہ میں

جب چلے یثرب سے سبطِ مصطفیٰؐ سوئے عراق ﴿﴿﴿﴿﴿﴿﴿﴿﴿﴿

اے مرے لختِ جگر ایسی جگہ ہے کربلا

رنج اٹھاتے آئے ہیں جس جا پہ خاصانِ خدا

حضرتِ آدمؑ نے ٹھوکر کھائی خوں پا سے بہا

آ گیا تھا واں تلام میں سفینہٴ نوحؑ کا

موردِ آفات وہ جا اے مرے دل خواہ ہے

اور خصوصاً وہ جگہ تیری تو وعدہ گاہ ہے

سُن کے یہ باتیں ہوئی ہر ایک کی حالت تباہ
 تھی صدائے وا حسینا نالہ و فریاد و آہ
 اُس طرف ہلتا تھا گنبد اس طرف روتے تھے شاہ
 دَم بہ دَم مرقد پہ تھی اک یاس و حسرت کی نگاہ
 ہائے جب رخصت ہوئے قبرِ رسول اللہ سے
 دُور تک دیکھا کئے مڑ مڑ کے حضرت راہ سے

رُخصتِ خیرُ البشر سے دِل ہوا شہ کا فگار
 آئے ماں کی قبر پر رُخصت کو روتے زار زار
 قبرِ مادر پر جھکا ملنے کو جب وہ بے قرار
 فاطمہؑ زہرا کی تربت کانپ اُٹھی ایک بار
 سارے انصار و قریش اُس وقت جی کھونے لگے
 مردوزن جتنے کھڑے تھے سب کے سب رونے لگے
 جب چلے یثرب سے سبطِ مصطفیٰؐ سوئے عراق / عزا

جب ہوا یوسف زہرا کا سفر یثرب سے

جب ہوا یوسف زہرا کا سفر یثرب سے
چاند حیدر کا چلا وقت سحر یثرب سے
ساتھ راہی ہوئے سب خویش و پسر یثرب سے
نکلے مغموم شہ جن و بشر یثرب سے
لحد ختم رسل ، تربت زہرا پھوٹی
گھر بزرگوں کا پھٹا ، فاطمہ صغرا پھوٹی

صغرا کہتی تھی نہ غم کیجئے بیماری کا
پاؤں پر گرتی ہوں میں مجھ کو نہ چھوڑو اللہ
ہاتھ میں جوڑتی ہوں اے مرے اچھے بابا
رحم کچے مری حالت پہ یہ لونڈی ہو فدا
اچھی میں ہو لوں تو ہوں یاں سے روانہ بابا
یا میں دنیا سے گزر جاؤں تو جانا بابا

X کہہ کے یہ شاہ سے منہ پھیر کے وہ رونے لگی
بات سے بس نہ چلا اشکوں سے منہ دھونے لگی
یاس جانے سے ہوئی، جانِ حزیں کھونے لگی
حرمِ شاہ میں فریاد و بکا ہونے لگی
اُن کو آرام نہ تھا بے کس و تنہا کیلئے
منہ کو آتے تھے جگر بہوں کے صغراً کیلئے

بولے پیشانی پہ منہ رکھ کے امامِ دو جہاں
کیا خفا ہو گئیں بلا سے تم اے راحتِ جاں
جا کے کوفے میں اگر موت نے دی ہم کو اماں
وعدہ کرتے ہیں کہ ہم تم کو بلا لیں گے وہاں
دیر میں پہنچے سواری تو نہ گھبرانا تم
ساتھ نانی کے مری جان چلی آنا تم

باتیں کرتے تھے یہ صغراءؑ سے شہ کون و مکاں
آئے جو اتنے میں ہمشکلِ رسولؐ دو جہاں
دیکھ کر بھائی کو بولی وہ بصد آہ و فغاں
آؤ بھیا علی اکبرؑ میں تمہارے قرباں
اپنا کچھ بس نہیں بابا تو ہمیں چھوڑ چلے
تم بھی کیا خواہرِ ناشاد سے منہ موڑ چلے

ہم تو مہماں کوئی دن کے ہیں نہ جاؤ بھائی
اب یقین ہے کہ ہمیں آکے نہ پاؤ بھائی
لو مجھے زلفِ سمنِ یو کی سگھاؤ بھائی
لوں بلائیں میں ذرا پاس تو آؤ بھائی
الم ہجر میں دنیا سے سفر کرتے ہیں
کوئی حسرت تو نہ رہ جائے کہ ہم مرتے ہیں

خاک پر گر کے تڑپنے لگی وہ خستہ جگر
 روئے بیمار کو سینے سے لگا کر سرور
 دل جو بھر آیا سکیڑ کا پکاری رو کر
 اپنا کچھ بس نہیں اللہ نگہاں خواہر
 چُھٹ کے ہم تم سے بصد رنج و الم جاتے ہیں
 لو بہن آ کے گلے مل لو کہ ہم جاتے ہیں
جب ہوا یوسف زہرا کا سفر یثرب سے

(بشکریہ سوز خواں پروفیسر سید علی ذاکر و تنظیم نقوی)

صبا اکبر آبادی

یہاں سے ہوتی ہے تبلیغ دین و ایماں کی
 ادارہ دین کا ہے مجلسِ عزا کیا ہے!

(بشکریہ تاجدار عادل)

پہلی منزل جو مدینے سے ہوئی سرور کو

پہلی منزل جو مدینے سے ہوئی سرور کو

یاد سب کرنے لگے فاطمہؑ مضطر کو

دردِ فرقت نے جو بے تاب کیا گھر بھر کو

کہا کبریٰؑ نے یہ بلوا کے علی اکبرؑ کو

شاہؑ سے پوچھ کے پھر شہر میں جاؤ بھیا

دل تڑپتا ہے بہن کو مری لاؤ بھیا

پاس اُس کے نہیں واں کوئی بھی نانی کے سوا

کون اٹھائے گا اُسے کون پلائے گا دوا

غش سے فرصت اُسے پہلے ہی نہ ہوتی تھی ذرا

آنکھ بھی اب تو نہیں کھولتی ہوگی صغراؑ

نانی اک دم کو جدا اُس سے نہ ہوتی ہوں گی

بیٹھی گردن کو جھکائے ہوئے روتی ہوں گی

سُن چکے سب کے جو اکبرؑ یہ پیامِ جانکاہ
چڑھ کے شبِ دیزِ فلکِ سیر پہ لی شہر کی راہ
بنی ہاشم کے محلے میں جو پہنچا وہ ماہ
جا کے صغراًؑ کو کسی نے یہ خبر دی ناگاہ
لو مبارک ہو کہ ہمشکلِ پیمبرؐ آیا
اب نہ روؤ تمہیں لینے علی اکبرؑ آیا

پونچھ کر آنکھوں سے آنسو لگی کہنے صغراًؑ
میں نہ کہتی تھی کہ بلوائیں گے مجھ کو بابا
آگے ڈیوڑھی کے جو گھوڑے سے اترتے دیکھا
ہاتھ پھیلا کے کہا آؤ میں صدقے بھیا
اپنے بابا کی محبت کے میں قربان گئی
تم مجھے لینے کو آئے ہو میں پہچان گئی

یہ جو اکبرؑ نے سنا بھر کے دمِ سرد کہا
ابھی بابا نے بلایا نہیں تم کو صغراً
ہے فقط مجھ کو تسلی کو تمہاری بھیجا
اس پہ ٹھہرا ہے بلانا کہ تمہیں ہوئے شفا
تم کو تپ ہے یہ سفر اور ہی سامان کا ہے
ساتھ لے جانے میں نقصان تری جان کا ہے

دیر تک بھائی بہن روئے گلے میل میل کر
عرض کی روک بھی سکتی نہیں تم کو خواہر
منتظر ہوئے گا منزل پہ تمہارا لشکر
سُن کے یہ اُس سے ہوئے آہ روانہ اکبرؑ
جس طرح ہو گئی اکبرؑ سے وہ دل گیر جدا
ہو کسی بھائی سے اس طرح نہ ہمیشہ جدا
پہلی منزل جو مدینے سے ہوئی سرورؑ کو
(بشکریہ سوز خوان سید ظہیر حسن رضوی جارچوی)

اس درجہ بے قرار تھے سلطان بحر و بر

اس درجہ بے قرار تھے سلطان بحر و بر
نکلے تھے جب زمانہ حج میں پئے سفر
مرد مراد کے دیکھتے تھے، سونے کعبہ تھی نظر
تھا رنج قلب شاہ پہ پھٹنے کا اس قدر
کہتے تھے وعدہ گمہ کا بڑا اشتیاق ہے
لیکن فراق حج بھی مرے دل کو شاق ہے

مجبور ہو کے جاتا ہوں اے رب ذوالمین
ورنہ میں چھوڑتا نہ مزارِ شہ زمن
ماں کی لحد نہ چھوڑتا، نے مرقدِ حسن
مرا کر یہیں پہ دفن جو ہوتا یہ بے وطن
ہوتا نصیب قرب، رسولِ زمن کا بھی
مادر کی بھی لحد کا، مزارِ حسن کا بھی

راضی مگر ہوں میں تری مرضی پہ اے خدا
جو جو پڑیں گے مجھ پہ مصائب اٹھاؤں گا
تیری ہی ذات پر مجھے تکیہ رہا سدا
اب تجھ سے چاہتا ہوں یہ قوت بھی کر عطا
کٹ جائے یہ بھی مرحلہ صبر و رضا کے ساتھ
میری زباں پہ شکر رہے ہر بلا کے ساتھ

ایذا ہو راہ میں کہیں یا سختی سفر
ہر وقت میں بچھی پہ رہے بس مری نظر
مطلق ہر اس ہو نہ مجھے لاکھ ہوں خطر
ہو جائے یہ بھی تیری ہی نصرت سے جنگ سر
حسرت یہ ہے کہ سجدے میں گردن اگر کٹے
امت کی مغفرت کی دعا میں یہ سر کٹے

گردنِ صغیر کی ہدفِ تیر ہو تو کیا
نذرِ اجل جو اکبرؑ دلگیر ہو تو کیا
عباسؑ سا جری تہہ شمشیر ہو تو کیا
نیزے کی نوک پر سرِ شبیرؑ ہو تو کیا

پیاسے شہیدِ نہر پہ مہماں تمام ہوں
اُمت کی مغفرت کے یہ ساماں تمام ہوں

افسوس کی جگہ ہے جو ایسا ہو بادشاہ
رہنے نہ پائے گھر میں وہ اُمت کا خیر خواہ
ہر جا ہوں قتل کے لئے آمادہ رو سیاہ
پائے اماں نہ خانہٴ معبود میں بھی آہ

ایسے ستم ہوں جس پہ وہ مجبور کیا کرے
کیونکر نہ حج کو چھوڑ کے کرب و بلا چلے

اس درجہ بے قرار تھے سلطانِ بحر و بر
(بشکریہ سوزِ خواں اکبر حسین زیدی و دلبر زیدی)

مضطر تھے شبِ ہشتم ذی الحجہ کو شبیرؑ
مضطر تھے شبِ ہشتم ذی الحجہ کو شبیرؑ
تھا قصدِ مصمم کہ سُوئے کوفہ ہوں رہ گیر
کرتے تھے کبھی یاس سے رورو کے یہ تقریر
اب یاں سے کہاں دیکھئے لے جاتی ہے تقدیر
پھر کر جو وطن جائیں تو جانا نہ ملے گا
اب ہم کو بجز قبر ٹھکانا نہ ملے گا

تھے سبطِ نبیؐ کوچ کی تدبیر میں اُس رات
کی آ کے جو ابنِ حَنْفِيَّہؓ نے ملاقات
بھائی سے بغل گیر ہوئے شاہِ خوش اوقات
کی عرضِ محمدؐ نے کہ اے قبلہٴ حاجات
کونے کی طرف جانے میں اندیشہٴ جاں ہے
مکے میں مکیں ہوں کہ بزرگوں کا مکاں ہے

حضرت نے کہا ہوتا ہوں ناچار روانا
بھاتا ہے کسے اپنا وطن چھوڑ کے جانا
میں پیکس و مظلوم ہوں دشمن ہے زمانا
اب تو ہے مدینے میں نہ مکے میں ٹھکانا
حاسد ہے کوئی ، در پئے آزار ہے کوئی
حامد ہے نہ کوئی ، نہ مددگار ہے کوئی

منہ پیٹ لیا سُن کے محمدؐ نے یہ تقریر
رو رو کے کہا گر ہے یہی خواہشِ تقدیر
ناموس کو چھوڑو یہیں اے حضرتِ شبیرؑ
حُرمت سے حرم میں رہیں وہ صاحبِ تطہیر
پردیس میں کیا جانے کیا جور و جفا ہو
ڈر ہے کہیں زینبؑ نہ گرفتارِ بلا ہو

زینبؓ کی اسیری کا سخن سنتے ہی یک بار
تھرا گیا دل ، رونے لگے سید ابراہؓ
سنتی تھی یہ تقریر جو سب زینبؓ ناچار
محمل سے محمدؐ کو پکاری بہ دلِ زار
کی تم نے سفارش مری کیا آہ برادر
بھائی سے پھڑکاتے ہو مجھے واہ برادر

یہ کہہ کے جو روئی اسد اللہ کی پیاری
انِ حَنْفِيَّةَ کے بھی آنسو ہوئے جاری
حضرت نے کہا بھائی سے باگریہ و زاری
بہنیں مری قیدی ہوں یہ ہے مرضی باری
کٹ کر سرِ شبیرؓ تو نیزے پہ علم ہو
پیچھے کھلے سرِ قافلہ اہلِ حرم ہو

یہ سب تو میرے ساتھ ہیں آفت کے سفر میں
ہر فاطمہ صغرا کو میں چھوڑ آیا ہوں گھر میں
ہے اُس کی جدائی سے عجب درد جگر میں
ڈر ہے کہیں مرجائے نہ وہ ہجرِ پدر میں
روئے تو میرے سر کی قسم دیجیو بھائی
بیمار کو سینے سے لگا لیجیو بھائی

صغرا کا سنا نام تو بانو یہ پکاری
کہہ دیجیو مادر تمہیں بھولی نہیں پیاری
بہوں کو بھی ہے آٹھ پہر یاد تمہاری
اصغرا میری گودی میں کیا کرتا ہے زاری
راتوں کو ترے غم میں نہیں سوتی ہے کبرا
جب ذکر ترا ہوتا ہے تب روتی ہے کبرا
مضطرتھے شبِ ہشتم ذی الحجہ کوشبیرؑ

وطن سے چھٹ کر کوئی خستہ جاں شہید نہ ہو
وطن سے چھٹ کے کوئی خستہ جاں شہید نہ ہو
کوئی مسافر بے خانماں شہید نہ ہو
کسی کے گھر پہ کوئی میسماں شہید نہ ہو
شہید ہو تو وہ تشنہ دہاں شہید نہ ہو
سفر میں موت کا آنا بڑی مصیبت ہے
جو لاش دفن نہ ہو اور بھی قیامت ہے

ہوا یہ ظلم زمانے میں دو غریبوں پر
وہ ایک بے کس و مضطر ہے فاطمہؑ کا پسر
اور ایک مسلمؑ بے پر غریب و خستہ جگر
کوئی نہ اُن کا معین تھا نہ آپ کا یاور
قلق یہ تھا کہ شہِ مشرقین بھی پتھرے
پرائے دیس میں دو نورِ عین بھی پتھرے

مقیم خانہ ہانی تھے مسلم پر غم
انہیں بھی قتل کیا ظالموں نے ہائے ستم
یہ انقلاب یہ رنگِ دو رنگی عالم
اماں کی فکر میں درِ در پھرے سفیرِ حرم
بڑھی جو پیاس بہت تھر تھرا کے بیٹھ گئے
قریبِ شبِ درِ طوعہ پہ آ کے بیٹھ گئے

مکاں سے نکلی جو طوعہ تو بولی گھبرا کر
کہ آپ کون ہیں بیٹھے ہیں کس لیے در پر
دہلی زباں سے کہا اک غریب ہوں ، خواہر
پلا دے آپ مجھے بہرِ ساقی کوثر
یہ سن کے نذرِ امامِ انام لے آئی
محل میں جا کے وہ پانی کا جام لے آئی

وہ آب پی کے بھی اٹھے نہ جب تو اُس نے کہا
کہ پانی پی چکے اب گھر کو جاؤ بہر خدا
اسیر کرنے کو مسلمؑ کے پھرتے ہیں اعدا
عیال ، فکر میں ہوں گے کہ رہ گئے کس جا
غضب ہے پھر جو غریبوں کے دل کو نکل نہ پڑے
تلاش میں کوئی بی بی کہیں نکل نہ پڑے

یہ سُن کے آہ بھری اور کہا بدیدہ تر
نہ بیٹھتے ترے دَر پر کہیں جو ہوتا گھر
کہاں عیال ، جنہیں فکر ہوگی اے خواہر
یہاں بہن ہے نہ بھائی نہ زوجہ و دختر
نہ جانے وہ بھی یونہی غم میں ہیں کہ چین سے ہیں
حسینؑ ہم سے جدا ، ہم جدا حسینؑ سے ہیں
وطن سے چھٹ کے کوئی خستہ جاں شہید نہ ہو

یہ نام سُن کے پکاری وہ عاشقِ زہرا
 حسینؑ آپ کے کیا ہیں کہا مرے مولا
 وہ بولی نام و نسب کچھ بتائیے لِلّٰہ
 کہا کہ مردِ غریبِ الوطن کا نام ہی کیا
 وطن وہی ہے جہاں اہلِ بیتؑ رہتے ہیں
 مجھے حسینؑ کا ادنیٰ غلام کہتے ہیں

یہ سُن کے اُس نے تڑپ کر کہا بشدتِ غم
 یہ خاکسار بھی ہے اک کنیزِ شاہِ اُمم
 پُچھپاؤ مجھ سے نہ لِلّٰہ ، حالِ درد و اَلَم
 بتادو نام ، تمہیں جانِ فاطمہؑ کی قسم
 کہا حرم سے جو پُچھو تا وہ بے نصیب ہوں میں
 وکیلِ سبِ نبیؐ ، مسلمِ غریب ہوں میں
 وطن سے چھٹ کے کوئی خستہ جان شہید نہ ہو / نسیمؑ

انساں کیلئے موت ہے غم بے وطنی کا
انساں کیلئے موت ہے غم بے وطنی کا
جانکاہ ہے اندوہ و اَلْم بے وطنی کا
صدمہ نہیں کچھ موت سے کم بے وطنی کا
آفت ہے قیامت ہے ستم بے وطنی کا
کانٹوں کے اَلْم سید سجادؑ سے پوچھو
ایزائے سفر مسلمؑ ناشاد سے پوچھو

کی سخت دغا کوفیوں نے گھر میں بلا کے
سب پھر گئے جن لوگوں کے دعوے تھے وفا کے
لاکھوں ہیں عدو جائیں کدھر جان بچا کے
آفت میں گرفتار ہوئے کوفے میں آ کے
یاور نہیں ہدم نہیں غم خوار نہیں ہے
زرغے میں ہیں اور کوئی مددگار نہیں ہے

منہ کر کے سُوئے چرخ کہا، شکر خدایا
راحت ہے یہ بندے نے جو کچھ ظلم اُٹھایا
غم یہ ہے کہ ہے دور ید اللہ کا جایا
شبیرؑ کے ہاتھوں سے کفن ہم نے نہ پایا
دنیا سے سُوئے خلد کوئی دم میں سفر ہے
یاں ہم پہ جو کچھ بن گئی کیا اُن کو خبر ہے

یہ کہتے تھے مسلمؑ کہ لعینوں نے قضارا
X اک سنگِ ستم اُس لبِ مجروح پہ مارا
ریش اور گریباں میں لہو بھر گیا سارا
جب حال یہ پہنچا تو کہاں جنگ کا یارا
اعدا سے کہا دل میں ذرا رحم کو جا دو
غش آتا ہے پانی مجھے تھوڑا سا پلا دو

× کب سنتے تھے پیکس کا سخن ظلم کے بانی
تھے قتل کی تدبیر میں وہ دشمنِ جانی
لے آئی ضعیفہ وہیں اک جام میں پانی
قسمت نے مگر بجھنے نہ دی تشنہ وہانی
سُوکھی ہوئی تھی گل سی زباں خشک گلو تھا
اُس پانی کو منہ سے جو لگایا تو لہو تھا

× پھینکا اُسے جب خاک پہ بادیدہ گریاں
اک جام ضعیفہ نے دیا پھر اُنہیں اُس آں
پینے بھی نہ پایا تھا کوئی گھونٹ وہ ذیشاں
پانی میں جدا ہو کے گرے گوہرِ دنداں
فرمایا کہ ثابت ہوا پیاسے ہی مرے گے
اب ساقی کوثر ہمیں سیراب کریں گے
انسان کیلئے موت ہے غم بے وطنی کا

دشمن تو کئی سو تھے یہ بے یار و مددگار
بر چھی کبھی پڑتی تھی کبھی پڑتی تھی تلوار
اندوہ پہ اندوہ تھے آزار پہ آزار
کس یاس سے اک ایک کا منہ تکتے تھے ہر بار
بازو کو سمگار جو باندھے تھے رسن سے
فوارہ خون چھٹتا تھا ہر زخم بدن سے

القصہ لب بام جو لائے انہیں سفاک
تر آنسوؤں سے ہو گیا مسلم کا رخ پاک
فریاد سوائے کعبہ یہ کی با دل غم ناک
روحی بفاک اے پسر سید لولاک
کرتا ہے سفر خلق سے غم خوار تمہارا
موقوف ہے اب حشر پہ دیدار تمہارا
انسان کیلئے موت ہے غم بے وطنی کا

کوفے میں داخلہ ہے سفیرِ امام کا

کوفے میں داخلہ ہے سفیرِ امام کا

تعظیم سے خمیدہ ہے سرِ خاص و عام کا

گھر گھر میں غلغلہ ہے دُرود و سلام کا

جو شخص ہے ، مجسمہ ہے احترام کا

بیعت کا قصد ہے جو امامِ عرب کے ساتھ

مسلم کے ہاتھ چومتے ہیں سب ادب کے ساتھ

تہا کی جنگ دشمنوں کے دل ہلا گئی

پندرہ سو سوراؤں ، جوانوں کو کھا گئی

ابنِ زیاد کو جو مدد کی صدا گئی

چہرے پہ رُوسیاہ کے زردی سی چھا گئی

یولا چلاؤ تیغ نہ ہاشم کے شیر پر

مکر و دغا کے وار کرو اس دلیر پر

آبادہ مکر پر ہوئے کمار و نابکار
کوٹھوں سے پھینکنے لگے پتھر ستم شعار
کرتے تھے دور دور سے تیغ و تیر کے وار
انگارے مارتے تھے کہیں پھپ کر اہل نار
کھا کھا کے زخم نادِ علیؑ پڑھتے جاتے تھے
مسلمؑ جہاد کرتے ہوئے بڑھتے جاتے تھے

گرتے ہی اُن پہ کرنے لگے بد شعار وار
افسوس ایک جسمِ حزیں پر ہزار وار
مظلوم پر جو ہو رہے تھے بار بار وار
غش آ گیا ، سے نہ گئے بے شمار وار
دشمن تھے گرد چاہنے والے نہ تھے قریب
ہو کر قریب گود کے پالے نہ تھے قریب

پاتے ہی حممِ حاکمِ بدکار و بد عمل
 بالائے بام لے گئے حضرت کو چند میل
 چھت سے زمیں پہ پھینک دیا آہ، سر کے بل
 پہنچے ادھر زمیں پہ ادھر آگئی اجل
 سر نذر کر کے ابنِ زیادِ شریہ کو
 ملعون کھینچے پھرتے تھے لاشِ سفیر کو
 کوفے میں داخلہ ہے سفیرِ امام کا / ظہورِ جارچوی

درتِ اسعدیؑ

نکھی ہے دردِ سرِ عرشِ داستانِ حسینؑ
 پہنچ گیا ہے کہاں سے کہاں جہانِ حسینؑ!

حنیفۃِ اسعدیؑ

کہیں سے رسمِ چلی! لہذا کسی نے بھی کی!
 حسینؑ صبر و تحمل کی انتہا ٹھہرے
 التماسِ فاتحہ برائے سید ظفر عباس ابنِ مظهر حسین تقوی

شہ نے جب چاند مُحَرَّم کا سفر میں دیکھا

شہ نے جب چاند مُحَرَّم کا سفر میں دیکھا

محضرِ قتل رقم ایک سطر میں دیکھا

بلِ جبینِ فلکِ ظلم سیر میں دیکھا

موت کو لوٹ مچاتے ہوئے دیکھا

سرخیِ خونِ شفقِ قلب کر برمانے لگی

شامِ عاشور کی تصویرِ نظر آنے لگی

اسپ کو روک کے پڑھنے لگے رویت کی دعا

زندگی بھر سے زراالی تھی یہ حضرتؑ کی دعا

وسعتِ رِزق کا مفہوم نہ صحت کی دعا

حق سے کی عرض میں کرتا ہوں شہادت کی دعا

صبر وہ بخش کہ تا روزِ جزا دھوم رہے

حشر تک نامِ میرا سیدِ مظلوم رہے

کچھ مرے واسطے ایسا ہو مبارک یہ ماہ
صدقے اسلام پہ ہو جاؤں ملے عزت و جاہ
فدیہ راہِ رضا دے لقب اے بارِ الہ
خوں میں تن غرق ہو خشکی میں سفینہ ہو تباہ
قید ہوں اہلِ حرم گھر کی صفائی ہو جائے
سب ستم ہوں مگر امت کی بھلائی ہو جائے

قتل ہو جب مرا لشکر نہ جلال آئے مجھے
سب عزیزوں کے کٹیں سر نہ جلال آئے مجھے
خوں میں ڈوبے علی اکبرؑ نہ جلال آئے مجھے
تڑپے ہاتھوں پہ جو اصغرؑ نہ جلال آئے مجھے
پھول مڑجھائے مرا شکر جا لاؤں میں
آپ ننھی سی لحد کھود کے دفناؤں میں

نکلے ارماں جو زباں پیاس سے باہر نکلے
سامنے آنکھوں کے جانِ علی اکبرؑ نکلے
پر گلہ منہ سے اے خالقِ اکبر نکلے
تھام لوں دل جو بہن گھر سے تڑپ کر نکلے
جو ستائیں نہ ڈراؤں نہ سزا دوں اُن کو
داغ پر داغ وہ دیں اور میں دعا دوں اُن کو

شہؑ نے فرمایا کہ محضر میں یہ اقرار بھی ہے
درجِ فردِ شہدا قاسمؑ ناچار بھی ہے
فوج کا ذکر بھی ہے نامِ علمدار بھی ہے
مرنے والوں میں علی اکبرؑ جرار بھی ہے
امتحان کا کوئی گوشہ نہ فلک چھوڑے گا
میرا اصغرؑ بھی مری گود میں دم توڑے گا
شہؑ نے جب چاندِ محرم کا سفر میں دیکھا / نسیمِ امر و سوقؑ

اے اہلِ عزا پھر الم و غم کے دن آئے
اے اہلِ عزا پھر الم و غم کے دن آئے
پھر تعزیہ و شیون و ماتم کے دن آئے
پھر پیکسی شاہؔ دو عالم کے دن آئے
پھر آئی قیامت ، کہ محرم کے دن آئے
پھر جن و بشر محو ہوئے آہ و بکا میں
پھر فاطمہؑ بیتاب ہیں پیاروں کی عزا میں

اس غم سے گھر آباد ہوئے اہلِ عزا کے
ہر سمت یہ جلوے ہیں شہؔ ہر دوسرا کے
قربان عطاءئے پھر شیرِ خدا کے
روضے سے چلے آتے ہیں گھر پر غزبا کے
اشکوں سے نہ کیوں تر ہو گریبان ہمارا
زہراؑ کا جگر بند ہے مہمان ہمارا

ہوگا نہ ہوا یوں کسی دلگیر کا ماتم
اکبرؑ کا کبھی غم ، کبھی بے شیر کا ماتم
قاسمؑ کا الم ، بازوئے شبیرؑ کا ماتم
گہ قمع کا ماتم ، کبھی زنجیر کا ماتم

مصروفِ عزا قلب بھی ہے روح بھی تن بھی
روتے ہیں اُسے رونہ سکی جس کو بہن بھی

مُجرا ہو اُسے جس کو لعینوں نے ستایا
وہ جس نے دمِ ذبح بھی پانی نہیں پایا
وہ جس کی جبیں پر نہ مصائب میں بل آیا
وہ جس نے جواں لال کے لاشے کو اٹھایا

وہ شیرِ ببولؑ عذرا سے جو پلا تھا
سجدے میں تہ تیغِ جفا جس کا گلا تھا

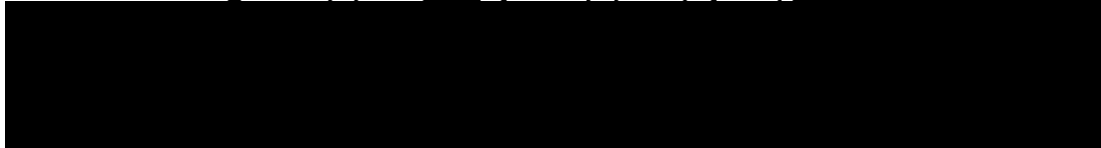
وہ جس کی بہن دیکھ کے ڈیوڑھی سے یہ منظر
 خیمے سے نکل آئی تھی اک بار تڑپ کر
 چلاتی تھی سر پیٹ کے وہ بے کس و مضطر
 جلد آؤ کہاں ہو مرے قاسمؑ ، مرے اکبرؑ
 عباسؑ ، میری ماں کی کمائی کو بچالو
 اے عونؑ و محمدؑ مرے بھائی کو بچالو
 اے اہلِ عزا پھر الم و غم کہے دن آئے / نسیمِ امر و ہویؑ
 بشکریہ سلام خواں سید اسد جہاں

رضوی جارچوی

خلد کے رستوں کا اُن کو کیا پتہ
 کربلا جانا نہیں ، آنا نہیں

جعفر حسین جعفر

وہ دے سخی لکن سخی مرے علم کا



حضرت کو ہوا ماہِ مُحَرَّمِ جو سفر میں

حضرت کو ہوا ماہِ محرم جو سفر میں
اک داغ پڑا اور بھی صنغراً کے جگر میں
ثانی سے کہا مرتی ہوں دُورِیٰ پدر میں
عاشور کی بھی عید نہوگی مرے گھر میں
کیا جانتی تھی ایسے بٹھرد جائیں گے بابا
وہ دن بھی کبھی ہوگا کہ پھر آئیں گے بابا

کیوں ثانی رجب تھا کہ سدھارے تھے سفر کو
پورے چھ مہینے ہوئے دُورِیٰ پدر کو
حج کر کے پھرے اہلِ وطن خیر سے گھر کو
پھر قبلہ و کعبہ گئے کعبے سے کدھر کو
زہرا کا قمر سُوئے مدینہ نہیں آیا
اس چاند کی رویت کا مہینہ نہیں آیا

پیدا ہوئے اصغرؑ تو پیامِ اجل آیا
افسوس کہ جھولے میں بہن نے نہ جھلایا
بھیا کو نہ جی بھر کے گلے سے بھی لگایا
پتھرے تو کبھی خواب میں بھی منہ نہ دکھایا
داخل شدہ دیں اب بھی نہ گھر میں ہوئے نانی
اصغرؑ چھے مہینے کے سفر میں ہوئے نانی

گرمی سے کنویں خشک ہوئے جاتے ہیں نانی
پوچھے کوئی پردیسیوں سے تشنہ دہانی
وہ بولی میں ڈرتی ہوں یہ کہتے ہوئے نانی
جھیلوں کا نہ سوکھا ہو کہیں راہ میں پانی
فاقے کو جو پوچھو تو یہ ارثِ شدہ دیں ہے
بلا کو مرے پیاس کی برداشت نہیں ہے

بابا پہ کئے خیر سے یارب یہ مہینہ
اسِ خدشہ سے ہر وقت پھٹا جاتا ہے سینہ
بابا سے مرے کوفیوں کے دل میں ہے کینہ
حضرتؑ سے لڑائی کا کہیں ہو نہ قرینہ
کونے کی طرف سے جو ہوا آتی ہے نانی
سب کنبے کے رونے کی صدا آتی ہے نانی
حضرت کو ہوا ماہِ محرم جو سفر میں

جس گھڑی نہر پہ خیمے شاہِ والا کہ ہوئے

جس گھڑی نہر پہ خیمے شاہِ والا کہ ہوئے

اور سمگار مُزاحم لبِ دریا کے ہوئے

شاہِ برہم یہ جفاکاروں سے فرما کے ہوئے

دشمنِ جاں مرے گھر سے مجھے بلوا کے ہوئے

تم پیو پانی ، محمدؐ کا نواسہ مر جائے

تم ہی منصف ہو، جو مہماں ہو وہ پیاسا مر جائے

میں نہ آتا تھا ، مدینے سے بلایا تم نے

روضہ احمدِ مُرسل کو پھردایا تم نے

کوہ و صحرا بھی یہ دریا بھی دکھایا تم نے

حیف ہے تارکِ دنیا کو ستایا تم نے

رُخِ ادھر کو جو کیا میں نے تو منہ موڑتے ہو

اک دغا پیشہ کے وعدے پہ مجھے چھوڑتے ہو

شاہ سے تب بہ دُر شتی یہ لعینوں نے کہا
مہلت اک شب کی بھلا دینے میں نقصان تھا کیا
پر ہمیں حکم ہے دریا سے اٹھا دینے کا
جو کہ فرمائے گا حاکم اُسے لائیں گے بجا
جلد سامان کرو خیموں کے اٹھوانے کا
آپ کا عذر کوئی پیش نہیں جانے کا

آبدیدہ ہو لعینوں سے یہ بولے شیر
آچکے اب تو دکھائے ہمیں جو کچھ تقدیر
کھائیں گے شوق سے تیغ و تیر و خنجر و تیر
پر خدا اس کا ہے شاہد کہ میں ہوں بے تقصیر
نہر سے گرمی کے موسم میں اٹھاتے ہو مجھے
کیا ملے گا تمہیں نا حق جو ستاتے ہو مجھے
جس گھڑی نہریا خیر شاہ والا کہ ہونے /

ہفتم ماہِ محرم کی ہوئی جبکہ سحر

ہفتم ماہِ محرم کی ہوئی جبکہ سحر
اور نمازِ سحری سے ہوئے فارغ سرور
دی خبردار نے جمعیتِ اعدا کی خبر
شہرہٴ یحس نے کہا اپنی ، خدا پر ہے نظر
آنے دو آتے ہیں جو تیغ و سپر باندھے ہوئے
بیٹھے ہیں مرنے پہ یاں ہم بھی کمر باندھے ہوئے

شبِ ہشتم سے نہم تک رہے سنتے یہی حال
ہر طرف سے چلے آتے ہیں ادھر اہلِ ضلال
یاں تڑپتے تھے پڑے شاہ کے پیاسے اطفال
اہلِ عصمت کو تھا غم و کسی شہ کا کمال
کہتے تھے سب ہیں عدو دوست نہ آیا کوئی
سب احمد کی مدد کرنے نہ پایا کوئی

صبح قتلِ شہِ مظلوم نمایاں ہوئی جب
اٹھ کے سجاؤ سے کی، شاہ نے پوشاک طلب
منہ پہ رومال لئے روتی تھی بیٹھی زینبؑ
دوڑی کہتی ہوئی بھیا نہ کہیں کی رہی اب
گر قدم آپ نے خیمے سے نکالا بھائی
پھر رہا کون مرا پوچھنے والا بھائی

شاہؑ رونے لگے زینبؑ کو جو دیکھا بے تاب
شہر بانوؑ نے کیا شاہؑ سے رو کر یہ خطاب
حق میں لونڈی کے ہے کیا حکم، شہؑ عرش جناب
آپ فرمائیں تو پکڑے چلوں گھوڑے کی رکاب
یوں گوارا ہے مجھے فاقہ پہ فاقہ صاحب
آپکے دم سے میں رکھتی ہوں علاقہ صاحب

رو کے فرمانے لگا حیدر کرار کا لال
 زن میں جب ہوئے گی کھیتی مرے جد کی پامال
 بانوؑ تجھ کو ہے عبث اپنی تباہی کا خیال
 جو مری بہوں کا احوال وہی تیرا حال
 بیوہ ہونا ہے تجھے اور مجھے بے سر ہونا
 بنتِ زہراؑ کی اطاعت سے نہ باہر ہونا
 جس گھڑی نہر پہ خیمے شاہِ والا کے ہوئے
 (ہفتم ماہِ محرم کی ہوئی جبکہ سحر)

پروفیسر اقبالِ عظیمؒ
 ہے اگر اقبالِ تم کو دعویٰ عشقِ رسولؐ
 مخلصانہ مدحتِ سبطِ پیمبرؐ چاہئے
 (بشکریہ پروفیسر سید مسعود الحسن / جعفر طیار سوسائٹی)

جس دم سنی امام اُمّ نے صدائے حُرّ

جس دم سنی امام اُمّ نے صدائے حُرّ

سینے پہ ہاتھ مار کے چلائے ہائے حُرّ

رو کر کہا رفیقوں سے دیکھی وفائے حُرّ

فرشِ عزا حرم نے بھائی برائے حُرّ

کھینچی جو شہ نے آہ، دل بے قرار سے

نکلیں تڑپ کے فاطمہ زہرا مزار سے

دوڑے ادھر سے زن کی طرف سید اُمّ

آئے نجف سے حیدرہ صفا در چشم نم

آواز دی نبی نے کہ حُرّ کو لئے ہیں ہم

جس وقت پہنچے شاہ تو وہ توڑتا تھا دم

نر کاٹنے کی فکر میں جو تھے وہ ہٹ گئے

مہماں سے اپنے دوڑ کے حضرت لپٹ گئے

زانو پہ رکھ لیا سرِ محرابؑ اور یہ کہا
بھائی حسینؑ آیا ہے آہوش میں ذرا
آنکھیں قدم پہ مل کے یہ بولا وہ باوفا
مولا ہزار جان سے میں آپ پر فدا
جن کے لئے زمیں پہ ملک سر جھکاتے ہیں
وہ لوگ خلد سے مرے لینے کو آتے ہیں

زانو پہ سر ہے آپ کے یا شاہِ بحر و بر
محبوبِ کبریا ہیں ادھر شیرِ حق ادھر
ہیں کون یہ معظمہ ، پہلو میں نوحہ گر
شہؑ نے کہا کہ روتی ہیں اماں برہنہ سر
تو حشر تک امامِ دو عالم کے ساتھ ہے
ماتمِ برا حسینؑ کے ماتم کے ساتھ ہے

یہ سُن کے غیر ہو گیا اُس دم جری کا حال
زانوئے شاہِ دیں پہ کیا حُرّ نے انتقال
خمیے کے دَر پہ لاش کو لایا علیؑ کا لال
سب ملی بیوں نے کھول دئے اپنے سر کے بال
زینبؑ یوں روئی شہؑ کے فدائی کے واسطے
جیسے بہن تڑپتی ہے بھائی کے واسطے
جس دم سُنی امامِ اُمم نے صدائے حُرّ / میر انیسؑ
(بشکریہ سوزِ خواں مطاہر حسین و راحیل مہدی)

باقی جو رفیقِ شہِ دین رہ گئے دوچار

باقی جو رفیقِ شہِ دین رہ گئے دوچار

حسرت سے اُنہیں دیکھتے تھے سیدِ ابرار

کی بڑھ کے حبیبِ ابنِ مظاہرؑ نے یہ گفتار

یہ پیرِ غلام اب ہے اجازت کا طلب گار

بندے کو بھی مرنے کی رضا دیجئے آقا

فردوس کے رستے پہ لگا دیجئے آقا

شبیرؑ نے سینے سے لگایا کئی باری

رُخصت جو کیا آنکھوں سے آنسو ہوئے جاری

گھبرا کے درِ خیمہ سے زینبؑ یہ پکاری

لوگو کہو میداں میں چلی کس کی سواری

اب کون پچائے گا شہِ جنّ و بشر کو

سب چھوڑے چلے جاتے ہیں زہراؑ کے پسر کو

یہ سنتے ہی کھرام ہوا اہلِ حرم میں
پہونچا وہ جری شیر سا میدانِ ستم میں
کابل تھا زبس عشقِ شہنشاہِ اُمم میں
بے تاب تھا مولا کی جدائی کے الم میں
سینہ تھا جری کا تیر و تیر کی جانب
پھر پھر کے نظر کرتا تھا شبیرؑ کی جانب

پیری میں جو دکھلائی جوانوں کی شجاعت
تھرانے لگے عضوِ بدن گھٹ گئی طاقت
دم چڑھ گیا گرمی سے ہوئی پیاس کی شدت
دل سے کہا اب عالمِ فانی سے ہے رخصت
نے لشکرِ اعدا کو نہ شمشیر کو دیکھا
کس پیاس سے مڑ کر رخِ شبیرؑ کو دیکھا

سینہ چھدا تیروں سے ہوا فرق دو پارا
رگ رگ جو کٹی پھر نہ رہا ضبط کا یارا
شیرازہ اجزائے بدن کھل گیا سارا
گرتے ہوئے گھوڑے سے یہ حضرتؑ کو پکارا
یاں آپ کا آنا مری بخشش کی سند ہے
اے شیرِ الہی کے پسر ، وقتِ مدد ہے

ناگاہ صفیں چیر کے آئے شہؑ ذیشاں
دیکھا کہ وہ مظلوم کوئی دم کا ہے مہماں
لاشے سے لپٹ کر یہ پکارے بصد افغان
اے دوست مرے تیری محبت کے میں قرباں
دکھلا دو مجھے زخم کہاں کھائے ہیں بھائی
سینے سے لپٹ جاؤ کہ ہم آئے ہیں بھائی
باقی جو رفیقِ شہؑ دیں رہ گئے دوچار / میر انیسؒ

ہفتم سے تا دہم جو ہوا قافلے کا حال

ہفتم سے تا دہم جو ہوا قافلے کا حال
تحریر کر سکے یہ قلم کو نہیں مجال
زد ہو گیا جو طاعتِ باطل کا تھا سوال
انبوہِ اشقیاء میں گھرا تھا نبیؐ کا لال
لیکن سکونِ قلب میں کوئی خلل نہ تھا
لب خشک تھے جبینِ امامت پہ بل نہ تھا

زینبؓ کے لاڈلوں نے بھی جوہر دکھا دیئے
دو نیچوں نے لاشوں کے پُشتے لگا دیئے
جو سُورما بنے تھے وہ رن سے بھگا دیئے
دنیا کو جانثاری کے رستے بتا دیئے
کیا جتے پاؤں سیلِ مظالم کی موج میں
آخر شہید ہو گئے دشمن کی فوج میں

زین العباد فرشِ علالت پہ بے قرار
کوئی علاج اور نہ دواؤں کا اختیار
سوکھے لبوں پہ بس یہی آتا تھا بار بار
اے کاش اس جہاد میں ہو جاتے ہم نثار
دو گام اٹھ کے چلنے کے قابل نہیں ہیں ہم
دورِ ستم بدلنے کے قابل نہیں ہم

گوارہ رباب میں اصغرؑ تھے نالہ کش
تھا زرد ماہتاب کی صورت وہ ماہ و ش
بچے کو چھ مہینے کے آتے تھے غش پہ غش
فریاد کر رہی تھی سیکینہؑ کہ اَلْعَطَشُ
سب کچھ امامؑ دیکھ رہے تھے سکون سے
تر تھی عبائے پاک شہیدوں کے خون سے
ہفتم سے تا دہم جو ہوا قافلے کا حال ﴿﴿﴿﴿﴿﴿﴿﴿﴿﴿

آیا خیال اہل عرب کا ہے یہ شہکار
بچوں کو دشمنوں میں نہیں کرتے ہیں شمار
شاید پسچیں دیکھ کے اصغرؑ کا حال زار
بچے کو لیکے گود میں نکلے وہ ذی وقار

آواز دی کہ شام کی فوجو ، ذرا سنو
اپنے نبیؐ کی آلؑ کا تم ماجرا سنو

میں کون ہوں نبیؐ کا نواسہ علیؑ کا لال
بیعت کروں میں ظلم و ستم کی ہے یہ محال
دشمن سمجھ کے مجھ سے ہو آمادہ قتال
لیکن ہے چھ مہینے کا بچہ بہت نڈھال

اک آخری سوال ہے اس کا جواب دو
مجھ کو نہیں تو اس کو ہی اک جُرحہ آب دو

آیا سوالِ آب کا ، اک تیر سے جواب
پیدا ہوا زمیں کی وفاؤں میں اضطراب
بے شیر کا لہو ہوا عنوانِ انقلاب
ظالم کو اپنے ظلم پہ آنے لگا حجاب
حلقوم میں صغیر کے پیکاں چُٹھا ہوا
مقسوم دینِ پاک پہ مہر لقا ہوا

دیکھا خود اپنی آنکھ سے انصار کا لہو
ریتی میں جذب پایا علمدار کا لہو
قاسمؑ کا خون ، اکبرؑ خود دار کا لہو
زینبؑ کے لال ، جعفرؑ طیار کا لہو
شماہے کا بھی گود میں خونِ گلو بہا
اتنا سکون بڑھ گیا جتنا لہو بہا
ہفتم سے تا دہم جو ہوا قافلے کا حال

مسلم کے لال جبکہ شہیدِ جفا ہوئے

مسلم کے لال جبکہ شہیدِ جفا ہوئے
دشتِ فنا سے راہی ملکِ بقا ہوئے
غربت میں وہ یتیم جو نذرِ قضا ہوئے
زینبؑ بھی روئیں ، شاہؑ بھی مویکا ہوئے
دو تیر غمِ دلوں پہ یکایک جو چل گئے
بہرِ رضا ، علیؑ کے نواسے مچل گئے

پیتاب ہو کے آئے وہ غازی جو ماں کے پاس
زینبؑ زبانِ حال سے بولیں بہ درد و یاس
کیوں بدحواس آئے ہو چہرے ہیں کیوں اداس
کیا دیکھ کر لڑائی کو طاری ہوا ہراس
زن سے پھرا ہے کون تمہارے گھرانے میں
نانا کی دھاک بیٹھی ہے سارے زمانے میں

کیا کیا گزر گئے شہِ دیں پر غم و محن
بچھڑے مسافرت میں رفیقانِ بے وطن
نذرِ خزاں ہوا میرے ماں جائے کا چمن
مسلم کے لال مارے گئے ، لٹ گئی بہن
کس کس شہید کے لئے آنسو بہاؤ گے
اب کس کی لاش دیکھ کے مرنے کو جاؤ گے

یہ ذکر تھا کہ شاہ ، خود آئے بہن کے پاس
بیٹھیں وہ سر جھکا کے شہِ بے وطن کے پاس
بچے بھی روئے بیٹھ کے شاہِ زمن کے پاس
نزدیک تھا کہ آئیں کلجے دہن کے پاس
اشکوں سے یوں دلیروں نے دامن بھگوئے تھے
سبٹین جس طرح غم زہرا میں روئے تھے

X کتے تھے شاہِ تشنہ دہن ، کیا کرے حسینؑ
اے بنتِ شاہِ قلعہ شکن ، کیا کرے حسینؑ
لٹتا ہے حسرتوں کا چمن ، کیا کرے حسینؑ
للہ کچھ بتاؤ بہن ، کیا کرے حسینؑ

پوچھو تو کیوں یہ روتے ہیں کیوں ”ہائے ہائے“ ہے؟
روئے انہیں حسینؑ ، تمہاری یہ رائے ہے!

X مجھ سے پھری ہے ساری خدائی ، میں کیا کروں
کیونکر لٹاؤں تیری کمائی ، میں کیا کروں
بولیں نصیب میں ہے جدائی ، میں کیا کروں
آماں سے قول ہاری ہوں بھائی ، میں کیا کروں
للہ رو نہ کیجئے ہدیہ ، فقیر کا
دیتی ہوں واسطہ میں جنابِ امیرؑ کا

شہؑ نے کہا نہ روؤ بہن شور و شین سے
میرا تو چین بس ہے تمہارے ہی چین سے
دنیا پھری ہے فاطمہؑ کے نورِ عین سے
ان کو بھی تم پھڑاتی ہو بیکس حسینؑ سے
چٹھٹ جائیں گے یہ لال تو سب جان کھوئیں گے
یہ ہے خوشی تمہاری تو ان کو بھی روئیں گے

بیٹی نے فاطمہؑ کی کیا شکرِ کردگار
تسلیم کر کے شہؑ کو اٹھے دونوں گلِ عذار
زیبؑ نے بڑھ کے زلفیں سنواریں بصد و قار
باندھے عمائے صاف کیا چہروں کا غبار
جانبازوں نے کمر جو کسی جھوم جھوم کے
مادر بلائیں لینے لگی منہ کو چوم کے

بولیں کہ جاؤ حشر ہوا کر کے آیو
سُتھراؤ کر کے خون میں صفیں بھر کے آیو
منہ پھیر کے نہ سامنے مادر کے آیو
شمرِ شتی کو مار کے یا مَر کے آیو
پہرا ہو چاہے لاکھ سپاہ کثیر کا
خنجر تو بڑھ کے چھین ہی لینا شریر کا

مَر کے جو آؤ گے تو صدا دُوں گی میں تمہیں
کوثر امامِ دین سے دِلا دوں گی میں تمہیں
رو رو کے بیتوں پہ دعا دوں گی میں تمہیں
بہر کفن خود اپنی ردا دوں گی میں تمہیں
اے دلبرانِ جعفرؑ طیارِ الوداع
بچے پکارے مادرِ غمخوارِ الوداع
مسلم کے لال جبکہ شہیدِ جفا ہوئے / نسیمِ امر و موی

رن میں زینبؑ کی جو آغوش کے پالے آئے
رن میں زینبؑ کی جو آغوش کے پالے آئے
دونوں کس شان سے ہتھیار سنبھالے آئے
گھوڑے چمکاتے ہلاتے ہوئے بھالے آئے
قتل کرنے کو سواروں کے رسالے آئے
جا پڑے شیر چمکتی ہوئی تلواروں میں
گھر گئے دونوں جری لاکھ سمکاروں میں

کماں دو طفل صغیر اور کماں لاکھ عدو
لڑے اس درجہ کہ شل ہو گئے دونوں بازو
برچھیاں ماریں لعینوں نے جو پا کر قابو
ڈگمگانے لگے رہواروں پہ وہ تشنہ گلو
مثل گل ڈوب گئے خون میں جامے اُن کے
منہ پہ سرے ہوئے کٹ کٹ کے عمائم اُن کے

ضعف سے ہر نے پہ جھک جھک کے جو سنبھلے کئی بار
غل مچانے لگے میدان میں تب ظلم شعرا
لو مبارک ہو کہ مارے گئے یہ سینہ فگار
گرتے ہیں گھوڑوں سے حضرت کی بہن کے دلدار
ٹکڑے ٹکڑے ہیں بدن زخم بہت کھائے ہیں
پاؤں دونوں کے رکابوں سے نکل آئے ہیں

دی یہ حضرت نے صدا تھام کے ہاتھوں سے جگر
چار آنکھیں مری تم سے نہیں ہوتیں خواہر
اہل کیس رن میں یہ غل کرتے ہیں خوش ہو ہو کر
ٹکڑے تیغوں سے ہوئے زینبؓ پیکس کے پسر
نہیں معلوم وہ نرغے میں کہاں ہیں خواہر
بھانجے آنکھوں سے ماموں کی نہاں ہیں خواہر

ابھی زینبؓ سے یہ کہتے تھے شہِ کرب و بلا
اور کھڑی ہاتھوں سے سرِ پٹی تھی وہ دکھیا
اتنے میں بھانجوں کی آئی یہ حضرتؑ کو صدا
لو غلاموں کی خبر اے خلفِ شیرِ خدا
تن سے ہم دونوں کے سرِ کٹنے کی تیاری ہے
اے مددگارِ جہاں ، وقتِ مددگاری ہے

یہ صدا سنتے ہی دوڑے گئے رن میں شہِ دیں
نہ فلک سوجھتا تھا اور نہ آنکھوں سے زمیں
میان سے تیغِ جولی ہٹ گئے آگے سے لعین
خون میں غلطاں نظر آئے انہیں وہ ماہِ جبیں
خاک پر گر کے بصد درد پکارے شیرِ
ہائے اے بھانجو قربان تمہارے شیرِ

کبھی گھبرا کے محمدؐ کے قریں جاتے تھے
عونؑ کے پاس کبھی روتے ہوئے آتے تھے
خوں بھری زلفیں کبھی چہرے سے سرکاتے تھے
زخمی بازو کو ہلا کر کبھی چونکاتے تھے
کبھی چلاتے تھے کیوں غش میں ہو تسلیم کرو
اٹھو اے بھانجو ہم آئے ہیں تعظیم کرو

سُن کے ماموں کی صدا ہوش میں دونوں آئے
دیکھ کر شاہ کا منہ قدموں پہ سر نیوڑھائے
بھر کے اشک آنکھوں میں یہ بات زباں پر لائے
شکر صد شکر کہ حق نے یہ قدم دکھلائے
کوئی حسرت نہ رہی اے شہِ مرداں ہم کو
ماں سے ملنے کا فقط رہ گیا ارماں ہم کو
رن میں زینبؑ کی جو آغوش کے پالمے آئے

جب زخم کھا کے بنتِ علیؑ کے پسر گرے

جب زخم کھا کے بنتِ علیؑ کے پسر گرے

جلتی زمیں پہ تشنہ جگر خوں میں تر گرے

غل پڑ گیا کہ خاک پہ رشکِ قمر گرے

سُن کر حسینؑ قلب و جگر تھام کر گرے

عباسؑ دل پہ داغِ الم کھا کے رہ گئے

جعفرؑ کے پھول دشت میں مُرجھا کے رہ گئے

باجے بے سپاہِ عدو میں جو ایک بار

ڈیوڑھی پہ آکے کہہ گئے اکبرؑ محالِ زار

اے نبی بیو، مری پھوپھی اماں سے ہوشیار

گُرزوں سے فرقِ عونؑ و محمدؑ ہوئے فگار

آئے تھے ہم بھی صرف خبر کے سنانے کو

جاتے ہیں شہِ غریبوں کے لاشے اٹھانے کو

خمیے میں یاں تڑپتی رہیں زینبؓ حزیں
لاشوں پہ بھانجوں کے وہاں پہنچے شاہِ دیں
دیکھا کہ غش ہیں خاک پہ دونوں وہ مہ جبیں
بہتا ہے خون ، بات کی طاقت ذرا نہیں
ڈھالیں گرمی ہیں پھٹ کے دلیروں کے ہاتھ سے
قبضے مگر چھٹے نہیں شیروں کے ہاتھ سے

شانے ہلا ہلا کے پکارے شہِ ہدا
ماموں نثار ہوش میں او تو اک ذرا
کچھ حالِ دل سناتے ہوئے جاؤ میں فدا
یہ سن کے دونوں شیروں نے کیں آنکھیں نیم وا
دیکھا رُخِ امامؑ تو گھبرا کے رہ گئے
یاد آگئی وہ بات کہ تھرا کے رہ گئے

مولا نے پیار سے کہا ہیں ہیں ، یہ کیا کیا
لرزاں ہیں جسم کس کا تمہیں ڈر ہے میں فدا
شہؑ کے قدم پکڑ کے پکارے وہ مہ لقا
دھڑکا ہمیں یہ ہے کہیں امان نہ ہوں خفا
زحمت ہوئی امامِ فلک بارگاہ کو
سمجھیں نہ وہ کہ ہم نے بلایا ہے شاہؑ کو
جب زخم کہا کہ بنتِ علیؑ کے پسر گرے نسیمؑ

☆☆☆☆☆

اعجازِ رحمانی

اے چارہ گردِ خاکِ نجفِ ڈھونڈھ کے لاؤ
تم سے برے زخموں کا مداوا نہیں ہوگا

نصیرِ ترابی

سمِ فرات رواں ہے میانِ دیدہ و دل
نہ دامنوں کو خبر ہے نہ آستیوں کو

زینبؓ جو ننگے پاؤں کھڑی تھی قریبِ در

زینبؓ جو ننگے پاؤں کھڑی تھی قریبِ در

عباسؓ جا کے دیتے تھے یہ دم بہ دم خبر

روئیں نہ اب حضورؐ ، مہم ہو چکی ہے سر

لاکھوں سے لڑ رہے ہیں غضب ، آپ کے پسر

زور آج پھر دکھا دیا خیر سُشائی کا

اب تو انہیں کے ہاتھ ہے میداں لڑائی کا

یہ ذکر تھا کہ بھائی کو حضرت نے دی صدا

عباسؓ آؤ گھر گئے زینبؓ کے دل رُبا

دوڑے صدا یہ سنتے ہی عباسؓ باوفا

اُٹائے راہ میں علی اکبرؓ نے یہ کہا

زندہ رکھا فلک نے ، پہ آنسو بہانے کو

چلے حضورؐ جاتے ہیں لاشے اُٹھانے کو

پاری بہن کے بیٹوں کا دیکھا جو شہ نے حال
تُن چاک چاک ہے ، گلِ صد برگ کی مثال
اُجھے ہیں پیچ کھائے ہوئے گیسوؤں کے بال
اودے ہیں ہونٹ چاند سے چہرے لہو سے لال

ماتھے ہیں شق سروں سے عمامے بھی دُور ہیں
سب چھوٹی چھوٹی پسلیاں تیغوں سے چُور ہیں

چلائے گردنوں کے تلے ہاتھ دے کے شاہ
منہ سے میلاؤ منہ کہ مرا حال ہے تباہ
آنکھوں میں دم تھا بولتے کیوں کر وہ رشکِ ماہ
روتے تھے نبض دیکھ کے عباسِ عرش جاہ

دنیا سے کُوج کرتے تھے پتے پلے ہوئے
ہاتھوں میں تھے حسینؑ کے منکے ڈھلے ہوئے

کچھ کچھ ابھی تھا دم کہ انہیں لے چلے امامؑ
اک لاش کو تو آپ لئے تھے شہِ انام
اور ایک لاش ، حضرت عباسؑ نیک نام
خیمہ تھا سامنے کہ بضاعت ہوئی تمام
جیتے نہ پہنچے ہائے غضب خیمہ گاہ میں
دونوں صغیر مر گئے اثنائے راہ میں

چلائے رو کے حضرت عباسؑ نامور
چھوٹا تمام ہو گیا یا شاہِ بحر و بر
حضرت پکارے ہاتھ کلیجہ پہ مار کر
ہے ہے بڑا بھی مر گیا ویراں ہوا یہ گھر
ماں منتظر ہے چاک گریباں کئے ہوئے
کس منہ سے جاؤں خیمے میں لاشے لئے ہوئے
زینبؑ جوننگے پاؤں کھڑی تھی قریب در

رخصت ہوا حسین سے جب نوجواں پسر

رخصت ہوا حسین سے جب نوجواں پسر
کچھ دور ساتھ ساتھ چلے شاہِ بحر و بر
تاریک تھا زمانہ کچھ آتا نہ تھا نظر
پٹی بندھی تھی شفقتِ فطری کی، آنکھ پر
ہر رکن کی تھی فکرِ شہِ مشرقین کو
روحِ خلیلؑ دیکھ رہی تھی حسینؑ کو

لڑتا رہا جوان پسر دیکھتے رہے
تہا پہ سینکڑوں کی نظر دیکھتے رہے
بارانِ تیغ و تیر و تبر دیکھتے رہے
دل تھر تھرا رہا تھا مگر دیکھتے رہے
اکبرؑ پہ وار پڑتے تھے جب فوجِ شام کے
رہ جاتے تھے حسینؑ کلیجے کو تھام کے

حسرت سے زن میں جنگِ پسر دیکھتے تھے شاہ
زینبؓ کھڑی تھیں خمیے کے در پر بہ اشک و آہ
دل پر تھے ہاتھ چہرہ شبیرؓ پر نگاہ
پڑھتی تھیں روئے شاہؓ میں احوالِ رزم گاہ
جب دیکھتی تھیں بھائی کو خوش، مسکراتی تھیں
پڑتی تھی جب جبیں پہ شکن، کانپ جاتی تھیں

ہاتھوں سے دل کو تھام کے زن کی طرف چلیں
جاتے تھے لڑکھڑاتے ادھر خود بھی شاہؓ دیں
دم توڑتا تھا زن میں جہاں اکبرؓ حزیں
زینبؓ وہاں حسینؓ سے پہلے پہنچ گئیں
آئے نظر جو زخم تنِ پاش پاش پر
تیورا کے گر پڑیں علی اکبرؓ کی لاش پر

خیمے میں لاش آئی تو محشر ہوا پیا
لیلیٰ بس اتنا کہہ سکیں آقا یہ کیا ہوا
عابدہؓ تھے غش میں چونک پڑے ہوش آگیا
دیکھی جو لاش ہو گئے پھر غش میں مبتلا

مڑ کر نظر مریض پہ ڈالی حسینؓ نے
کچھ سوچ کر نگاہ چرائی حسینؓ نے

شاید دیارِ شام کا منظر نظر میں تھا
زخمی گلے کے طوق کا لنگر نظر میں تھا
مظلوم قیدیوں کا مقدر نظر میں تھا
بے آسرا بہن کا کھلا سر نظر میں تھا

بازو پہ رستیوں کی گرہ گڑتی جاتی تھی
کوڑوں کی سائیں سائیں کی آواز آتی تھی

رخصت ہوا حسینؓ سے جب نوجوان پسر / شاہد نقوی

اکبرؑ کی لاش جبکہ نہ پائی حسینؑ نے
اکبرؑ کی لاش جبکہ نہ پائی حسینؑ نے
ٹھوکر ہر ایک گام پہ کھائی حسینؑ نے
گر کر زمیں پہ خاک اڑائی حسینؑ نے
دل تھام کر یہ بات سنائی حسینؑ نے
آنکھوں سے سوجھتا نہیں مجھ دلِ ملکوں کو
اے ظالمو ، دکھاؤ شبیہ رسولؐ کو

کیونکر دکھاؤں تم کو جو دل کا ہے میرے حال
مہماں کے رنج و غم کا تمہیں چاہئے خیال
بازو پکڑ کے لے چلو جس جا ہے میرا لال
غربت پہ میری رحم کرو بہرِ ذوالجلال
مضطر ہوں شکلِ اس کی دکھاؤ حسینؑ کو
فرزندِ نوجواں سے ملادو حسینؑ کو

اے فوجِ ظلمِ باتو کے دلبر کو کیا کیا
پیکس کو تشنہ کام کو بے پر کو کیا کیا
اے ظالمو ، شبیرِ پیمبر کو کیا کیا
مِلتا نہیں پتہ ، علی اکبر کو کیا کیا

رستہ تو دو بتا کہ بھٹکتا ہوں راہ میں
کس نے گرا دیا میرے یوسف کو چاہ میں

مِلتا نہیں ہے لاشہ فرزند اے کریم
ہے جانِ ناتواں پہ عجب صدمہ عظیم
غُلطاں ہے کس زمیں پہ مرا گوہرِ یتیم
پیکس پہ رحم کر کہ تری ذات ہے رحیم

پھر دیکھ لوں ان آنکھوں سے اُس نورِ عین کو
بچھڑے ہوئے پسر سے ملا دے حسین کو
اکبر کی لاش جبکہ نہ پائی حسین نے

پہنچے پسر کی لاش پہ جب شاہِ بحر و بر

پہنچے پسر کی لاش پہ جب شاہِ بحر و بر
اکبرؑ پکارے اچھا ، خدا حافظ اے پدر
بھگی جو آئی تھام لیا ہاتھ سے جگر
انگڑائی لے کے رکھ دیا شہؑ کے قدم پہ سر
آباد گھر لٹا شہؑ والا کے سامنے
بیٹے کا دم نکل گیا بابا کے سامنے

زینبؑ نے دی صدا میرا پیارا ہے کس طرف
اے آسماں وہ عرش کا تارا ہے کس طرف
اے ابرِ شام ، چاند ہمارا ہے کس طرف
اے ارضِ کربلا وہ سدھارا ہے کس طرف
ہے ہے سناں سے جان گئی میہمان کی
میت ہے کس طرف مرے کڑیل جوان کی

اے خوش جمال گیسوؤں والے ، کہاں ہے تو
ہے ہے مری غریبی کے پالے ، کہاں ہے تو
واری کہاں لگے تجھے بھالے ، کہاں ہے تو
کیوں کر پھوپھی جگر کو سنبھالے ، کہاں ہے تو
اٹھارواں برس ہے کہ موت آگئی تجھے
اے نورِ عین کس کی نظر کھاگئی تجھے

خیمے میں یاں تڑپتی تھی وہ سوختہ جگر
سب بی بیوں بھی مجھ بکا تھیں برہنہ سر
نکلئیں جو بے حواس ادھر سے وہ نوحہ گر
آئے ادھر سے لاش لئے شاہِ بحر و بر
دیکھا لہو رواں جو تنِ پاش پاش سے
سیدانیاں لپٹ گئیں اکبرؑ کی لاش سے
پہنچے پسر کی لاش پہ جب شاہِ بحر و بر / میر انیسؒ

چھٹا جو شاہ سے پیروی میں نوجوان فرزند

چھٹا جو شاہ سے پیروی میں نوجوان فرزند

حسین و خوش قد و خوش رو و خوش بیاں فرزند

سعید و عابد و ذی جاہ و رتبہ داں فرزند

پدر کے تَن کی تو اں سارے گھر کی جاں فرزند

بہار جس کی نہ دیکھی خزاں وہ باغ ہوا

قیامت آگئی گھر شہ کا بے چراغ ہوا

بدن سے جان چلی جسم تھر تھرانے لگا

پینہ آگیا جی شہ کا سَنانے لگا

پس جہاں سے چلا تَن سے زور جانے لگا

چلے جو رَن کو تو ہر گام پر غش آنے لگا

کبھی اٹھے تو کبھی کر کے آہ بیٹھ گئے

جگر میں درد یہ اٹھا کہ شاہ بیٹھ گئے

تھما جو درد پکارے کہ ہائے ہائے پر
ہزار حیف جنیں ہم ، جہاں سے جائے پر
یہ کیا کہ ہم تلک آتی نہیں صدائے پر
پدر کی زیست کہاں جب نظر نہ آئے پر
پسر کے داغ نے خنجر گلے پہ پھیرا ہے
چراغ جس میں نہ ہووے وہ گھر اندھیرا ہے

خبر نہیں کہ تڑپتے ہو تم کہاں بیٹا
ہماری آنکھوں میں اندھیر ہے جہاں بیٹا
جدا نہ ہو کبھی ماں باپ سے جواں بیٹا
پدر پہ ٹوٹ پڑا غم کا آسماں بیٹا
یہ داغِ عالمِ پیری میں دے گئے ہم کو
گلہ یہ ہے کہ نہ ہمراہ لے گئے ہم کو

یہ بن کرتے ہوئے رن میں پہنچے جب شہہ دیں
تلاش کی پہ نہ بیٹے کی لاش پائی کہیں
ستم گروں کو پکارے کہ تاب مجھ کو نہیں
بتاؤ جلد کہاں ہے ہمارا ماہ جبیں

پدر کی گود کے پالے کو کیا کیا تم نے
ہمارے گیسوؤں والے کو کیا کیا تم نے

یہ سُن کے شاہ سے بولے وہ ظلم کے بانی
کسے بتائیں کہاں ہے وہ یوسفِ ثانی
دَمِ اخیر بھی اُس کو نہیں دیا پانی
ملے گی لاش نہ اب اے رسولؐ کے جانی

چھدا ہے جس کا جگر وہ پسر تمہارا ہے
ابھی تو نیزے سے اُس نوجواں کو مارا ہے

کہا امام نے سر پیٹ کر حالِ تباہ
نہ گزرا خیر سے اٹھارواں برس واللہ
سدھارا بر چھی کا پھل کھا کے اکبرؑ ذی جاہ
تڑپ کے لاش پہ بیٹے کی ہم نہ مر گئے آہ
ذمِ اخیر وصیت بھی کچھ نہ کی باتو
ہماری گود میں اکبرؑ نے جان دی باتو

یہ سن کے بانوئے پیکس پچھاڑیں کھانے لگی
سکینہؑ لاش پہ بھائی کے پبلانے لگی
سر اپنا کھول کے زینبؑ بھی خاک اڑانے لگی
صدائے شیون و ماتم فلک پہ جانے لگی
پڑے تھے خاک پہ کھائے سیناں علی اکبرؑ
حرم میں شور تھا ہے ہے جواں علی اکبرؑ
چھٹا جو شاہ سے پیری میں نوجواں فرزند

جب دلبرِ زہرا کی شہادت کا دن آیا

جب دلبرِ زہرا کی شہادت کا دن آیا

پردیس میں مہماں کو لعینوں نے ستایا

انصار سے بھائی سے بھتیجے سے پٹھرایا

مظلوم نے صبرِ اسد اللہ دکھایا

سے کو ترائی میں سکتے ہوئے دیکھا

ماتم میں سیکنہ کو بلتے ہوئے دیکھا

اکبرؑ بھی چلے زن کو دلِ شاہِ ہدا بھی

شبیرؑ بھی دیکھا کیے ، وہ ماہ لقا بھی

میدان میں نعرے بھی کئے اور وغانا بھی

ہر زخم پہ کی بخشِ امت کی دعا بھی

تاگاہ اٹھا شور یہ افلاک کے اوپر

لو گر گئی تصویرِ نبیؐ خاک کے اوپر

سینے پہ سیناں کھا کے گرا بانوؔ کا پیارا
خمبے کی طرف دیکھ کے بابا کو پکارا
یا شاہؔ ہدا آخری مجرا ہو ہمارا
اب عازمِ فردوس ہے مشتاقِ نظارا
گو نیزے کا پھل رشتہ جاں کاٹ چکا ہے
لیکن پئے دیدار دم آنکھوں میں رُکا ہے

اے سیدؔ ابرار ، خدا حافظ و ناصر
رُخصت ہے یہ ناچار ، خدا حافظ و ناصر
کنبے کے عزادار ، خدا حافظ و ناصر
ڈیوڑھی سے خبردار ، خدا حافظ و ناصر
ڈر ہے نہ میرے غم میں تڑپ کر نکل آئیں
آماں نہ کہیں خمبے سے باہر نکل آئیں

جاتے تھے کبھی داہنی جانب شہِ صُفدر
گھبرا کے کبھی بائیں طرف مُڑتے تھے سُرور
تھرا کے سنبھلتے تھے کبھی کھاتے تھے ٹھوکر
گرتے تھے کبھی راہ میں دامن سے اُلجھ کر

رخ زرد تھا اور گیسوؤں میں خاک بھری تھی
عمامہ لٹکتا تھا قبا ڈھلکی ہوئی تھی

مقتل میں ہر اک لاش پہ جھک جاتے تھے سُرور
یو سونگھ کے کہتے تھے یہ میرا نہیں دلبر
ناگاہ ملے خاک پہ غش میں علی اکبر
دل تھام کے شہِ بولے یہ شانے کو ہلا کر
دل بندِ رسولِ الثقلین آیا ہے بیٹا
تعظیم کو اٹھو کہ حسین آیا ہے بیٹا

ببا کی صدا سن کے ذرا ہوش جو آیا
تسلیم کو خود اٹھ نہ سکے ہاتھ اٹھایا
پارائے سخن دردِ جگر سے جو نہ پایا
حسرت کی نگاہوں سے یہ ارمان سنایا
ہنگامِ وصیت ہے اجل سر پہ کھڑی ہے
یولا نہیں جاتا کہ سناں دل میں گڑی ہے

شہؔ بولے اشارے کو میں سمجھا مرے دلدار
نیزہ ترے سینے سے نکالے گا یہ ناچار
کیا کام لیا باپ سے آ اے مرے جرار
منہ پھیر کے پھر خاک پہ بیٹھے شہؔ ابرار
اک آہ جو فرزند جواں کھینچ کے تڑپا
صابر بھی کلیجے سے سناں کھینچ کے تڑپا
جب دلبر زہرا کی شہادت کا دن آیا

میت سے اٹھے شاہِ ہدا سر کو جھکائے
سمجھا کے بہن کو حرمِ پاک میں لائے
پھر لاش اٹھانے کے لئے دشت میں آئے
دشمن کو بھی اللہ یہ منظر نہ دکھائے
دلبد کلجے پہ سناں کھائے پڑا تھا
بالیں پہ جگر تھامے ہوئے باپ کھڑا تھا

ریتی پہ وہ میت تھی کہ احمد کی نشانی
کہتے تھے لبِ خشک کہ پایا نہیں پانی
ماتم کوئی کرتا تھا نہ واں مرثیہ خوانی
ارمان بھرے لاشے پہ روتی تھی جوانی
دیکھے یہ سماں کوئی تو کس طرح کل آئے
شبیر کی آنکھوں سے بھی آنسو نکل آئے
جب دلبر زہرا کی شہادت کا دن آیا / نسیم امر و موق

لاش اکبر کی جو مقتل سے اٹھا لائے حسینؑ

لاش اکبر کی جو مقتل سے اٹھا لائے حسینؑ

نوجواں کو صفِ اول سے اٹھا لائے حسینؑ

چاند کو شام کے بادل سے اٹھا لائے حسینؑ

جاں بلب شیر کو جنگل سے اٹھا لائے حسینؑ

دی صدا لاشِ پسر آن کے لے جا باٹو

پھد گیا بر چھپی سے اکبرؑ کا کلیجہ باٹو

دیکھ لے آخری دیدار پسر مرتا ہے

سامنے آنکھوں کے یہ نورِ نظر مرتا ہے

اب کوئی دم میں تیرا رشکِ قمر مرتا ہے

منہ سے باہر ہے زباں تشنہ جگر مرتا ہے

دم ہے سینے میں رُکازِ خموں سے خوں جاری ہے

ہائے بانوؑ ترا گھر لٹنے کی تیاری ہے

پہنچی خیمے میں جو حضرتؑ کی یہ پُر درد صدا
مضطرب ہو گئی ناموسِ رسولِ دوسرا
کہا چلا کے سکیں نہ نے کہ ہے ہے بھیا
فضہٗ دوڑی سُوئے دَر پھینک کے سر پر سے ردا

پیشتی زینبؑ مضطر نکل آئی باہر
بانوؑ گھبرا کے کھلے سر نکل آئی باہر

شاہ کے کاندھے پہ دیکھا علی اکبرؑ کو ٹھہال
ہاتھ پھیلا کے یہ چلائی کہ ہے ہے مرے لال
کیا غضب ہو گیا اے بادشہ نیک خصال
راس آیا نہ مرے بچے کو اٹھارواں سال

ٹکڑے تیغوں سے بدن ہو گیا سارا ہے ہے
کون تھا جس نے مرے شیر کو مارا ہے ہے

رو کے بانو سے یہ فرمانے لگے سرورِ دیں
سر نہ پیٹو ابھی زندہ ہے مرا ماہ جبیں
سانس آتی ہے پہ ہر دم ہے دم باز پسیں
کوچ انکا بھی ہے اور ہم بھی ہیں مرنے کے قریں

سب چھٹے اب نہ رہا کوئی ہمارا بانو
اس جواں بیٹے کے غم نے ہمیں مارا بانو
لاش اکبر کی جو مقتل سے اٹھا لائے حسینؑ

(بشکریہ سوز خواں سید ضیفم ہادی و خانوادہ ہادی ناصری)

سید محمد رضا یاس

ہے پیاسا اور لبِ دریا کھڑا ہے
وفا داری کی گویا انتہا ہے
نہ ہو محسوس پانی کی نمی تک
جری نے ایسے مشکیزہ بھرا ہے
(بشکریہ سوز خواں ظہور حیدر رضوی / آستانہ رضا)

پھری جو مومنوں سے سواری اکبرؑ کی

پھری جو مومنوں سے سواری اکبرؑ کی
پکاری والدہ ، ہم صورتِ پیمبرؐ کی
اسی خیال میں ڈیوڑھی سے میں نہ تھی سر کی
کہ پھر بھی دیکھ لوں تصویر اپنے دلبر کی
نہ دوں گی اب کبھی رخصت نبیؐ کے ثانی کو
لگا رکھوں گی کلیجے سے اپنے جانی کو

کہاں ہے لال مرا لاؤ پاس مجھ ماں کے
لگالوں سینے سے پوتے کو نبیؐ زہرا کے
یہ کہہ رہی تھی کہ سب رسولؐ نے آ کے
بٹائی لاش پھونے پہ سر کو نہوڑا کے
پکاری زینبؓ دل خستہ پیٹ کر سر کو
سپاہِ شام نے جانے دیا نہ اکبرؑ کو

یہ شکل چاند سی سب خوں میں بھر گئی، ہے ہے
وہ شان اور وہ شوکت کدھر گئی، ہے ہے
جگر سے اس کے سینا یوں گزر گئی، ہے ہے
پھوپھی بھتیجے کے بدلے نہ مر گئی، ہے ہے

یہ مرنے والا میری آنکھ کا اُجالا تھا
چھٹی کے روز اسے لیکے میں نے پالا تھا

یہ کہہ کے پیٹ کے سر کو پچھاڑ جو کھائی
پکاری باتو کہ اکبر تمہاری لاش آئی
جواب دو مجھے قربان ہووے یہ دائی
میں دیکھوں بر چھی کیجے پہ کس جگہ کھائی

گئے تھے اچھے اور آئے لہولہان ہوئے
اسی لڑائی کی خاطر تھے تم جوان ہوئے

میں اس ارادے کے ہمت کے ہو گئی واری
 نہ سمجھی تھی کہ ہے خلدِ بریں کی تیاری
 یہ کہہ کے لاش سے بیٹے کی وہ فلک ماری
 لگی زمیں پہ تڑپنے بہ نالہ و زاری
 تڑپتے دیکھ کے اُن کو امام رونے لگے
 شہید بیٹے کا لے لیکے نام رونے لگے
 پھری جو مومنوں سے سواری اکبر کی

☆☆☆☆☆

حضرت شاداں دہلوی

بیٹھی ہوئی دیوار اٹھانی ہوگی
 گرتی ہوئی دستار اٹھانی ہوگی
 حق بھیک نہیں جو التجا سے مل جائے
 اس کے لئے تلوار اٹھانی ہوگی

(بشکریہ سوز خواں چوہدری ساجد حسین زیدی و ثاقب)

جب لاشہ پسر کو اٹھایا حسینؑ نے

جب لاشہ پسر کو اٹھایا حسینؑ نے

سینے سے نحتِ دل کو لگایا حسینؑ نے

آنکھوں سے بحرِ اشک بہایا حسینؑ نے

رو رو کے یہ بہن کو سنایا حسینؑ نے

تیرِ اَلْم جگر پہ ضعیفی میں کھائے ہیں

میتِ جوان بیٹے کی ہم لے کے آئے ہیں

یہ سُن کے اہلِ بیتؑ میں محشر ہوا عیاں

دوڑیں حواسِ باختہ خمیے سے ہی بیاں

مسند پہ لاشِ شہؑ نے لٹائی بصدِ فُغاں

میتِ پہ گرج کے بانوؑ یہ کرنے لگیں بیاں

کس نے مٹا دیا مرے نام و نشان کو

کس کی نظر لگی مرے کڑیل جوان کو

آواز ایک سمت سے آئی حالِ زار
جلد آئے امامِ اُمم شیرِ کردگار
سنتے ہی اس صدا کے ہوئے شاہِ بے قرار
خمیے کے در پہ آئے جو مولائے نامدار
دیکھا کہ ایک شخص کھڑا بے حواس ہے
ناقے پہ وہ سوار ہے لیکن اُداس ہے

شہ نے کہا تو کون ہے اے غم کے بتلا
یہ سن کے اُترا ناقے سے وہ مردِ باوفا
کی عرض میں ہوں خادمِ اولادِ مرتضیٰ
شاہِ حلب نے بھیجا ہے آگاہ ہے خدا
دیتا ہے جان ، شکلِ پیمبر کے واسطے
کچھ تحفے اُس نے بھیجے ہیں اکبر کے واسطے

رو کر کہا حسینؑ نے اکبرؑ تو مر گیا
تحفے کا لینے والا جہاں سے گزر گیا
ہم سے پنچھڑ کے آج وہ دادا کے گھر گیا
پیری میں وہ جواں ہمیں برباد کر گیا
سُنتا ہے تو جو خیمے میں غل شور و شین کا
ماتم یہ ہو رہا ہے اُسی نورِ عین کا

دولت ہماری لٹ گئی اٹھارہ سال کی
میت پڑی ہے خیمے میں بانوؑ کے لال کی
خوں میں بھری ہے شکل مرے مہ جمال کی
شادی بھی ہو نہ پائی تھی اُس خوش خصال کی
شاہِ حلب سے جا کے تو اظہار کیجیو
ان تحفوں پر تُو فاتحہ اکبرؑ کا دیجیو
جب لاشہٴ پسر کو اٹھایا حسینؑ نے

پہنچا جون میں شبرِ ذی جاہ کا پسر

پہنچا جو زن میں شبرِ ذی جاہ کا پسر
بُخت تمام کر کے وُعا کی بہ کر۔ و فر
ارزق کو دی وہ زک کہ جھکے نامیوں کے سر
ماں سُن کے بولی شکر خداوندِ بحر و بر
کنبے میں بات رہ گئی وہ کام ہو گیا
بن باپ کے پسر کا بڑا نام ہو گیا

باتیں یہ ہو رہی تھیں حرم میں کہ ایک بار
قاسمؑ پہ مل کے ٹوٹ پڑی فوج نابکار
سمٹے ادھر ادھر سے ہزاروں زبوں شعار
چاروں طرف سے پڑنے لگے تشنہ لب پہ وار
حربے لئے تھے قرب میں جو بد شعور تھے
پتھر وہ مارتے تھے جو مجمع سے دُور تھے

گرتے ہی خاک پر جو ہوا غش وہ مہ لقا
فوجِ عدو میں فتح کے باجوں کا غل ہوا
ماں نے صدا سنی تو یہ دل تھام کر کہا
میری کمائی نیک لگی شکر کبریا
بچے پہ میرے مہر ہوئی ذوالجلال کی
لوئی بیو برات چڑھی میرے لال کی

بہنے جو لاشِ ابنِ حسنؑ پر حالِ زار
دیکھا کہ سر کو کاٹنے والے ہیں بدشعار
غصے سے کانپنے لگے عباسؑ نامدار
لکار کر بڑھے صفتِ شیرِ کردگار
بھاگے عدو جو ڈر کے تو نقشہ بدل گیا
بل چل میں اُس یتیم کا لاشہ کچل گیا

روتے ہوئے قریب جو آئے شہِ ہدا
 دیکھے تمام عضوِ بُریدہ جدا جدا
 ہاتھوں سے دل پکڑ کے کہا وا محمدؐ
 اُمت کا یہ سلوک تو دیکھو پئے خدا
 ابنِ حسنؑ کی جان پہ صدے گزر گئے
 لو نانا جانِ قاسمؑ ناشاد مر گئے
 پہنچا جورن میں شبرؑ ذی جاہ کا پسر / نسیمؑ امر و ہویؑ
 (بشکریہ سوزِ خواں انیس زیدی ابوطالبی)

افتخارِ عارف

وہی پیاس ہے وہی دشت ہے وہی گھرا نا ہے
 مشکیزہ سے تیر کا رشتہ بہت پرانا ہے

گھوڑے سے جبکہ قاسم گُلگوں قبا گرا
گھوڑے سے جب کہ قاسم گُلگوں قبا گرا
غل پڑ گیا نبیرہ مشکل کشا گرا
صفر جری بہادر و شیر و غا گرا
خوں میں نہا کے تختِ دلِ مجتبیٰ گرا
گرتے ہی فوجِ ظلم کا مجمع بہم ہوا
زخمی ہر آہ زرعہ فوجِ ستم ہوا

مارا کسی نے پشت پہ نیزے کو تان کے
کھٹکی سینانِ ظلم کلیجہ میں آن کے
کوئی تیر لگا گیا مظلوم جان کے
تیغہ کسی کا چل گیا سر ہر جوان کے
پہلو بھی دونوں ہاتھ بھی یکسر فگار تھے
دولہا کا ایک جسم تھا حربے ہزار تھے

حضرت کو دی صدا کہ چچا جان آئیے
خادم ہوا حضور پہ قربان آئیے
دنیا میں کوئی دم کا ہوں مہمان آئیے
سر کاٹنے کا ہوتا ہے سامان آئیے
جلاد پہنچے تیغ دو پیکر لئے ہوئے
قاتل کھڑے ہیں ہاتھ میں خنجر لئے ہوئے

دم توڑنے لگا جو یہ کہہ کر وہ دل فگار
طلبِ ظفر جا صفِ اعدا میں ایک بار
دوڑے ادھر سے تیغ بھن شاہِ نامدار
گھوڑوں سے روندنے لگے لاشے کو واں سوار
سب ٹکڑے ٹکڑے سینہ پر نور ہو گیا
ٹاپوں سے مرکبوں کی بدن چور ہو گیا

بہنچے حسینؑ لاش پہ جس دم پچشمِ نم
اٹکا ہوا تھا آنکھوں میں ابنِ حسنؑ کا دم
سَر اپنا پیٹ کر یہ پکارے شہِ اُمم
قاسمؑ اٹھو کہ آئے ہیں ملنے کو تم سے ہم
موڑو نہ آنکھِ فاطمہؑ کے نورِ عین سے
باتیں تو کچھ کرو دمِ آخر حسینؑ سے

کیا بولتے کہ موت نے تھا بے خبر کیا
سیدھی نہ آنکھ کی نہ منہ اپنا ادھر کیا
بچکی کے درد نے تہہ و بالا جگر کیا
بس مسکرا کے باغِ جہاں سے سفر کیا
حضرت چلے اٹھا کے تنِ پاش پاش کو
کاندھا دیا چچا نے بھتیجے کی لاش کو
گھوڑے سے جبکہ قاسمؑ گلوں قبا گرا

قَرِيبِ لَاشَةِ قَاسِمٍ جَو پَہنچے سَرورِ دِیں

قَرِيبِ لَاشَةِ قَاسِمٍ جَو پَہنچے سَرورِ دِیں
تو ایسے حال میں آیا نظر وہ جسمِ حَسَمِ
کہ تھوڑی دیر تو آہی سکا نہ دل کو یقین
کہیں تھا کچلا ہوا جسم ، دست و پا تھے کہیں
اک آہ بھر کے شہِ دِیں زمیں پہ بیٹھ گئے
جہاں کھڑے تھے لرز کر وہیں پہ بیٹھ گئے

لبوں پہ صبر کی بدش تھی دل میں حشرِ پَپا
اُٹھائے بڑھ کے زمیں سے کٹے ہوئے اعضا
نہ جانے کیسے تنِ منتشر کو جمع کیا
عبا پہ رکھ کے اُٹھایا جنازہ قاسم کا
لرزتے ہاتھوں پہ جیسے پہاڑ اُٹھائے ہوئے
چلے حسینؑ سُوئے خیمہ سر جھکائے ہوئے

مگر یہ سوچتے جاتے تھے دل میں سبِ نبیؐ
میں جب چلا تھا تو خیمے کے در پہ تھیں بھا بھی
حرم میں پہنچوں گا جب لے کے لاش، قاسمؑ کی
بجائے لاش وہ دیکھیں گی خوں بھری گٹھڑی

پسر کو دیکھ کے یوں پائمال کیا ہوگا
ہے غیر حال مرا، ماں کا حال کیا ہوگا

حرم میں پہنچے تو دیکھا کہ حشر ہے برپا
پلک رہی ہے سکینۓ خموش ہے کبریٰؑ
تڑپ کے ماں نے سوئے لاشِ پسر دیکھا
جگر کو تھام کے بولیں یہ کیا ہوا بھیا

میں یہ تو جانتی تھی سر کٹائیں گے قاسمؑ
یہ کیا خبر تھی کہ یوں واپس آئیں گے قاسمؑ

کہا امام نے بھابھی نہ کچے اس کا ملال
ہوا شہیدوں میں ممتاز آپ کا یہ لال
نہیں ہے قسمتِ قاسم ہی جسم کا یہ حال
ہماری لاش بھی ہوگی اسی طرح پامال
وہی ہماری بھی ہوگی جو ان کی حالت ہے
حسینؑ ہو کہ حسنؑ سب کی ایک قسمت ہے

خدا کا شکر کرو لاشِ قاسمؑ آ تو گئی
ہماری لاش تو لائے گا بھی نہ رن سے کوئی
پھر اس پہ ہوگا یہ طرفہ ستم بھی اے بھابھی
کہ نوچ لے گی لباسِ بدن بھی فوجِ شقی
جھلستی ہوگی ہوا ، دھوپ بھی کڑی ہوگی
ہماری لاش یوں ہی دشت میں پڑی ہوگی
قریب لاشِ قاسمؑ جو پہنچے سرورِ دین / شاہدِ نقوی

مشک بھر کر سوئے خیمہ جو علمدار چلے

مشک بھر کر سوئے خیمہ جو علمدار چلے

روکنے کیلئے رستہ ، ستم اطوار چلے

یہ بہ سرعت جو اُڑاتے ہوئے زہوار چلے

تیر برساتے ہوئے لاکھ ستمگار چلے

اب لڑیں یا علم و مشک سنبھالیں عباسؑ

باگ لیں گھوڑے کی یا تیر نکالیں عباسؑ

ہائے لاکھوں وہ شقی اور وہ تنہا جرار

اے دل افگار کے سقے تری جرأت کے نثار

اس طرح مشک کو دانتوں میں دبایا اک بار

جس طرح شیر غضبناک کے منہ میں ہو شکار

وار پڑتے ہیں تو یہ سر کو جھکالیتے ہیں

مشک کو سینہ زخمی سے چھپالیتے ہیں

دل میں کہتے ہیں کہ یا حیدرِ صفرِ آؤ
 بچی مَر جائیگی مشکینزے کو تیروں سے بچاؤ
 کبھی فرماتے ہیں اے شامیو یہ قہر نہ ڈھاؤ
 نر برا کاٹ لو پَرِ مشک کو ناوک نہ لگاؤ
 قتل کے بعد بھی عباسؑ کو ایذا دینا
 پَرِ سِکینہؑ کی امانت اُسے پہونچا دینا

تھے اسی طرح سُوئے خیمہٗ شبیرِ رواں
 یک بیک چشمِ مبارک میں گڑا اک پیریاں
 تیر کھا کر ابھی سنبھلا بھی نہ تھا شیرِ تریاں
 ناگماں مشک چھدی نر پہ لگا گرزِ گراں
 خون بہتا رہا جب تک تو نہ زِنہارِ گرے
 یہ گیا آب تو ریتی پہ علمدارِ گرے
 مشک بھر کر سونے خیمہ جو علمدارِ چلے

منہ سے بے ساختہ نکلی یہ غم انگیز صدا
السلام اے جگر و جانِ بولِ عذرا
السلام اے پھر بادشہٴ عقدہ کشا
السلام اے ثمرِ باغِ رسولِ دوسرا

چھوڑ کے سیدِ والا کے قدم جاتے ہیں
اب سکیںہ سے خبردار کہ ہم جاتے ہیں

X یہ صدا سنتے ہی مولا نے جگر کو تھاما
ضعفِ پیری نے شہِ جنّ و بشر کو تھاما
غش جو آیا علی اکبرؑ نے پدر کو تھاما
درد نے اٹھ کے مسافر کی کمر کو تھاما

روکے فرمایا اخی تم بھی مجھے چھوڑ چلے
ہائے پردیس میں پیکس کی توڑ چلے

اے میرے قوت بازو میرے بابا کے نشاں
ابھی زندہ ہو کہ جنت میں گئے بھائی جاں
سُن کے یہ ہوش جو آیا تو کہا میں قرباں
عیدِ ناچیز کی تسلیم ، امامِ دو جہاں
نہر پر آنے کی تکلیف جو فرمائی ہے
آپ کے ساتھ سکیںہ تو نہیں آئی ہے

بولے شبیرؑ وہ ڈیوڑھی پہ کھڑی روتی ہے
آپ کی یاد میں بیتاب ہے جاں کھوتی ہے
دَم بہ دَم پیاس کی ایذا جو سوا ہوتی ہے
نہر کو تکتی ہے اور اشکوں سے منہ دھوتی ہے

بولے عباسؑ کہ خادم پہ ترس کھائیے گا
اب مری لاش کو خیمے میں نہ لے جائیے گا
مشک بھر کر سوئے خیمہ جو علمدار چلے / نسیمؑ

جب ہوئے بازوئے عباسِ قلمِ دریا پر

جب ہوئے بازوئے عباسِ قلمِ دریا پر

گر کے ٹھنڈا ہوا حضرت کا علمِ دریا پر

غرقِ خوں ہو گیا وہ بحرِ کرمِ دریا پر

غل تھا زخمی ہوا سقائے حرمِ دریا پر

مشک کو دانتوں میں پکڑے ہوئے یوں لاتا ہے

ذہنِ شیر میں جس طرح شکار آتا ہے

غش کی آمد ہے جگر سوزِ عطش سے ہے کباب

ہیں جو بے دست ٹھہرتی نہیں پاؤں میں رکاب

پیا سے چوں کے لئے سینے میں دل ہے بے تاب

غم یہی ہے کہ کہیں مشک سے ضائع نہ ہو آب

تیر پیہم جو کمانوں سے چلے آتے ہیں

یا علیؑ کہتے ہیں اور مشک پہ جھک جاتے ہیں

کر کے منہ سوئے نجف کہتے تھے بادیدہ تر
یا علیؑ لیجئے مجھ بے کس و مضطر کی خبر
اے شہؑ عقدہ کشا بادشہؑ جن و بشر
چاہتا ہوں میں کہ اس مشک کو پہنچے نہ ضرر
آپ کے بیٹے کا شیدا ہوں مدد لازم ہے
آپ کی پوتی کا سقہ ہوں مدد لازم ہے

اُسپ سے کہتے تھے عباسؑ یہ با چشم پر آب
یاں سے لے چل مجھے اے اسپ وفادار شتاب
پیا سے ہوویں گے جو سیراب تو ہووے گا ثواب
کہیں ایسا نہ ساری مری محنت ہو خراب
ہائے کیا جانے کیا بچوں کی حالت ہوگی
مرگئی پیاسی سکینہؑ تو قیامت ہوگی
جب سوئے بانوؑ عباسؑ قلم دستانہؑ درویشؑ



تیغ کا وار جو عباسؑ کے شانے پہ لگا

تیغ کا وار جو عباسؑ کے شانے پہ لگا
کٹ کے بازوے علمدار زمیں پر آیا
دوسرے ہاتھ میں مشکیزے کو آخر تھاما
اور گھوڑے کی بھی رفتار کو کچھ تیز کیا

یاد آنے لگی چوں کی انہیں پیاس بہت
آبدیدہ ہوئے اس صدمے سے عباسؑ بہت

دفعۃً دوسرے بازو پہ بھی اک وار لگا
اور وہ ہاتھ بھی شانے سے قلم ہو کے گرا
مشک کو دانتوں سے عباسؑ جری نے تھاما
فاصلہ خیمہٴ اطہر کا نہ کم ہوتا تھا

کہہ رہے تھے یہ فرس سے کہ خدارا جلدی
مجھ کو تو خدمتِ شبیرؑ میں پہنچا جلدی

ناگہاں مشک پہ آکر لگا اک تیر جفا
آخرش بہ گیا پانی وہ زمیں پہ سارا
بہتے پانی کو دلاور نے بہ حسرت دیکھا
اور اس صدمے سے عباسؑ کا دل ٹوٹ گیا
ٹوٹی امید جو پیاسوں کی بصد یاس گرے
ضرب اک سر پہ لگی گھوڑے سے عباسؑ گرے

گرتے ہی خاک پہ غازی نے کہا اور کنی
المدد نحتِ دلِ عقدہ کشا اور کنی
المدد اے پسرِ شیرِ خدا اور کنی
ہو کرم مجھ پہ اب اے شاہِ ہدا اور کنی
خالقِ کل کا یہ احسان ہوا ہے آقا
یہ غلام آپ پہ قربان ہوا ہے آقا

سُن کے عباسؑ کی آواز چلے شاہِ ہدا
راہ میں دستِ بُریدہ جو ملے اُن کو لیا
کبھی سینے سے لگایا کبھی اُن کو چوما
آئے عباسؑ کے نزدیک امامِ دوسرا
خاک اور خون میں غلطاں نظر آئے عباسؑ
پھر بھی مطلق نہ پریشاں نظر آئے عباسؑ

شاہِ دیں بیٹھ گئے جلتی ہوئی ریتی پر
اپنے زانو پہ رکھا پیار سے عباسؑ کا سر
آنکھ سے کھینچ کے اک تیر کو بولے سرورؑ
بھائی کو چھوڑ کے تم باندھتے ہو رختِ سفر
آج پردیس میں تقدیر ہمیں لوٹ گئی
زور بازو کا گھٹا اور کمر ٹوٹ گئی
تیغ کا وار جو عباسؑ کے شانے پہ لگا

جب زانوئے حسینؑ پہ عباسؑ مر گئے

جب زانوئے حسینؑ پہ عباسؑ مر گئے

صدے غضب کے سببِ نبیؐ پر گزر گئے

خنجرِ الم کے دل سے جگر تک اتر گئے

چلاتے تھے کہ شیر ہمارے کدھر گئے

وا حسرتا کہ پیکس و بے یار ہو گئے

سُر کیسے پٹھیں ہاتھ تو بے کار ہو گئے

اکبرؑ نے رو کے عرض یہ کی اے شہِ زماں

رونے سے اب ملیں گے نہ حضرت کے بھائی جاں

لے چلے گھر میں لاشِ علمدارِ نوجواں

ایسا نہ ہو نکل پڑیں خمیے سے بی بیوں

دُریا پہ ننگے سُر کہیں بنتِ علیؑ نہ آئے

بچوں کو ساتھ لے کے سکیں نہ چلی نہ آئے

چادر اُوڑھا کے واں سے امامِ اُمم چلے
فرمایا لو کریم نگہبان ہم چلے
اکبرؑ تو آگے لے کے وہ پُر خوں علم چلے
سَر ننگے پیچھے سیدِ عالی ہم چلے
جنگل میں شورِ نالہ و فریاد و آہ تھا
حضرت کے پیچھے اُسپِ علمدارِ شاہ تھا

سمجھے یہ سب کہ بازوئے عباسؑ کٹ گئے
سیدانیوں کے تن سے لہو اور گھٹ گئے
بچوں کے ننھے ننھے جگر غم سے پھٹ گئے
رنگ اڑ گئے اُم سے کلیجے اُلٹ گئے
ہر دل پہ برقِ رنج و غم و یاس گر پڑی
خیمے کے دَر پہ زوجہ عباسؑ گر پڑی
جب زانوئے حسینؑ پہ عباسؑ مر گئے

زینبؑ سے رو کے کہنے لگے سرورِ زمن
لے کر نشاں کو جائے کہاں اب یہ بے وطن
اب تو نہ فوج ہے نہ علمدارِ صف شکن
گھر لٹ گیا علم کو بڑھاؤ اب اے بہن
لو یہ نشانیِ شہؑ دُلدُل سوار لو
پڑکا علم کا کھول لو پنچہ اُتار لو

چھوٹا یہ شہؑ سے کہتا تھا آنسو بہا بہا
بابا ہمارے گھر میں کب آئیں گے اے چچا
آیا علم پھر اُن کے نہ آنے کہ وجہ کیا
چھوٹے سے رو کے تب یہ بڑے بھائی نے کہا
اُمّان کی مانگ اُجڑ گئی صدمے گزر گئے
بھیا تمہیں خبر نہیں بابا تو مر گئے
جب زانوئے حسینؑ پہ عباسؑ مر گئے

شبیرؑ جبکہ رن سے چلے سوئے خیمہ گاہ

شبیرؑ جبکہ رن سے چلے سوئے خیمہ گاہ

مشک و علم کو جھک کے اٹھایا بہ اشک و آہ

دل تھام کر کئے ہوئے بازو پہ کی نگاہ

سُر تا قدم حسینؑ ہیں اک مستقل کراہ

لے کر تبرکاتِ علمدارِ کربلا

سوئے خیام جاتا ہے سالارِ کربلا

گرتے سنبھلتے آ ہی گیا خیمہ حرم

وہ رُک گئے حسینؑ کے بڑھتے ہوئے قدم

زینبؑ کھڑی ہے خیمے کے در پر پچشمِ نم

شبیرؑ کہہ رہے ہیں بہن لوٹ آئے ہم

زینبؑ ہمارا بھائی خفا ہم سے ہو گیا

شیرِ خدا کا شیرِ ترائی میں سو گیا

مُر پیٹ کے یہ کہتی تھی زینبؓ جگر فگار
عباسؓ میرے شیر کہاں ہو بہن نثار
تم ہو حفاظتِ حرمِ شہؓ کے ذمہ دار
بھیا میں کتنی دیر سے کرتی ہوں انتظار

بچے یہ کہہ رہے ہیں اُنہیں جامِ آبِ دُوں
بھیا تمہی بتاؤ اُنہیں کیا جواب دُوں

یہ رات کے اندھیرے یہ صحرا اب آ بھی جاؤ
جنگل میں ہم غریب ہیں تنہا اب آ بھی جاؤ
بھیا بلک رہی ہے سکی نہ اب آ بھی جاؤ
کیا آج رات دو گے نہ پہرہ اب آ بھی جاؤ

کہتے تھے ہر بلا سے مجھے تم بچاؤ گے
کیا قید ہو کے جاؤں گی اُس وقت آؤ گے
شبیرؓ جبکہ رن سے چلے سونے خیمہ گاہ / شاہدہ نقوی

لکھا ہے جب کوئی حامی نہ شاہِ دیں کا رہا

لکھا ہے جب کوئی حامی نہ شاہِ دیں کا رہا

اور آپ ظلم کی فوجوں میں رہ گئے تنہا

ہجومِ یاس نے چاروں طرف سے گھیر لیا

تو ناگہاں درِ خیمہ سے آئی رن میں صدا

خبر لو جلد شہِ کربلا دُہائی ہے

تمہارے بچے کو جھولے میں نیند آئی ہے

یہ سُن کے خیمے کی جانب گئے امامِ ہدا

قریب جھولے کے پہنچے تو رُو کے فرمایا

معاف کیجیو پیکس پدر کو اے بیٹا

کہ ایک پانی کا قطرہ تمہیں پلا نہ سکا

خدا گواہ بہت تم سے شرمسار ہوں میں

یقین کرو علی اصغرؑ کہ بے قرار ہوں میں

یہ کہہ کے روئے بہت اور پسر کو پیار کیا
اٹھایا جھولے سے حضرت نے اپنا ماہ لقا
ٹپک پڑے تھے جو چہرے پہ اشکِ شاہِ ہدا
وہ سمجھا پانی ہے بچے نے منہ کو کھول دیا
تری جو اشکوں کی پائی تو مسکرانے لگا
زبانِ خشک کو ہونٹوں پہ وہ پھرانے لگا

کہا حسینؑ نے پانی تمہیں پلا لائیں
چلو گے نانا کی اُمت کے پاس لے جائیں
ستم گروں کو یہ حالت تمہاری دکھلائیں
صغیر جان کے شاید عدو ترس کھائیں
دہن کو کھول کے سُوکھی زباں دکھادینا
کہ تین روز سے پیاسا ہوں یہ جتا دینا

غرض وداع کیا اور شہِ انام چلے
ستمگروں کی طرف شاہِ تشنہ کام چلے
پسر کو ہاتھوں پہ رکھے ہوئے امام چلے
قدم قدم پہ ادھر موت کے پیام چلے
تمام پیاسوں میں پیارا جو شہ کو تھا یہ پسر
حسینؑ ڈھال سے سایہ کئے تھے اصغرؑ پر

پرے سے فوج کے ناگاہ حرملا نکلا
کمان دوش سے ، چلتے سے تیر لے کے چلا
گلوئے لختِ دلِ شاہِ کربلا تاکا
کماں میں تیر کو جوڑا شقی نے اور یہ کہا
حسینؑ ! اب وہ پلاتا ہوں آبِ سردان کو
کہ تا بہ حشر لگے گی نہ پیاس کسن کو

یہ کہہ کے تیر کو جوڑا ادھر یہ حال ہوا
کہ حلق چھد گیا، معصوم خوں میں لال ہوا
دہن سے خون اُگلنے لگا نڈھال ہوا
اک آہ ہلکی سی کی اور انتقال ہوا

پدر نے یاس سے ننھی سی جان کو دیکھا
کبھی زمیں کو کبھی آسمان کو دیکھا

لکھا ہے جب کوئی حامی نہ شاہِ دیں کا رہا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سید ہاشم رضا

جس جس کو چن لیا وہ بنا فخر اولیا

کیا وصف ہو حسین کے اس انتخاب کا

ذکی بریلوی

مُدسہ شہِ والا کا زہرا کو دیا جائے

سب چاک گریباں ہوں ماتم بھی کیا جائے

مومنو بے کس و بے یار ہے مظلوم حسینؑ

مومنو بیکس و بے یار ہے مظلوم حسینؑ

سخت آفت میں گرفتار ہے مظلوم حسینؑ

دل شکستہ جگر افکار ہے مظلوم حسینؑ

کیا سرا سیمہ و لاچار ہے مظلوم حسینؑ

تیر کاری ہیں لگے زخموں پہ شمشیروں کے

نیزوں کے زخموں میں پوست ہیں پھل تیروں کے

X کیا رحیمی ہے کہ غصہ نہیں آتا ہے ذرا

کیا کریمی ہے کہ سر کرتے ہیں اُمت پہ فدا

کیا تحمل ہے کہ ہر زخم پہ ہے شکر خدا

کیا شجاعت ہے کہ لاکھوں میں کھڑے ہیں تنہا

تیر بھی نیزے بھی سینے پہ لئے جاتے ہیں

ہر دعا نانا کی اُمت کو دیئے جاتے ہیں

یوں تو یاں ایک سے اک ظلم ہوا شہ پہ سوا
تین صدموں میں مگر ضبط کا یارا نہ رہا
اک جواں اس کا بھتیجا تھا حسن کا پیٹا
شب کو وہ دولہا بنا صبح شہیدوں میں ملا
اُس کے مرنے کی خبر بیووں نے جب پائی تھی
ماں دلہن کو لئے سر ننگے نکل آئی تھی

دوسرا غم ہے یہ اک بھائی تھا اس کا صفدر
جب سے وہ مر گیا سیدھی نہیں ہوتی ہے کمر
اب بھی روتا ہے اُسے ہائے برادر کہہ کر
بے کفن لاش وہ اُس کی ہے پڑی دریا پر
ابھی وہ لاش عجب درد سے تھرائی تھی
لڑکی اک ہائے چچا کہہ کے جو چلائی تھی

تیسرا حادثہ میں کیا کہوں پھٹتا ہے جگر
اس کا اک پیٹا تھا اٹھارہ برس کا اکبرؑ
برچھیوں سے ابھی مارا گیا وہ رشکِ قمر
حیف ہے دفن ہوئی رات کو جس کی مادر
غمِ اکبرؑ میں اسے کیا کہوں کیوں کر دیکھا
”چشمِ افلاک نے“ زینبؑ کو کھلے سر دیکھا
مومنوبے کس وبے یار ہے مظلوم حسینؑ / میرا نیسؑ
(بشکریہ سوزِ خواں سید ہادی حسین نقوی مرحوم)

شہرتِ بلگرامی
قید خانہ میں سکیںہٗ احتجاجاً مرگئی
اب رسن کھل جائے گی زینبؑ رہا ہو جائے گی

ریتی پہ برچھی کھائے پڑا تھا جو نورِ عین

ریتی پہ برچھی کھائے پڑا تھا جو نورِ عین

بیٹھے تھے دل کو پکڑے ہوئے شاہِ مشرقین

ناگاہ اک کنیر پکاری بہ شور و شین

دم توڑتا ہے پیاس سے بے شیر یا حسینؑ

لِلّٰہِ جلد خیمے میں تشریف لائے

بانوؑ کا لال زوٹھ گیا ہے منائے

غل پڑ گیا کہ اصغرؑ بے شیر الوداع

اے نورِ عینِ حضرتِ شبیرؑ الوداع

ماں اَلْفراق کہتی تھی ہمیشہ الوداع

قسمت پکاری اے ہدفِ تیر الوداع

آلِ نبیؐ کو ہجر کے صدمے بڑے ہوئے

بچے بھی شور سُن کے قریب آکھڑے ہوئے

عباسؑ کے پسر نے پکارا دہائی ہے
مرنے چلا حسینؑ کا پیارا دہائی ہے
جاتا ہے شہؑ کا راج دُلا را دہائی ہے
آقا پھرو رہا ہے ہمارا دہائی ہے
کہتا ہے دل کہ ساتھ چلو تیر کھائیو
بلا یہ کہہ گئے تھے کہ جھولا جھلائیو

ماں بولی ایسی فال نہیں لب پہ لاتے ہیں
واری نہ یوں کہو مجھے وسواس آتے ہیں
آقا تمہارے پیاس بھانے کو جاتے ہیں
بچوں پہ تو جہاں میں سبھی رحم کھاتے ہیں
کیوں کر کہوں کہ ان پہ شقی ہاتھ اٹھائیں گے
معصوم جان کر بھی نہ پانی پلائیں گے

اصغرؑ کو لے کے دشت میں آئے شہؑ ہدیٰ
بچے کا منہ دکھا کے یہ فوجوں کو دی ندا
یہ بے زبان رحم کے قابل نہیں ہے کیا
دو دن سے اس کلی کو بھی پانی نہیں ملا
بچہ نڈھال ہے اسے تھوڑا سا آب دو
صورت سوال ہے اسے تھوڑا سا آب دو

ظالم نے حرمہ سے اشاروں میں کچھ کہا
ہنتا ہوا وہ شوم کمیں گاہ کو چلا
بچے کو لے کے پیچھے ہٹے شاہؑ کربلا
ناگہ زمین کانپ گئی آسماں بہلا
واں تیر غم لگا کے وہ سفاک ہٹ گیا
یاں ہاتھوں پہ تڑپ کے یہ بچہ اُلٹ گیا

بازو چھدا حسینؑ کا بے شیر کا گلا
اک آہ بھر کے رہ گئے مظلومِ کربلا
بیٹے کی سمت دیکھ کے بولے کہ میں فدا
لو میری جان پیاس بھی حلق تر ہوا
چونکو تو تیر کھینچ لیں ہم منہ کو پھیر کے
اے لالِ اُف نہ کجیو پوتے ہو شیر کے
ریتی پہ برچھی کھائے پڑا تھا جو نورِ عین / نسیمِ امروموؑ

گہوارے سے حسینؑ جو اصغرؑ کو لے چلے
گہوارے سے حسینؑ جو اصغرؑ کو لے چلے
ہاتھوں پہ رکھ کے فدیہ داور کو لے چلے
بادل میں شام کے مہ انور کو لے چلے
چلائی ماں کہاں مرے دلبر کو لے چلے
فارغ ابھی نہیں ہوئی اکبرؑ کے داغ سے
کچھ روشنی ہے گھر میں مرے اس چراغ سے

بانوؑ کے اس بیان سے گہرائے شاہؑ دیں
آخر قریب فوج کے لے آئے شاہؑ دیں
بچے کو رکھ کے ہاتھوں پہ چلائے شاہؑ دیں
یارو سمجھ لو جو تمہیں سمجھائے شاہؑ دیں
کچھ تو خیال چاہیے ننھی سی جان کا
بتلاؤ کیا تصور ہے اس بے زبان کا

یہ سُن کے حرملہ نے اُٹھایا کمان کو
تاکا خطا شعار نے ننھی سی جان کو
مارا خُدنگ شاہ کے ابرو کمان کو
ہے ہے مٹایا باؤ کے نام و نشان کو
چَلائی موت ہائے نہ تجھ کو امان دی
بچے نے سہم سہم کے ہاتھوں پہ جان دی

شہ نے سوائے شکر، زباں سے نہ کچھ کہا
چاند اپنا زیرِ خاک پھپھایا بصد بکا
تربت سے اُٹھ کے آپ نے خیمے کا رُخ کیا
لیکن قدم نہ آگے کو اُٹھتے تھے مطلقاً
کہتے تھے کیا کہوں گا جو بچے کو مانگے گی
باؤ ضرور ہنسیوں والے کو مانگے گی

پہنچے غرض کہ تا درِ خیمہ محالِ زار
 آئی جو باتو دیکھ کے شرمائے بار بار
 گردن جھکا کے کہنے لگے شاہِ نامدار
 لو شہر بانوؔ بن گیا اصغرؔ کا بھی مزار
 ناسور پڑ گیا ہے دلِ درد ناک میں
 بانوؔ تری کمائی ملی آج خاک میں
 گہوارے سے حسینؔ جو اصغرؔ کو لے چلے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اعجازِ رحمانی

لے آیا مقدر ہمیں دربارِ علیؑ تک
 کچھ لوگ ہیں ایسے جو ہیں رستے میں ابھی تک
 جب تک کہ اٹھاتا نہیں پردہ کوئی رخ سے
 ٹھہری ہوئی واللہ قیامت ہے جبھی تک
 (بشکریہ سید کاشف مہدی / گلدستہٴ مودت)

پہنچے جو قتل گاہ میں شاہِ فلک جناب

پہنچے جو قتل گاہ میں شاہِ فلک جناب

لکار کر یہ اہلِ جفا سے کیا خطاب

پانی کا مہتی نہیں اب ابنِ یو ثراب

استغفر اللہ آلِ نبیٰ اور سوالِ آب

دیتا ہے جو سبھوں کو اسی سے سوال ہے

منظور بے زباں کا بس اظہارِ حال ہے

دو اک قدم کی جو نہ ہو تکلیف ناگوار

آنکھوں سے اپنی دیکھ لو احوالِ شیرِ خوار

آگے بڑھے جو اُن میں تھے دانا وہ ہوشیار

چادر اُلٹ دی شاہ نے چہرے سے ایک بار

تیور کبھی مجھے ہوئے گمہ ضو نظر پڑی

مجھتے ہوئے چراغ کی سی کو نظر پڑی

بولے حسینؑ دیکھ چکے ، وہ پکارے ہاں
فرمایا پھر حمیتِ اسلام ہے کہاں
ہم کس کے میہمان ہیں ، یہ کس کے میہماں
طالب نہیں صراحی و ساغر کے بے زباں
مشہور ان کے گھر کی قناعت ہے خلق میں
دو چار قطرے پانی کے ٹپکا دو حلق میں

اُترے بھی یا نہ اُترے یہ پانی گلے سے اب
تالو سے مل گئی ہے زباں اور لب سے لب
پوری یہ بات کہہ نہ چکے تھے شہِ عرب
ننھے گلے پہ تیر لگا آکے ہے غضب
فوارہ خوں کا زخم سے گردن کے بہہ گیا
جتنا پیا تھا دودھ لہو بن کے بہہ گیا

رگڑے یہ پاؤں ننھے کہ کھنکرو نکل پڑے
منہ سے انگوٹھے آنکھ سے آنسو نکل پڑے
ہو ہو کے ڈھیلے جوشنِ بازو نکل پڑے
حیدرؒ جہاں سے کھول کے گیسو نکل پڑے

شہؒ بولے قدر بڑھ گئی مجھ دل ملول کی
نذرِ حسینؑ آپ خدا نے قبول کی
پہنچے جو قتل گاہ میں شاہِ فلک جناب

راجہ محمود آباد (محمد امیر احمد خان محبوب)

سعی اصلاح میں مصروف تھے حضرت دن رات
فرض لوگوں پہ کیا آیتوں نے خمس و زکوٰۃ
مستحقین کو یہ بٹے رہے مثلِ صلوات
اب نہ وہ عہد رہا اور نہ وہ پہلی سی بات
حصے تھے خمس کے توحید و رسالت کیلئے
اور مخصوص کیا اہلِ قرابت کیلئے

بانو پچھلے پہر اصغرؑ کے لئے روتی ہے

باتو پچھلے پہر اصغرؑ کے لئے روتی ہے

ایک وہ جاگتی ہے خلقِ خدا سوتی ہے

سر کو بھی پیٹتی ہے جان کو بھی کھوتی ہے

یہ عجب غم ہے کہ تسکین نہیں ہوتی ہے

پیٹتے پیٹتے بے ہوش جو جاتی ہے

علی اصغرؑ ، علی اصغرؑ کی صدا آتی ہے

کبھی کونے میں وہ منہ ڈھانپ کے چلاتی ہے

اور کبھی صحن میں گھبرا کے نکل آتی ہے

کوکھ پکڑے ہوئے ہر ایک طرف جاتی ہے

ڈھونڈتی ہے مگر اصغرؑ کو نہیں پاتی ہے

تن کو لرزش ہے جدا اور ہے منہ زرد جدا

دل تڑپتا ہے جدا سینے میں ہے درد جدا

کبھی کہتی ہے کہ گھر میں مرے اندھیارا ہے
علی اصغرؑ کی جدائی نے مجھے مارا ہے
ہائے میں گھر میں ہوں جنگل میں مرا پیارا ہے
مہربانی جو کرے موت تو پُٹھکارا ہے

کب تلک راتوں کو ہم نالہ و فریاد کریں
یا الہی ، علی اصغرؑ مجھے اب یاد کریں

گود پھیلا کے کبھی کہتی ہے دلبر آجا
روح بے چین ہے آجا علی اصغرؑ آجا
دل تڑپتا ہے مرا گود کے اندر آجا
فاطمہؑ کے لئے آجا ، پئے حیدرؑ آجا

بوند پانی کے لئے ہائے تری جان گئی
آ میں صدقے گئی واری گئی قربان گئی

خلق سب سوتی ہے راتوں کو گھروں میں اپنے
 ہم اگر لیتے ہوں کروٹ تو قسم لو ہم سے
 نیند آتی مجھے ، پہلو میں اگر تم ہوتے
 تم تو اے لختِ جگر ، گود میں مرقد کی گئے
 یاد اس پالنے والی کی بھلائی تم نے
 پائنتی باپ کی اے لال بسائی تم نے
 بانو پچھلے پہر اصغر کے لئے روتی ہے

(بشکریہ شاعر و مصنف ، محقق و دانشور پروفیسر سید غلام عباس)

شاعر و سوز خواں ماجد رضا عابدی
 تجھے دیکھنا ہے وضو مرا ترا " عشق میری نماز ہے
 تو " ہی بخش دیتا ہے شاہیاں تو " بڑا غریب نواز ہے
 تو " نبی کی پشت پہ ہو اگر تو نمازِ حق بھی رُکی رہے
 تو حسینؑ ہے تو حسینؑ ہے تو " نماز کی بھی نماز ہے
 (بشکریہ شاعر و خطیب مولانا کمال حیدر رضوی)

امامؑ پاک کو جب اشقیانے گھیر لیا

امامؑ پاک کو جب اشقیانے گھیر لیا

مسافروں کو سپاہِ جفا نے گھیر لیا

نبیؐ کے لال کو فوجِ دغا نے گھیر لیا

علیؑ کے چاند کو کالی گھٹانے گھیر لیا

ستم شروع ہوئے صلح کا جواب ملا

غضب ہے ساتویں تاریخ سے نہ آب ملا

وہ قحطِ آب ، وہ سادات پر ہجومِ الم

نبیؐ کی آلؑ میں وہ شورِ العطش پیہم

وہ فکر و یاس وہ اندوہ وہ امامؑ اُمم

وہ شہؑ کو شوقِ عبادت وہ ظلمِ فوجِ ستم

ملا نہ چینِ نہم تک امامؑ صابر کو

بس ایک رات کی مہلت ملی مسافر کو

عزیز و یاور و ناصر جو چند تھے ہمراہ
سُحوں کو جمع کیا، شہؔ نے با غم جانکاہ
زُہیرِ قینِ و بُزیرِ و حبیبِ خود آگاہ
جنابِ اکبرِ و عباسِ و قاسمِ ذی جاہ
سُوئے امامِ جو سب یار و اقرباء آئے
تو اُٹھتے بیٹھتے بیمارِ کربلا آئے

جب آکے بیٹھ گئے سب وہ زاہد و ابرار
پکارے شاہِ ہدا غور سے سنیں دیندار
میں اس دیار سے جو رِ فلک سے ہوں ناچار
پھرے ہیں آلِ حبیبِ خدا سے ظلمِ شعار
یہ سنگدل نہ جفاؤں سے منہ کو موڑیں گے
کسی طرح یہ ستمگر نہ مجھ کو چھوڑیں گے

میں ان کے شر سے اماں پاؤں غیر ممکن ہے
وطن میں آل کو پہنچاؤں غیر ممکن ہے
یہاں سے پاؤں بھی سر کاؤں غیر ممکن ہے
میں کل کو قتل سے بچ جاؤں غیر ممکن ہے

خدا سے صبر و رضا کا ہے خواستگار حسینؑ
بس ایک رات کا مہماں ہے بے دیار حسینؑ

بلا میں کشتہ رنج و الم کو رہنے دو
فقط مسافرِ راہِ عدم کو رہنے دو
ستم رسیدہ و پابندِ غم کو رہنے دو
نہ تم رہو نہ علیؑ کے حرم کو رہنے دو

ہمارے بعد یہ ناچار در بدر نہ پھریں
رسولؐ زادیاں بلوے میں ننگے سر نہ پھریں
امامؑ پاک کو جب اشقیانے گھیر لیا / نسیمؑ

کتب میں ہے شبِ عاشور کا یہ حال لکھا

کتب میں ہے شبِ عاشور کا یہ حال لکھا

حرمِ سرا میں مصلے پہ تھے امامِ ہدیٰ

کبھی تھا شغلِ تلاوت کبھی یہ حق سے دعا

الہی صبر کی طاقت ہو میرے دل کو عطا

الہی احمدِ مُرسل سے سرخ رُو رکھنا

اس امتحان میں پیاسے کی آبرو رکھنا

انہی دعاؤں میں گزری جو رات ایک پہر

تو آئے خیمہٴ انصارِ پاک پر سرور

شگافِ در سے یہ دیکھا کہ جمع ہیں صفر

حبیبؐ کہتے ہیں یہ پیچ میں کھڑے ہو کر

علیؑ کے دوستو، کل روزِ رستگاری ہے

نبیؐ کی آلؑ پہ یہ وقتِ جاں نثاری ہے

یہ حال دیکھ کے شکرِ خدا بجلائے
بہادروں کی تمنا پہ تیرِ غم کھائے
وہاں سے خیمہ ہمشیر کی طرف آئے
بہن کا پیار جو دیکھا تو غم سے تھرائے
خود اپنے پیاروں کو رختِ کفن پہنایا ہے
ابھی سے دونوں گلوں کو کفن پہنایا ہے

یہ کہہ رہی ہیں کہ نصرت میں جد و کد کرنا
میں واری پیرویِ ضعیفِ صمد کرنا
کڑی اٹھا کے اخی کی بلا کو زد کرنا
بہادرو ، مرے ماں جائے کی مدد کرنا
وہ کیا غلام جسے الفتِ امامؑ نہیں
جو زن میں کام نہ آئے تو ماں سے کام نہیں

جو کام آؤ گے تم تو دعائیں میں دُوں گی
جو پھر کے آئے تو صورت کبھی نہ دیکھوں گی
تمام عمر کبھی منہ سے بھی نہ بولوں گی
قسم سے کہتی ہوں ہرگز نہ دودھ بخشوں گی
میں شاد ہوں گی جو برباد کر کے آؤ گے
جو ماں کو چاہتے ہو تم تو مر کے آؤ گے

بہن کی چاہ پہ رو کر بڑھے شہِ ذیجاہ
یہ دُر سے بیوۂ شہر کا حال دیکھا آہ
کہ دونوں پہلوؤں میں ہیں حسن کے نورِ نگاہ
ادھر ہیں قاسمؑ مضطر ادھر ہیں عبداللہ
یہ کہہ رہی ہیں کہ شہ گھر گئے ہیں آفت میں
میں واری جان لڑانا چچا کی نصرت میں

میں صدقے تم پہ بڑا حقِ شاہِ والا ہے
حسن کے بعد انہی نے تو گھر سنبھالا ہے
کبھی نہ مجھ کو نہ تم کو آلم میں ڈالا ہے
پدر کی طرح بڑی شفقتوں سے پالا ہے

چچا کے پاؤں پہ دونوں کا خون بہہ جائے

الہی کل زنِ بیوہ کی بات رہ جائے

کتب میں ہے شبِ عاشور کا یہ حال لکھا / نسیمؑ

لکھا ہے جب شبِ عاشور گزری ایک پہر

لکھا ہے جب شبِ عاشور گزری ایک پہر
حسینؑ آئے سُوئے خیمہٗ علی اکبرؑ
شکافِ دُر سے یہ دیکھا کہ وہ مہِ انور
فروغِ حُسن سے دولہا بنا ہے بستر پر
عجیب یاس سے ماں بار بار دیکھتی ہے
اُٹھا کے شمع ، رُخ گلِ عذار دیکھتی ہے

یہ دیکھتے ہی کلیجے پہ تیرِ غم کھائے
خدا یہ سانحہ دشمن کو بھی نہ دکھلائے
وہاں سے خیمہٗ عباسؑ کی طرف آئے
جری کی چاہ پہ فرطِ اَلْم سے چلائے
کبھی حسینؑ کے صدمے سے آہ بھرتے ہیں
کبھی حُسام کو صیقل سے صاف کرتے ہیں

جری کے سامنے کلثومؑ جان کھوتی ہیں
کسی خیال میں اشکوں سے منہ کو دھوتی ہیں
ردا کو آنسوؤں سے دم بہ دم بھگوتی ہیں
قریب بیٹھی ہوئی زار زار روتی ہیں
وہ رنج و غم ہے کہ حالت تباہ کرتی ہیں
فلک کو دیکھ کے ہر بار آہ کرتی ہیں

وہ کہہ رہے ہیں کہ خواہر نہ یوں بکا کچے
حضور اپنی طرف سے مجھے فدا کچے
نصیب کا نہ فلک سے کوئی گلا کچے
پس سمجھ کے مجھے شہؑ کا حق ادا کچے
مطیع سبطِ رسولؐ اٹام ہے عباسؑ
ہر اک عزیز کا اُن کے غلام ہے عباسؑ

بہن کی شان پہ رو کر بَشانِ ابرِ بہار
حسینؑ وان سے چلے سُوئے خیمہٴ بیمار
قریب جا کے پکارے کہ اے مرے وِلدار
رسولؐ پاک کی مَسد کے مالک و مختار
اُٹھو کہ میری شہادت قریب آ پہنچی
گلا کٹانے کی ساعت قریب آ پہنچی

وہ روکے بولے کہ ہے یہ کیا کہا بابا
ہماری زیت میں حضرت پہ یہ جفا بابا
مریض کیوں نہ ہو قربان ، میں فدا بابا
قریب مرگ ہوں مرنے سے خوف کیا بابا
حسینؑ بولے کہیں وہ بھی رَن پہ چڑھتا ہے
جو گل اشاروں سے پانچوں نمازیں پڑھتا ہے

تمہیں تو کل سے بڑا رنج و غم اٹھانا ہے
حرم کے ساتھ الم پر الم اٹھانا ہے
سنبھل سنبھل کے ہر اک جا قدم اٹھانا ہے
جو ہم سے اٹھ نہ سکا وہ ستم اٹھانا ہے
بتاؤ طوقِ گلو گیر کون پہنے گا
جو تم نہ ہو گے تو زنجیر کون پہنے گا

جو بیڑی سامنے آئے تو سر جھکا لینا
خوشی سے طوقِ گراں کو گلے لگا لینا
جو تازیانے بھی ماریں شقی تو کھا لینا
مگر شریعتِ اسلام کو چا لینا
پس فنا بھی حیاتِ دوام رہ جائے
وہ کیجیو کہ محمدؐ کا نام رہ جائے
لکھا ہے جب شبِ عاشور گزری ایک پہر / نسیمؒ

کوفہ کو چلا قاصدِ صغراً جو وطن سے

کوفہ کو چلا قاصدِ صغراً جو وطن سے

طے راہِ مسافت کی بڑے رنج و محن سے

ناگاہ گزر جب ہوا اُس ظلم کے بن سے

جب بن میں جدائی ہوئی شہ کے سر و تن سے

واں دیکھا کہ کچھ لاشے پڑے خون میں تر ہیں

زخمی ہیں بدن اور تنوں پر نہیں سر ہیں

دل میں یہ لگا سوچنے وہ قاصدِ غم خوار

کوفہ ہی کی جانب تو گئے تھے شہِ ابرار

آقا کی مرے خیر ہو اچھے نہیں آثار

حیدر کے گھرانے کے نشاں سب ہیں نمودار

کچھ اُن کو قرابت تھی حسینؑ اور حسنؑ سے

سادات کی خوشبو چلی آتی ہے بدن سے

روتا ہوا وہ لاشہ مروڑا پہ جو پہنچا
فریاد تھی ہے ہے مرے آقا، مرے آقا
کس طرح لعینوں نے تمہیں گھیر کے مارا
اس طرح کے ہیں زخم کہ دیکھا نہیں جاتا
کیسے کلمہ گو تھے رسولِ عربی کے
کس ظلم سے مارا ہے نواسے کو نبی کے

کی اپنے نبی زادے کی کیا عزت و توقیر
سرتابہ قدم خوں میں بھری چاند سی تصویر
کثرت سے ہیں زخم تیر و خنجر و شمشیر
نیزوں پہ تو نیزے ہیں پڑے تیروں پہ ہیں تیر
یہ گل سا بدن گھوڑوں سے پامال کیا ہے
ہے ہے میرے آقا ترا کیا حال کیا ہے

صغراً کا عجب حال ہے فرقت میں تمہاری
یہ ضعف کی شدت ہے کہ غش رہتا ہے طاری
جب آنکھ کھلی رو کے یہ نانی کو پکاری
کیا آئی سفر سے میرے بابا کی سواری
دمِ تن سے نکل جائے گا اس رنج و محن میں
کیا جائیے کب آئیں گے شبیرؑ وطن میں

پھر یاس سے سر رکھ دیا لاشے کے قدم پر
نوحہ تھا کہ ہے ہے اسد اللہ کے دلبر
صغراً جو تمہیں پوچھے تو میں کیا کہوں جا کر
اُس کو یہ تمنا ہے کہ اب آتے ہیں سرورؑ
یہ کہہ دوں کہ سر تن سے اتارا گیا صغراً
پر دیس میں بابا ترا مارا گیا صغراً
کوفہ کو چلا قاصدِ صغراً جو وطن سے / حزن

امتحان گاہ میں پہنچے جوشہ جن و بشر

امتحان گاہ میں پہنچے جوشہ جن و بشر

ظلم کیا کیا نہ سے کرب و بلا میں آکر

آ گیا آخری منزل پہ شہادت کا سفر

سب کا خوں بہ گیا، اب رہ گئے تنہا سرد

باپ کے واسطے بیٹی کا عریضہ لایا

ایک قاصد سَرِ مقلّ ، خطِ صغراء لایا

خط میں لکھا تھا کہ بس اب جلد ہی بلوائیں مجھے

یاد میں بالی سکی نہ کی نہ تڑپائیں مجھے

فرقتِ اصغرِ ناداں میں نہ رُلوائیں مجھے

بابا جاں، بھائی سے کہہ دیں کہ وہ لے جائیں مجھے

باپ کا دل ہی سمجھتا ہے جو حالت ہوگی

اُس گھڑی کیفیتِ ضبط ، قیامت ہوگی

خط پڑھا ، صبر کیا ، دل سے لگایا خط کو
قبرِ اصغرؑ پہ رکھا ، بیٹھے ، اُٹھایا خط کو
لاشِ اکبرؑ پہ گئے ، پڑھ کے سنایا خط کو
ایک پل بھی نہ نگاہوں سے ہٹایا خط کو
خط سے صغراً کی جو تصویر ابھر آتی تھی
ضبط کرنے پہ بھی اک آہ نکل جاتی تھی

آہ بھر کر یہ کیا قاصدِ صغراً سے کلام
شکر یہ بھائی ، کہ پہنچایا ہمیں یہ پیغام
میری سچی کو یہ احوال بتادینا تمام
اب نہ اصغرؑ ہیں ، نہ اکبرؑ ، یہ مصیبت کی ہے شام
اب سکیں سے بھی پتھر میں گے وہ ساعت آئی
ہم پہ یہ اور قیامت پہ قیامت آئی
امتحان گاہ میں پہنچے جوشِ جن و بشر / قسیم ابنِ نسیم
(بشکر یہ سوزِ خواں سید باقر حسین رضوی)

عباسؑ کو حسینؑ جو دریا پہ رو چکے

عباسؑ کو حسینؑ جو دریا پہ رو چکے
بھائی سے اپنے ہاتھ لبِ نہر دھو چکے
یاں تک کہ قتلِ اکبرؑ و اصغرؑ بھی ہو چکے
سینے پہ جو پلے تھے وہ مٹی میں سو چکے
تھے نوحہ گر ہر ایک تِنِ پاش پاش پر
قاسمؑ کی لاش پر کبھی اصغرؑ کی لاش پر

لشکر میں تھا یہ غل کہ دلاور کو مار لو
ہاں شہسوارِ دوشِ پیمبرؐ کو مار لو
سید کو بے دیار کو مضطر کو مار لو
سب مر چکے ہیں اب شہؑ صفر کو مار لو
قبضے میں تیغِ ظلم بھی تیر جفا بھی ہے
کہتے ہیں شہؑ بتاؤ میری کچھ خطا بھی ہے

رحم اب کرو میں پیکس و تنہا ہوں ظالمو
گزرے ہیں تین روز کہ پیاسا ہوں ظالمو
سید ہوں اور امام تمہارا ہوں ظالمو
سوچو ذرا میں کس کا نواسا ہوں ظالمو
ہوگا بھلا نہ صابر و شاکر کو مار کر
پچھتاؤ گے غریب مسافر کو مار کر

مدِّ نظر ہے تم کو اگر قتل ہی مرا
سُن لو یہ اک وصیتِ آخرِ مری ذرا
بچوں پہ رحم کیجیو اے قومِ بے حیا
زہراً سے کم نہیں مری بہنوں کا مرتبہ
مرنے کے بعد مجھ پہ یہ احسان کیجیو
زینبؑ کے سر سے بلوے میں چادر نہ لپیو

اس آن میں ہوئے شہِ پیکس پہ اتنے وار
جتنے چھبے تھے تیر بدن سے ہوئے وہ پار
تڑپے زمیں پہ گر کے امامِ فلک وقار
فریادِ فاطمہؑ سے ہلا عرشِ کردگار
تڑپا زمیں پہ جسم ، شہِ مشرقین کا
غل تھا کہ جلد کاٹ لو اب سرِ حسینؑ کا

ناگہ پکڑ کے تیغ ، بڑھا شمر بد شعار
قرآن پر شقی نے رکھا پائے نابکار
سرِ ننگے گھر سے نکلی سیکینہ جگر فگار
دیکھی گلے پہ باپ کے جس دم پٹھری کی دھار
چلاتی تھی ارے شہِ والا کو چھوڑ دے
سرِ میرا کاٹ لے مرے بابا کو چھوڑ دے

ہر چند پستی رہی ناداں بصد ادب
فریاد کو یتیم کی سنا تھا پر وہ کب
خنجر گلے پہ رکھ دیا حضرت کے ہے غضب
سو کھی زباں دکھا کے کہا شاہؔ نے یہ تب
ظالم سکینہؔ خیمے میں جالے تو ذبح کر
پانی ذرا سا مجھ کو پلا لے تو ذبح کر

حضرت تو پانی پانی پکارا کیئے ادھر
کاٹا کیا گلے کو ادھر شمر بد گھر
دوڑی نکل کے خیمے سے زینبؓ برہنہ سر
چلتی تھی دو قدم کبھی گرتی تھی خاک پر
کہتی تھی آہ کس سے میں اب التجا کروں
لٹتا ہے گھر مرا ارے لوگو میں کیا کروں
عباسؓ کو حسینؓ جو دریا پہ روچکے

جب رن میں سبط احمد مختار گھر گیا

جب رن میں سبط احمد مختار گھر گیا

سید ، غریب و بے کس و بے یار گھر گیا

اہل حرم کا قافلہ سالار گھر گیا

لشکر تمام ہو گیا سردار گھر گیا

غل تھا امان دو نہ شہ مشرقین کو

نوکوں سے برچھیوں کی گرادو حسین کو

جس وقت تھا یہ حشر یہ ماتم یہ شور و شر

آ پہنچا اک مسافر غربت زدہ ادھر

نکلا تھا گھر سے شوقِ نجف میں وہ خوش سیر

چھوڑے ہوئے وطن اُسے گزرا تھا سال بھر

بے خانماں کو عشق ، خدا کے ولی کا تھا

مشاق وہ زیارتِ قبرِ علیؑ کا تھا

پہنچا جو کربلا میں تو دیکھا یہ اُس نے حال
تہا کھڑا ہے ایک مسافر لہو میں لال
فوجیں ستم کی گرد ہیں آمادہ قتال
چلتے ہیں تیر پانی کا کرتا ہے جب سوال
از بس کہ اہل درد تھا بیتاب ہو گیا
پانی کے مانگنے پہ جگر آب ہو گیا

کہنے لگا لرز کے وہ ذی قدر و نیک نام
اللہ کس قدر ہے پُر آشوب یہ مقام
دریا خدا نے خلق کئے بہر فیضِ عام
مرتا ہے بے اجل یہ ستم کش یہ تشنہ کام
ان سے بشر ڈرے جنہیں خوف خدا نہیں
جلدی نکل چلو یہ ٹھہرنے کی جا نہیں

دو چار گام چل کے یہ سوچا وہ نامور
مظلوم کی دعا میں ہے ہر طرح کا اثر
واللہ برّگزیدۃ حق ہے یہ خوش سیر
کر لیجے التماس دعا ہاتھ باندھ کر
تیغوں میں اُس کے پاس چلو جو خدا کرے
آساں ہو مشکلیں جو یہ بے کس دعا کرے

آیا جو کانپتا ہوا وہ شاہِ دیں کے پاس
کی عرض اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اے فلکِ اساس
مولاً جواب دیکے یہ بولے بہ درد و یاس
آنا ہوا کدھر سے ترا اے خدا شناس
عرض اُس نے کی غلامِ شہِ ذوالفقار ہوں
بے کس ہوں بے نوا ہوں غریبُ الدّیّار ہوں

عرض اُس نے کی حسینؑ سے اور ہے یہ التجا
کچے اٹھا کے ہاتھ مرے حق میں یہ دعا
پہنچا دے مجھ کو قبرِ علیؑ پر مرا خدا
مولاؑ نے آسماں کی طرف دیکھ کر کہا
جس کو نہیں زوال وہ دولت نصیب ہو
یاربِ اے علیؑ کی زیارت نصیب ہو

تسلیم کی جو اُس نے تو بولے شہِ انام
قبرِ نبیؐ پہ جا کے یہ کہنا پس از سلام
آتے ہیں آپ درد و مصیبت میں سب کے کام
یہ ٹیکس و غریب بھی ہے آپ کا غلام
تہما ہوں دشمنوں میں خبر آ کے لیجئے
ہنگامِ ذبح ، گود میں سر آ کے لیجئے

سن کر یہ شہ سے یولانہ جائے گا اب غلام
بس جی چکا بہت یہی مرنے کا ہے مقام
اب دیجئے رضا کہ بڑھوں کھینچ کر حُسام
وہ کام چاہیے کہ رہے تا بہ حشر نام
دیندار ہوں نہ ترک رفاقت کرونگا میں
اب مر کے شیرِ حق کی زیارت کرونگا میں

قدموں پہ لوٹ کر یہ پکارا وہ دردناک
اظہارِ اسمِ اقدسِ اعلیٰ میں کیا ہے باک
بتلائیے کہ غم سے مراد دل ہے چاک چاک
چُپ ہو گئے تڑپنے پہ اُس کے امامِ پاک
یہ تو نہ کہہ سکے کہ شہِ مشرقین ہوں
مولانا نے سر جھکا کے کہا میں حسین ہوں
جب رن میں سبطِ احمدِ مختار گہر گیا

جب قتل رن میں ہو چکا لشکر حسینؑ کا

جب قتل رن میں ہو چکا لشکر حسینؑ کا

باقی رہا نہ ناصر و یاور حسینؑ کا

دشمن جو تھا ہر ایک ستم گر حسینؑ کا

غل پڑ گیا کہ کاٹ لو اب سر حسینؑ کا

پیا سے پہ ابر ، شام کے لشکر کا چھا گیا

مظلوم اہل ظلم کے زرعے میں آ گیا

کہتا تھا کوئی تیر لگاؤ حسینؑ کو

تلواروں سے لہو میں ڈباؤ حسینؑ کو

کہتا تھا شمر گھیر کے لاؤ حسینؑ کو

گھوڑے سے جلد نیچے گراؤ حسینؑ کو

کیا چپکے دیکھتے ہو منہ اس تشنہ کام کا

سر کاٹ لو حسین علیہ السلام کا

جب تیر آ کے لگتا تھا جسم حسینؑ پر
خمیے کو تکتے جاتے تھے منہ پھیر پھیر کر
کہتے تھے دل سے رو کے شہنشاہِ بحر و بر
زینبؑ کہیں نہ خمیے سے نکلے برہنہ سر
بانوؑ کو اے کریم مرے غم میں صبر دے
زینبؑ کو اے خدا مرے ماتم میں صبر دے

زینبؑ نے اپنے بھائی کی جب یہ سنی صدا
گھبرا کے آئی ڈیوڑھی پہ وہ غم کی بتلا
دیکھا کہ شہؑ کو گھیرے ہے سب فوجِ اشقیاء
امت کی مغفرت کی ، ہیں شہؑ کر رہے دُعا
کوئی قریب آ کے ہے شمشیر مارتا
اور جسم پاک پر ہے کوئی تیر مارتا

زینبؑ پکاریں تیر یہ مجھ پہ لگاؤ تم
 بھائی کے بدلے خون میں مجھ کو ڈباؤ تم
 نیزے پہ کاٹ کر مرے سر کو چڑھاؤ تم
 فرزندِ فاطمہؑ پہ نہ اب ہاتھ اٹھاؤ تم
 پانی کو تین روز سے محروم ہے حسینؑ
 سید ہے بے گناہ ہے مظلوم ہے حسینؑ
جب قتلِ رن میں ہو چکا لشکر حسینؑ کا

عظمتِ بلگرامی

کر کے وضو نظر نے شرابِ طہور سے
 دیکھا جمالِ زوئے محمدؐ غرور سے
 تہذیب و فن ، تمدن و اخلاق و آگہی
 سب مل کے بھیک مانگ رہے ہیں حضورؐ سے

جب آخری سلام کو خیمے میں آئے شاہ

جب آخری سلام کو خیمے میں آئے شاہ

رخصت کیا ہر ایک کو باحالتِ تباہ

کبراً پہ اور سیکینہؑ پہ حسرت سے کی نگاہ

فرمایا صبر دے تمہیں خلاقِ مہر و ماہ

دے کر دِلا سے آئے جو سجادؑ کے قریں

دیکھا پڑا ہے غش میں وہ بانو کا مہ جبیں

بازو پلا کے بولے شہنشاہؑ نامدار

غفلت کا وقت یہ نہیں اٹھو پدر نثار

زینبؑ کی اور بانوؑ کی چادر سے ہوشیار

گھبرا کے اٹھے سیدؑ سجادؑ ایک بار

دیکھا زمانہ ہوتا ہے خالی حسینؑ سے

بیووں میں حشر برپا ہے زینبؑ کے بن سے

پوچھا پدر سے آئے ہیں تنہا شہِ اُمم؟
نہ سایہِ علم ہے نہ عباسِ ذی حشم
کس حادثے میں ہو گئی مولا کی پشت، خم
چہرے پہ خون کیسا ہے اور چشم کیوں ہے نم
قاسم کہاں ہیں اکبرِ ذیشان کیا ہوئے
شہ نے کہا کہ سب رہِ حق میں فدا ہوئے

اُمت نے نانا جان کی برباد کر دیا
تنہا پدر ہے حلق ہے اور خنجرِ جفا
کچھ دیر بعد خیمے جلائیں گے اشقیا
چھینیں گے سر سے زینبؑ و کلثومؑ کی ردا

اب تم امامِ عصر ہو ہمت سے کام لو
طوفاں کی زد میں آلؑ کی کشتی ہے تھام لو

مولاً کے اس بیان پہ محشر پیا ہوا
اہلِ حرم میں رونے کا اک غلغلہ اٹھا
دوڑی سکینہ آن کے دامن پکڑ لیا
بولی نہ زن کو جاؤ پیمبرؐ کا واسطہ
قربان جاؤں کس کے میں سینہ پہ سوؤں گی
بیا جو تم نہ ہو گے تو راتوں کو روؤں گی

منہ چوم کر حسینؑ نے گودی میں لے لیا
دامن سے اشک پونچھ کے بولے شہ ہدا
بھائی کا سایہ سر پہ تمہارے رکھے خدا
ماں باپ کس کے زندہ رہے ہیں یہاں سدا
سب کو فنا ہے شک نہیں حق کے کلام میں
ہی ملی کو لینے آئینگے ہم قیدِ شام میں
جب آخری سلام کو خیمے میں آئے شاہ
(داروغہ امیر محمد رضوی سبزواری امیر چھولسی)

جب ماریہ کے دشت میں وارد ہوا زعفرؓ

جب ماریہ کے دشت میں وارد ہوا زعفرؓ

میدان میں اکیلے تھے کھڑے سب پیمبرؐ

سرتابہ قدم خون میں آلودہ تھے سرورؓ

اور ریگ بیاباں تھی بھری زخموں کے اندر

اس پیاس میں منہ آنسوؤں سے دھوتے تھے مولاً

اک چھوٹی سی تربت پہ کھڑے روتے تھے مولاً

تھے لاشِ پسر پر ابھی گریاں شہؓ ابرار

جو زعفرؓ جن سامنے سے آ گیا یکبار

شہؓ نے کہا اے شخصِ خبردار ، خبردار

بے سرتابہ ہیں پڑے یاں مرے سب یاور و انصار

یہ پھول ہیں سب باغِ شہؓ جن و بشر کے

لاشے نہیں ٹکڑے ہیں یہ زہراؓ کے جگر کے

× یہ اُن کے ہیں لاشے جو تھے مظلوم کے یاد
یہ اُن کے ہیں لاشے جو پیاسے ہوئے بے سر
ٹکڑے ہوئے تیغوں سے یہاں قاسمؑ مضطر
اے شخص یہاں دفن ہوئے ہیں علی اصغرؑ

زینبؑ کے یہاں گود کے پالے کا ہے لاشہ
اس جا پہ مرے گیسوؤں والے کا ہے لاشہ

شہؑ نے کہا تو کون ہے ، کیا نام ہے تیرا
یاں کس لئے تو آیا ہے مطلب ہے ترا کیا
ہر چند کہ بے کس ہوں ، میں زخمی ہوں سر اِپا
لیکن مجھے مجبور تو ہر گز نہ سمجھنا

سب مر گئے اس پر نہیں ناچار ابھی ہوں
پیکس ہوں مگر کُل کا مددگار ابھی ہوں

کی عرض یہ زعفران نے کہ اے سیدِ والا
تیرا تو مددگار ہے وہ خالقِ یکتا
تو گل کا مددگار ہے پروا ہے تجھے کیا
پر کیجئے منظور مری عرض اے آقا
لوٹے نہ کوئی آلِ رسولِ عربی کو
خیمے کی نگہبانی کا دو اذن مجھی کو

یہ بات جو شبیرؑ کو زعفران نے سنائی
رونے لگے وہ بادشہٴ کرب و بلائی
یاد آگئی ناموس کی اُس وقت تباہی
کننے لگا زعفران سے وہ خالق کا فدائی
محتاج حرم ہوویں گے اک ایک ردا کے
سادات کی عزت ہے بس اب آگے خدا کے

اے بھائی کروں کیا تجھے خیمے کا نگہباں
زینبؑ کو تو جانا ہے ابھی باسرِ عریاں
اہلِ حرمِ شاہؑ کو ہے دیکھنا زنداں
جلنے ہیں ابھی خیمہ شاہنشہؑ دوراں

قید ہوئیگی سب عترتِ سلطانِ مدینہ
ظالم کے طمانچے ابھی کھائیگی سکینہؑ

جب ماریہ کے دشت میں وارد ہوا زعفرؑ

(بشکریہ مفکر و سوز خواں سید تقی الحسن فرزند سوز خواں وصی الحسن امر و ہوی)

رضا الہ آبادیؒ

رضا ہے جس پہ تصدق متاعِ کون و مکاں

اک ایسے غم سے مری زندگی عبارت ہے

(بشکریہ سوز خواں ناطق علی نقوی اربی)

جب کربلا میں شاہ کا لشکر ہوا شہید

جب کربلا میں شاہ کا لشکر ہوا شہید

اکبر ہوا شہید اور اصغر ہوا شہید

عباس اور قاسم مضطر ہوا شہید

تہا حسین رہ گئے سب گھر ہوا شہید

زعفر سے بات جن نے ، یہ باشور و شین کی

اب تک خبر نہیں تھے آقا حسین کی

پھرے سکنہ لب پہ زباں پانی تو پیے

اکبر تو کھائے زخم سناں پانی تو پیے

اصغر ہو قتل ، تشنہ دہاں پانی تو پیے

واں آقا تیرا پیاسا ہے یاں پانی تو پیے

کس منہ سے پیش فاطمہ محشر میں آئے گا

اُس دن بتا کہ کون تھے بخشوائے گا

زَعْفَرُ نے پوچھا تجھ کو یہ کیونکر ہوئی خبر
یو لا وہ جن مَحَدِ ادب ہاتھ باندھ کر
اک دن ہوا تھا میرا نجف کی طرف گزر
پہنچا جوں ہی میں قبرِ جنابِ امیرؑ پر
دیکھا ضريحِ شاہِ نجف تھر تھراتی ہے
ہے ہے حسینؑ پیارے کی آواز آتی ہے

سُن کر صدا جو میں گیا بَرِ مرقدِ ملول
کی عرض ہاتھ باندھ کر اے نائبِ رسولؐ
لرزش میں کیوں مزار ہے کیوں آپ ہیں ملول
بندہ بھی مُطَّلَع ہو مری عرض ہو قبول
آئی ندا کہ شاہِ زَمَن قتل ہوتا ہے
میرا حسینؑ تشنہ دہن قتل ہوتا ہے

یہ سُنئے ہی ضریح سے آنکھوں کو وہ ملا
پیتاب ہو کے دشتِ بلا کی طرف چلا
دیکھا جو اُس نے نقشہ میدانِ کربلا
لشکر ہے سر کٹائے پڑا، خوں میں ہے بھرا
حسرت سے شاہِ لاشوں پہ کرتے نگاہ ہیں
خیمے میں اہل بیتؑ ہیں، زرغے میں شاہِ ہیں

سبِ نبیؐ پہ اُس نے جو کی غور سے نگاہ
اک لاشِ ننھی ہاتھوں پہ اپنے لئے ہیں شاہِ
منہ چومتے ہیں، گاہ گلا چومتے ہیں آہ
ہر مرتبہ یہ کہتے ہیں جو مرضیٰ الہ
وہ ننھی لاشِ سینے سے اپنے لگاتے ہیں
بچے کی قبرِ سبِ پیمبرؐ بناتے ہیں

تلوار سے جو کھود چکے قبر ، شاہِ دیں
عمامہ اپنا پھاڑ کے سردارِ مومنیں
کفنانے کو اٹھالیا ہاتھوں پہ نازنیں
کرتا اتارا دفن کیا اپنا مہ جبیں
پیوند خاک جبکہ اُسے شہ نے کر دیا
گرتا شلوکا ننھی سی تربت پہ رکھ دیا

تیرِ ستم نے زیت کا نقشہ بگاڑ کے
اک ماں کی حسرتوں کے چمن کو اُجاڑ کے
کاٹا قضا نے نخلِ تمنا اکھاڑ کے
سُن کر یہ ذکر ، غم سے ہوں ٹکڑے پہاڑ کے
ننھی سی قبر کھود کے اصغرؑ کو گاڑ کے
شبیرؑ اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے
جب کربلا میں شاہؑ کا لشکر ہوا شہید

جب ہوئی ظہر تلک قتل سپاہِ شبیرؑ

جب ہوئی ظہر تلک قتل سپاہِ شبیرؑ

بجز اصغرؑ نہ رہا نورِ نگاہِ شبیرؑ

تھی فقط روحِ علیؑ ، پشتِ پناہِ شبیرؑ

حق سے کہتے تھے کہ تو رہو گواہِ شبیرؑ

سَرِ فدا کر کے شریکِ شہدا ہوتا ہوں

آج میں تیری امانت سے ادا ہوتا ہوں

اب نہ قاسمؑ مرا باقی ہے نہ اکبرؑ باقی

نہ علمدارِ سلامت ہے نہ لشکرِ باقی

بھانجے بیٹے بھتیجے نہ برادرِ باقی

اب فقط سَرِ مرا باقی ہے اور اصغرؑ باقی

قتلِ اصغرؑ ہو ، مرا سَرِ بھی جدا ہو جائے

اس امانت سے بھی شبیرؑ ادا ہو جائے

یا خدا تجھ پہ میں صدقے مرا لشکر بھی نثار
دل فدا، جان فدا، روح فدا، سر بھی نثار
علی اکبرؑ بھی نثار اور علی اصغرؑ بھی نثار
تجھ پہ باقرؑ بھی فدا، عابدؑ مضطر بھی نثار

میں نے جو کچھ ترے دربار سے پایا مولا
سب تری راہ میں خوش ہو کے لٹایا مولا

وہ کلیجے پہ دھرے ہاتھ پڑے ہیں اکبرؑ
ہے وہ عباسؑ دلاور وہ حسنؑ کا دلبر
ایک اک پیارے کو قربان کیا گن گن کر
کی امانت میں خیانت نہ ذرا، اے داور
تو نے دولت تھی جو مجھ خاک نشیں کو سوپنی
وہ امانت تری بندے نے زمیں کو سوپنی

بندہ پُروڑ میں ہوں اک عبدِ غریب و احقر
پیکس و بے پدر و بے وطن و بے مادر
منزلِ ملکِ عدم میں ٹوٹا ہوا رہبر
نہ تو اُس راہ سے آگاہ نہ منزل کی خبر
شوق بھی رعب بھی مجھ کو تری درگاہ کا ہے
سامنا بندۂ ناچیز کو اللہ کا ہے

ناگہاں آئی یہ آوازِ خدائے کونین
بس مرے بندۂ پیکس مرے مظلوم حسینؑ
شکر وہ کرتا ہے تو آج بصد شیون و شین
مجھ کو شرم آتی ہے اے فاطمہؑ کے نورِ لعین
تشنہ کامی میں نہیں کام لبِ دریا سے
آفریں اے مرے چومیس پیر کے پیاسے
جب ہوئی ظہر تلک قتل سپاہِ شبیرؑ / مرزا دبیرؑ

جب خاتمہ بخیر ہوا فوج شاہ کا

جب خاتمہ بخیر ہوا فوج شاہ کا
کوثر پہ قافلہ گیا پیاسی سپاہ کا
گھر لٹ گیا جناب رسالت پناہ کا
خاک اڑ رہی تھی حال یہ تھا بارگاہ کا

وہ بھائی ، وہ رفیق ، نہ وہ نورِ عین تھے
زرغے میں دشمنوں کے اکیلے حسین تھے

پُر خوں جبیں ، پھٹے ہوئے کپڑے ، بدن پہ خاک
چادر سیاہ ، ایک گریباں ، ہزار چاک
دل بھی جگر بھی سینہ پُر خوں بھی دردناک
یکس بہن کے حال پہ روئے امام پاک

فرمایا خوں میں اکبرؑ مہ رو نہائے ہیں
ہم ان کی لاش چھوڑ کے رخصت کو آئے ہیں

عباسؑ اب کہاں ہیں کہاں اکبرؑ حسین
اعدا کو بڑھ کے روکنے والا کوئی نہیں
خمیے تک آنہ جائے کہیں فوج اہلِ کیں
رخصت کرو حسینؑ کو اے زینبؑ حزیں
لا دو رسولؑ پاک کا رختِ گھن ہمیں
پہنادو اپنے ہاتھ سے زینبؑ کفن ہمیں

وہ بولی میری جان نکل لے تو جائیے
خنجرِ اجل کا حلق پہ چل لے تو جائیے
مضطر ہے جی بہن کا سنبھل لے تو جائیے
اچھا ذرا سکینے بہل لے تو جائیے
بالوں پہ خاک اڑا کے منہ اشکوں سے دھو تو لوں
ماں جائے بھائی میں تجھے جی بھر کے رو تو لوں

دیکھا یہ کہہ کے بالی سکینہ کو یاس سے
لپٹی وہ دوڑ کر شہِ گردوں اُساس سے
طاقت نہ تھی کلام کی ہر چند پیاس سے
بولی وہ تشنہ کام شہِ حق شناس سے
کیا اس بلا کے بن سے تہیہ سفر کا ہے
صدقہ گئی بتاؤ ارادہ کدھر کا ہے

فرمایا شہ نے ہاں یہ سفر ناگزیر ہے
آؤ گلے لگو کہ یہ وقتِ اخیر ہے
اب آرزوئے قربِ خدائے قدیر ہے
تنہا ہیں ہم ، سپاہِ مخالف کثیر ہے
طے ہو یہ مرحلہ جو عنایتِ خدا کرے
جس کا نہ کوئی دوست ہو ٹی ٹی وہ کیا کرے
جب خاتمہ بخیر ہوا فوجِ شاہِ کاکا

یہ کہہ کے پیاری بیٹی سے ، دیکھا ادھر ادھر
پوچھا کدھر ہیں بانوئےؔ ناشاد و نوحہ گر
فضہؔ نے عرض کی کہ ادھر پیٹتی ہیں سر
رُخصت کی بھی حضور کی اُن کو نہیں خبر
لب پر گھڑی گھڑی علی اکبرؔ کا نام ہے
چلئے ذرا کہ کام اب اُن کا تمام ہے

سُن کر صدا حسینؑ کی چونکی وہ نوحہ گر
کی عرض سر جھکا کے قدم پر پشیم تر
تہا حضور آئے ہیں باندھے ہوئے کمر
صاحب کہاں ہے منتوں والا مرا پسر
ایسا نہیں جو دُکھ میں جدا ہووے باپ سے
اپنے مراد والے کو لوں گی میں آپؐ سے

اے جانِ فاطمہؑ مرا پیارا کدھر گیا
آماں کی زندگی کا سہارا کدھر گیا
وہ تین دن کی پیاس کا مارا کدھر گیا
سیدانیوں کی آنکھ کا تارا کدھر گیا
باتیں یہ سُن کے کہنے لگے شاہِ بحر و بر
یارب جُدانہ ہو کسی ماں سے جواں پسر
جب خاتمہ بخیر ہوا فوجِ شاہ کا

☆☆☆☆☆

وقارِ محسن

اجل کو ہوگئی آخر کو ماتِ مقتل میں
حسینؑ بانٹ رہے تھے حیاتِ مقتل میں
وہی کیا جو کہا تھا رسولِ اکرمؐ نے
رکھی حسینؑ نے نانا کی باتِ مقتل میں
(بشکریہ سوزِ خواں ماسٹر محمود زیدی و بشیر علوی)

جس دم نگینِ خاتمِ پیغمبرانؐ گرا
جس دم نگینِ خاتمِ پیغمبرانؐ گرا
رونقِ اُٹھی زمیں سے امامؐ زماں گرا
گرنے پہ سب گروہ لئے برچھیاں گرا
ہے نہ ان جفاؤں پہ بھی آسماں گرا
زہراؑ سے پوچھیے یہ قلقِ نورِ عین کا
تینا زمیں کا اور تڑپنا حسینؑ کا

زینبؑ کا وہ تڑپنا وہ گھبرانا یاس کا
وہ تھر تھرانا دل کا وہ اڑنا حواس کا
کہنا بِلک بِلک کے یہ کلمہ ہر اس کا
اے شمر ، واسطہ علی اصغرؑ کی پیاس کا
لِلّٰہِ تین روز کے پیاسے کو چھوڑ دے
صدقہ نبیؐ کا اُن کے نواسے کو چھوڑ دے

تھم جا خدا کو مان ، حبیبِ خدا کو مان
زہرا کو مان ، حضرتِ مشکل کشا کو مان
سوگند فقر و فاقہ آلِ عبا کو مان
اپنی رسولِ زادی کی تو التجا کو مان
سارے بزرگ مر گئے مجھ بد نصیب کے
میرا کوئی نہیں ہے سوا اس غریب کے

اے شہر میں گلے سے لگا لوں تو ذبح کر
بھائی سے مل کے خیمے میں جا لوں تو ذبح کر
کچھ درد اپنے دل کا سنا لوں تو ذبح کر
سید کو قبلہ رو میں بٹا لوں تو ذبح کر
پانی تو بھوکے پیاسے کو اے بد خصال دے
ہے وقتِ ذبح آنکھوں پہ کپڑا تو ڈال دے

اے شمر تجھ کو خالقِ اکبر کا واسطہ
اے شمر تجھ کو روحِ پیمبرؐ کا واسطہ
اے شمر تجھ کو حیدرِ صفر کا واسطہ
اے شمر تجھ کو ننھے سے اصغرؑ کا واسطہ

لِلّٰہِ کر نہ ذِبح ، شہِ مشرقین کو
میں بھیک مانگتی ہوں مجھے دے حسینؑ کو

یہ کہتے کہتے سُت ہوئی دم اُلٹ گیا
سرِ پیٹتی یہ رہ گئی سرِ شہِ کا کٹ گیا
یوں لاش پہ گری کہ جگر سب کا پھٹ گیا
بانہیں گلے میں ڈال کے لاشہ لپٹ گیا

ماں کی طرح تھی عاشقِ شاہِ زمن بہن
یہ بھائی بھائی کہتی تھی لاشہ بہن بہن

جس دم نگینِ خاتمِ پیغمبرانؐ گرا

یہ دن وہ ہے کہ قتل ہوئے سرورِ زمن
بلوے میں بے ردا ہوئی شبیر کی بہن
ڈوبا لہو میں آج سکیںہ کا پیرہن
شہزادیوں کے شانے میں باندھی گئی رسن

یہ دن ہے رخصتِ شہِ عالی مقام کا
ماتم کرو حسین علیہ السلام کا

مدفون ہوئے نہ شاہِ زمن وا مصیبتا
ممکن ہوا نہ غسل و کفن وا مصیبتا
بھائی کو رو سکی نہ بہن وا مصیبتا
کیسے اٹھائے رنج و محن وا مصیبتا

غم آج تک ہے خلق میں تازہ حسین کا
اٹھا نہ کربلا میں جنازہ حسین کا
جس دم نگین خاتم پیغمبران گرا

پیاسا ہے کئی دن سے یذالہ کا جانی

پیاسا ہے کئی دن سے یذالہ کا جانی
کہتے ہیں کچھ اور منہ سے نکل جاتا ہے پانی
زخمی کو تو ہوتی ہے بہت تشنہ دہانی
ایک بوند بھی دیتے نہیں وہ ظلم کے بانی

تنہا کو ہیں شمشیر پہ شمشیر لگاتے
وہ کہتا ہے پانی دو ، تو ہیں تیر لگاتے

کہتا ہے کوئی قاسم بے پر کو بلاؤ
کہتا ہے کوئی اپنے برادر کو بلاؤ
ہنس کر کوئی کہتا ہے کہ اکبر کو بلاؤ
پھر تیر سے ماریں علی اصغر کو بلاؤ

عرصہ ہوا ہاتھ آپ کو ملتے نہیں دیکھا
میدان میں زینب کو نکلتے نہیں دیکھا

فرماتے تھے شہ " لاشہ اکبر " پہ یہ جا کر
بابا کی مدد کرنے کو اٹھو علی اکبر
سننے ہو مجھے کہتے ہیں کیا کیا یہ ستم گر
دیکھو ہمیں تیغوں سے لعین کرتے ہیں بے سر
تو لے ہوئے شمشیر ہر اک دشمنِ دیں ہے
اللہ تو اک سر پہ ہے اور کوئی نہیں ہے

شہ " لاشِ علمدار سے فرماتے تھے رو رو
عباسِ علی جلد مدد کرنے کو اٹھو
تلواریں لگاتے ہیں ہمیں ظالم بد خو
اے راحتِ جاں بھائی کی مظلومی کو دیکھو
اس دم کوئی ہمدم ہے نہ یاور ہے ہمارا
خنجر تو ہزاروں ہیں اور اک سر ہے ہمارا

شہؑ نے کہا گھوڑے سے کہ اے اسپِ وفادار
جا تو بھی کہ اب ہوتا ہے بے سَر ترا اسوار
ہمد مرے اب بانوئےؑ پیکس سے خبردار
لے جائیو جس سمت چلی جائے وہ ناچار
جان اپنی نہ تو بہرِ شہِ جنّ و بشر دے
جا اہلِ حرم کو مرے مرنے کی خبر دے

پوچھے مجھے گرِ بالی سکنہؑ تو سُناتا
بی بی ترا بابا ہوا جنت کو روانا
ہوے گا نہ اب سیدِ مظلوم کا آنا
راتوں کو نہ نیند آئے تو آنسو نہ بہانا
ہم تو رہِ معبود میں اب مرتے ہیں بی بی
بن باپ کے بچے نہیں ضد کرتے ہیں بی بی
بیاسا ہے کئی دن سے یذالّٰہ کا جانی / میرا نیسؑ

لُوثا گیا جو آلِ محمدؐ کا کارواں
لُوثا گیا جو آلِ محمدؐ کا کارواں
افسردہ و مملول حرم میں تھیں نبی بیاں
اٹھتا تھا دل سے زینبؓ مغموم کے دُھواں
تہا زمین پر تھے امامِ فلکِ نشاں
سانچے میں صبر و ضبط و رضا کے ڈھلے ہوئے
چہرے پہ خاکِ تربتِ اصغرؑ ملے ہوئے

یوں ہو رہی تھی روحِ پیمبرؐ سے گفتگو
ناتا خدا نے آج کیا مجھ کو سُرخ رُو
اسلام کو مٹا نہ سکے دین کے عدو
باطل کے دل میں رہ گئی ناپاک آرزو
کیا احمریں ہے چہرہٴ حق دیکھ لیجئے
گلِ رنگ ہے زمیں کا ورق دیکھ لیجئے

اس کا نہیں ملال کہ خود تشنہ لب ہیں ہم
ساحل پہ ہے گڑا ہوا عباسؑ کا علم
تاریخِ روزگار پہ ہے خون سے رقم
سقائے اہلیتؑ کے بازو ہوئے قلم

ریتی پہ اک نشانِ وفا ثبت رہ گیا
پانی کے ساتھ خونِ علمدار بہ گیا

اکبرؑ کے زخمِ سینہ سے اُبلا تھا جو لہو
اُس نے بڑھائی آپکے وارث کی آبرو
ایسی جوان موت کہ رونے لگے عدو
ایسی اجل کی ہوگی ، فرشتوں کو آرزو

رشتہ خدا سے اور رگِ گردن کٹی ہوئی
کیا سچ رہی تھیں خاک سے زلفیں اُٹی ہوئی

کس شان سے شہید ہوا قاسمؑ جواں
نوشاہ جیسے کوئی چلا ہو سُوئے جناں
سرے کے پھولِ حُسنِ عمل کے فسانہ خواں
اک ایک زخم ، ذوقِ شہادت کی داستاں
اسلام سربلند ہو ، اس اشہاک میں
اپنا شباب آپ ملایا ہے خاک میں

دیکھا ہے سب نے عونؑ و محمدؑ کا شوقِ جنگ
کیسی شہید ہونے کی دونوں میں تھی اُمنگ
دونوں کی ایک شان تھی دونوں کا ایک ڈھنگ
دونوں جما گئے دلِ باطل پہ اپنا رنگ
دونوں سے موت آ کے ہم آغوش ہو گئی
زینبؑ کی مامتا بھی تہہ خاک سو گئی

گو تشنہ کام تھا مرا ششماہہ نیم جاں
لب تھے جو خشک خشک تو سوکھی ہوئی زباں
اُس نے بھی مسکرا کے دیا اپنا امتحاں
گردن پہ زخم تیر سہہ پہلو کہ الاماں
اب حشر تک وہ رہ نہ سکے گی سکون سے
جتنی زمین تر ہوئی اصغرؑ کے خون سے

وہ آپؐ کے نواسے کے انصارِ جاں نثار
تھی جن کے دم سے گلشنِ اسلام کی بہار
سب ہو گئے شہید پئے عزت و وقار
دنیا نہ پائیگی کبھی ایسے وفا شعار
قربانی اُن کی دہر میں خالی نہ جائیگی
گرد اُن کے نام پر کبھی ڈالی نہ جائیگی

اے میری دلفگار بہن اے مرے حرم
پیچھے ہٹے نہ راہِ رضا سے کبھی قدم
اچھا بس اب سپردِ خدا ، جارہے ہیں ہم
کچھ اور ظلم ڈھائیں گے یہ بانیِ ستم
کوٹیں گے میرے بعد یہ خیمے جلائیں گے
خاکسترِ خیام ، ہوا میں اڑائیں گے

اے زندگی کی وادیِ پُر خار ، الوداع
اے روزِ تابناک و شبِ تار ، الوداع
اے تشنہ لبِ سکیں تمہیں پیار ، الوداع
تم کو شفا ہو عابدِ بیمار ، الوداع
آواز دے گی فاطمہؑ کے نورِ عین کو
لائے گی اب زمین کہاں سے حسینؑ کو
لوٹا گیا جو آلِ محمدؑ کا کارواں / صبا اکبر آبادیؑ

غارِ خیمہ سرورؐ کو جب آئے اعداء

غارِ خیمہ سرورؐ کو جب آئے اعداء
نگلی تلواریں لئے بے ادب آئے اعداء
شور بیووں میں ہوا، ہے غضب آئے اعداء
کوئی وارث نہ رہا سر پہ تب آئے اعداء
آس اب کس کی ہے کون آہ چائے ہم کو
ان جفا کاروں سے اللہ چائے ہم کو

بی بیوں کرتی تھیں فریاد کہ ہم لٹتے ہیں
اے خدا تیرے پیمبرؐ کے حرم لٹتے ہیں
آج بے جرم یہ پابندِ اَلْم لٹتے ہیں
یوں مسافر کبھی پردیس میں کم لٹتے ہیں
آگ پردے کی قناتوں میں لگا دی، ہے ہے
مسدِ احمدِ مختارِ جلا دی، ہے ہے

تھی ہا آلِ نبیؐ میں یہ فغان و زاری
اتنے میں راکھ ہوئیں جل کے قناتیں ساری
نکلے میدان میں گھبرا کے حرمِ اکباری
برچھیاں تانے ہوئے گردِ تھے اُن کے ناری
ڈر سے سینے میں کسی بی بی کی سانس اڑتی تھی
لڑکھڑا کر کوئی چہ لیے گری پڑتی تھی

پائی غارت سے جو اعداء نے فراغتِ اکبار
عمرِ سعد سے اک شامی نے یہ کی گفتار
لٹ چکی بادشہء کون و مکاں کی سرکار
کوئی شے لشکریوں نے اب نہیں چھوڑی زہار
حرمِ شاہؑ میں اب اور تو کیا باقی ہے
سر پہ بیووں کے بس اب ایک ردا باقی ہے

شمر یولا کہ رداؤں کو بھی لو جلد اُتار
نہیں حاکم کے گنہگاروں کو پردہ درکار
سُر برہنہ رہیں ناموسِ رسولِ مختار
بے کجاوے کے جو ہوں اونٹ کرواں پہ سوار
قتل وارث ہوئے دہشت ہمیں کیا ہے ان کی
جتنا رو رو کے یہ چلائیں سزا ہے ان کی

سُر زینبؓ سے ردا لینے لگے جب اظلم
تھر تھراتی تھی زمیں ہلتا تھا عرشِ اعظم
رو کے وہ کہتی تھی اے ظالمو زہراؑ کی قسم
مریمؑ و حاجرہؑ سے مرتبہ میرا نہیں کم
غضبِ حق سے کہاں سچ کے نکل پاؤ گے
آہ اک ایسی کروں گی میں کہ جل جاؤ گے

چھوڑ دو گوشہ چادر کو مرے پاس نہ آؤ
بنتِ زہرا ہوں نبی زادی ہوں مجھ کو نہ ستاؤ
کلمہ تم پڑھتے ہو جس کا نہ اُسے غیظ میں لاؤ
تم کو لازم تھا بہ عزت ہمیں پردہ میں بٹھاؤ

لوٹ کر زیور و زر پھر مجھے دکھ دیتے ہو

اک ردا باقی ہے اُس کو بھی لئے لیتے ہو

غارِ خیمہ سرورؐ کو جب آئے اعداءؑ

X چھینتے ہو وہ ردا جس میں ہیں سو سو پیوند

حق کو یہ ظلم کسی طور نہ ہوئے گا پسند

کہیں گے حشر میں قدسی یہ بہ آوازِ بلند

ننگے سرِ فاطمہؑ آتی ہے کرو آنکھیں بند

اُس کی بیٹی کی ردا چھین کے کیا پاؤ گے

آج کے ظلم کی محشر میں سزا پاؤ گے

سُن کے یہ دستِ ستم سب نے بڑھایا اکبار
اور رِدا ہائے غضب لی سَرِ زینبؑ سے اُتار
حق سے فریاد جو کرنے لگی وہ سینہ فگار
آئی مقتل سے یہ آوازِ امامِ ابرار
مت کرو شکوہ ، اگر بھائی ہے پیارا زینبؑ
آزماتا ہے خدا صبر تمہارا زینبؑ

غم نہ کھاؤ جو رِدا لے گئے سَر سے دشمن X
دیکھ سکتا ہے کوئی نورِ الہی کو بہن
لائیو لب پہ نہ زہار شکایت کا سخن
جلتی ریتی پہ ہے عریان ہمارا بھی بدن
ہے ستم سہنے کو خالق نے بنایا ہم کو
نہ رِدا تم کو میسر ہے نہ سایا ہم کو
غارِ خیمۂ سرورؑ کو جب آئے اعداء

جب رخصتِ حسینؑ کا ہنگام آگیا

جب رخصتِ حسینؑ کا ہنگام آگیا

آئے زمیں پہ گھوڑے سے سجدے میں سر جھکا

قاتل وہ آستیں چڑھاتا ہوا بڑھا

بالیں پہ روحِ سیدہؑ نے سر پٹک دیا

خنجر پھرا تو ماں کا کلیجہ اُلٹ گیا

زہراؑ کی گود میں سرِ شبیرؑ کٹ گیا

قرآن کے محافظ و یاور چلے گئے

عباسؑ و قاسمؑ و علی اکبرؑ چلے گئے

حد ہے کہ چھ مہینے کے اصغرؑ چلے گئے

اب کیا رہا کہ سبطِ پیمبرؐ چلے گئے

لاشیں پڑی ہیں گنجِ شہیداں کی خاک میں

قرآن بکھر گیا ہے بیاباں کی خاک میں

وہ جانبِ خیام بڑھی فوجِ اشیاء
سَر کھولے ساتھ ساتھ چلی بنتِ مصطفیٰؐ
لٹنے لگے خیام ، سروں سے چھنی رِدا
خمیے سے نکلیں زینبؓ مضطر برہنہ پا
آغوش میں پُچھا کے خدا کے کلام کو
بازو پکڑ کے لے چلیں بیمار امام کو

زینبؓ چلی تھی خمیے سے جب ہو کے بے رِدا
بیٹی کو تک رہی تھیں بڑے دکھ سے سیدہؓ
اک بار سوئے عالمِ ارواح رُخ کیا
دیکھا کہ دیکھتے ہیں ادھر ہی کو مصطفیٰؐ
رو کے تھا جن کو ضبط وہ سوتے اُبل پڑے
دیکھا پدر کو آنکھ سے آنسو نکل پڑے

فرمایا رو کے دیکھتے ہیں آپ یا نبیؐ
اُمت نے جو حضور کی عترت کی قدر کی
بیا صلہ تھا کیا مری خدمات کا یہی
بیا مرا حسینؑ ، مری کوکھ اُجڑ گئی
بیا قصور کیا تھا مرے نورِ عین کا
بیا پُٹھری سے کاٹا گیا سرِ حسینؑ کا

بیا عدو مریض کا بستر بھی لے گئے
خمیے سے گاہوارہٴ اصغرؑ بھی لے گئے
ظالم یتیم چٹوں کے گوہر بھی لے گئے
زینبؑ کے سر سے چھین کے چادر بھی لے گئے
جائے کہاں کہ آگ لگی ہے خیم میں
سرِ ننگے میری پٹی ہے بلوائے عام میں

بابا اُجڑ رہا تھا مرا گھر میں پاس تھی
روتا تھا مجھ پہ میرا مقدر میں پاس تھی
جب باپ سے پُھٹا علی اکبرؑ میں پاس تھی
ہنستا تھا تیر کھا کے جب اصغرؑ میں پاس تھی
دیکھا حضور مجھ پہ جو عالم گزر گیا
بابا میں چپ رہی مرا عباسؑ مر گیا

بابا اسیر ہے مرا کنبہ میں کیا کروں X
پتوں پہ بڑھتی جاتی ہے ایذا میں کیا کروں
بابا پلک رہی ہے سکینہؑ میں کیا کروں
بابا میں کیا کروں ، مرے بابا میں کیا کروں
کچھ دعا کہ صبر مجھے کردگار دے
مالک یہ کربِ روح کی منزل گزار دے
جب رخصتِ حسینؑ کا ہنگام آگیا / شاہد نقوی

جو کربلا میں ہوئی شاہ پر جفا سنیے

جو کربلا میں ہوئی شاہ پر جفا سنیے

بوقتِ عصر ، شہِ دیں کا ماجرا سنیے

بیانِ ہمت و صبرِ شہِ ہدا سنیے

وہ آتی ہے مملکتِ الموت کی صدا سنیے

ملا جو حکم کہ سر سے نکال ، جانِ حسینؑ

کہا کہ سخت ہے یارب ، یہ امتحانِ حسینؑ

لگا ہے زخمِ تیر بہہ رہا ہے سر سے لہو

بھرے ہیں خون میں جانِ رسولؐ کے گیسو

قریب جا کے رکھوں دل پہ کس طرح قابو

کہ اس لہو میں تو ہے فاطمہؑ کے دودھ کی بو

ندا یہ آئی کہ آنکھیں تو ڈال ، آنکھوں میں

کہا بہن کا ہے اس دم خیال آنکھوں میں

ندا یہ آئی کہ گردن سے کھینچ جانِ ان کی
کہا میں کیا کروں گردن پہ چل رہی ہے چھری
پھری پکڑ کے یہ چلاتی ہے کوئی بی بی
نہ ذبح کر میرے بچے کو میں دعا دوں گی
جہاں رواں ترے فخر کی آب ہے ظالم
یہ بوسہ گاہِ رسالت مآب ہے ظالم

ندا یہ آئی کہ سینے سے قبض کر لے جاں
کہا وہ تیروں سے چھلنی ہے اے مرے رحماں
ابھی تو مار کے بر چھی ہٹا ہے اک شیطان
اور اب تو ہے تہہ زانوئے شمر یہ قرآن
یہ کرب ہے کہ رُخِ پاک زرد ہے یارب
تیرے حسینؑ کے سینے میں درد ہے یارب

ندا یہ آئی کہ مظلومیت کے رُتبہ شناس
کمر سے کھینچ لے صابر کی جان بے وَسواس
کہا مَلک نے تڑپ کر بہ درد و حسرت ویاس
کمر تو ٹوٹ گئی جب سے مر گئے عباسؑ
ندا یہ آئی کہ ان کا محال ہے چہرہ
کہا کہ خون سے اصغرؑ کے لال ہے چہرہ

یہ گفتگو تھی کہ مُرجھا گیا رسولؐ کا پھول
فلک سے آگے روحِ الایمیں ، حزین و ملول
کہا ملک نے کہ منہ ڈھانپ لو برائے رسولؐ
پسر کی لاش پہ کھولیں گی اپنے بال بتولؑ
ندا یہ سُن کے اُسی سمت چل پڑیں زینبؑ
تڑپ کے خمیے سے باہر نکل پڑیں زینبؑ

نسیم ادھر سے تو قدسی کی یہ صدا آئی
ادھر تڑپتی ہوئی بنتِ مرتضیٰ آئی
قریبِ لاش جو خواہر بصد بکا آئی
انہی کے حلقِ بُریدہ سے یہ صدا آئی
کوئی بزرگ نہ اب کوئی خورد ہے زینبؑ
نبیؐ کی آلؑ تمہارے سپرد ہے زینبؑ
جو کربلا میں ہوئی شاہِ پرجنا سنیے / نسیم امر و مویؑ

پروفیسر کرار حسینؒ

ہدگانِ رسم و رخصت اپنے گھر بیٹھے رہیں
کربلا اک درس ہے اہلِ عزیمت کے لئے

رفیق رضویؒ

کیوں نہ ہو ہم کو محبت مرثیہ خوانی کے ساتھ
کربلا تک آگئے ہم کتنی آسانی کے ساتھ
(بشکریہ سوزِ خواں سید آلِ عبا و آلِ رضا / منگورجہ)

جب رن میں قتل فوجِ شہِ کربلا ہوئی

جب رن میں قتل فوجِ شہِ کربلا ہوئی

سبِ رسول قتل ہوئے انتہا ہوئی

لیکن نہ ختم اہلِ جفا کی جفا ہوئی

اس کربلا کے بعد پھر اک کربلا ہوئی

اب تک یہ پوچھتا ہے مورخِ یزید سے

رنجشِ حرم سے تھی کہ امامِ شہید سے

اصغرؑ نے کیا کیا تھا کہ چھیدا گیا گلا

جرمِ سکینہؑ کیا تھا کہ دڑوں کی دی سزا

پیمار کس خطا پہ اسیرِ جفا ہوا

زینبؑ کا کیا قصور تھا کیوں چھین لی ردا

بے بس ربابؑ تکتی تھی کس دردِ ویاس سے

اک ماں کو کیوں ہٹا دیا جھولے کے پاس سے

لائے گئے حرمِ سرِ دربار کس لئے
رُسوا کئے گئے سرِ بازار کس لئے
طوقِ گراں و گردنِ بیمار کس لئے
دُڑوں کا ظلم ، ظلم پہ اصرار کس لئے
مسے گئے جو پھول ریاضِ بتوں کے
کس کو کیا تھا قتلِ حرم نے رسول کے

اللہ! بعدِ قتلِ شہنشاہِ انس و جاں
کیا کیا نہ فوجِ ظلم کی تھیں بد لگامیاں
وہ قمقمے وہ خیموں سے اٹھتا ہوا دُھواں
وہ ملی بیوں کا صبر وہ پچوں کی سسکیاں
دل چیرتی وہ زینبؓ ناشاد کی صدا
وہ اک بہن سے بھائی کی فریاد کی صدا

بھیا تمہارے بعد اسیرِ جفا ہوئے
خمیے جلادیئے گئے ہم بے ردا ہوئے
گستاخ کتنے آج یہ اہلِ خطا ہوئے
ہنس ہنس کے پوچھتے ہیں کہ عباسؑ کیا ہوئے
کہتے ہیں طنز سے وہ دلاور کہاں گئے
قاسمؑ کو کیا ہوا علی اکبرؑ کہاں گئے

X بھیا تمہیں بتاؤ انہیں کیا جواب دوں
بیوا میں روتی ہیں انہیں کیا کہہ کے چُپ کروں
خود بے ردا ہوں کیسے غریبوں کے سر ڈھکوں
بچوں کو ساتھ لے کے میں کس بن میں جا چُھپوں

تاکید صبر کی تھی میں پابندِ اسی کی ہوں
لیکن خیال آتا ہے بیٹی علیؑ کی ہوں

چھتے رہے سکنہٴ کے گوہر میں چپ رہی
جلتا تھا گاہوارۂ اصغرؒ میں چپ رہی
کھنچتا رہا مریض کا بستر میں چپ رہی
سُر سے اتر گئی مرے چادر میں چپ رہی
بیمار غش میں ہے اُسے کیونکر اٹھاؤں میں
خمیے تو جل چکے ہیں کہاں لے کے جاؤں میں

بھیا کسی طرح مرے اکبرؒ کو بھیج دو
بھیا ربابؒ روتی ہے اصغرؒ کو بھیج دو
عباسؒ میرے شیرِ دلاور کو بھیج دو
وقتِ مدد ہے ثانیٰ حیدرؒ کو بھیج دو
شمر آرہا پھوں کے کوڑے لگائے گا
میں کیا کروں گی مجھ سے تو دیکھانہ جائے گا

زینبؓ کی اس صدا پہ قیامت ہوئی ہوا
لرزہ ہوا زمیں کو فلک کانپنے لگا
کانوں میں آئی زینبؓ مضطر کے یہ صدا
بیٹی سے جیسے کہتی ہو رو رو کے سیدہ
زینبؓ یہی مشیتِ داور ہے ، صبر کر
اب صبر ہی ترے لئے بہتر ہے ، صبر کر
جب رن میں قتل فوجِ شہِ کربلا ہوئی / شاہدِ نقوی

اختر ہاشمی

پاسوں کا معجزہ یہ نہیں ہے تو پھر ہے کیا
دریا ہے پاس ، ساحلِ دریا کو پاس ہے
کامل یقین ہے روحِ روانِ حسینیت
لیکن یزیدیت تو مکمل قیاس ہے

جب رن میں بعد شامِ غریباں سحر ہوئی

جب رن میں بعدِ شامِ غریباں سحر ہوئی

روشن شعاعِ مہر سے ہر رہ گزر ہوئی

بے وارثوں کی رات تڑپ کر بسر ہوئی

راہِ وفا کی ایک مہم اور سر ہوئی

بھر کر نظر میں حادثہ کربلا بڑھا

اب تازہ منزلوں کی طرف قافلہ بڑھا

اب کون ہے نئے جو صدائے دلِ حزیں

اکبرؑ بھی دور جاچکے عباسؑ بھی نہیں

آخر نبیؐ کی آلؑ کی مشکیں کسی گئیں

ڈرے لگاتے لے چلے بیووں کو اہلِ کیں

دیکھی فلک نے یہ بھی جفا اہلِ شام کی

طوقِ گراں سے چھل گئی گردن ، امامؑ کی

چھوٹے بڑے تھے ایک رَسن میں بندھے ہوئے
بچے گھسٹ رہے تھے مگر رو نہ سکتے تھے
ظالم جھٹک جھٹک کے اسیروں کو لے چلے
کیا قہر تھا چلے بھی تو مقتل کی راہ سے
مقصد یہ تھا کہ دل کی خراشیں بھی دیکھ لیں
جاتے ہوئے عزیزوں کی لاشیں بھی دیکھ لیں

گزرے ادھر سے ہو کے جو یہ سوختہ جگر
کچلا پڑا تھا لاشہ شہ جس مقام پر
زینبؑ زمیں پہ گر پڑی اک چیخ مار کر
ترپا ادھر زمیں پہ تنِ شاہِ بحر و بر
فریاد کی بہن نے جو رو کر حسینؑ سے
کوئین تھر تھرا اٹھے زینبؑ کے بین سے

وہ پارہ پارہ لاش وہ دل چیرتی بکا
وہ دشتِ ہولناک وہ سہمی ہوئی فضا
شورِ فغاں سے چونک اٹھا دشتِ کربلا
جیسے کہ ذرے ذرے سے آتی ہو یہ صدا
بھیا تمہارے بعد اسیرِ جفا ہوئے
خمیے جلادیئے گئے ہم بے ردا ہوئے

بھیا تڑپ رہی تھی سکینۓ زمین پر
کانوں سے اُس کے کھینچتے تھے دُر جب اہلِ شر
آواز روکتی تھی کہ تھا سیلوں کا ڈر
رہ رہ کے ماں کو تکتی تھی یا مجھ پہ تھی نظر
حسرت سے میں اُسے وہ مجھے دیکھتی رہی
بھیا میں کچھ نہ کر سکی چکی کھڑی رہی
جب رن میں بعدِ شامِ غریباں سحرِ بوئی / شاہدِ نقوی

جب گل چراغِ تربتِ خیرِ الوریٰ ہوا

جب گل چراغِ تربتِ خیرِ الوریٰ ہوا

زہراً کا لال امتِ جد پر فدا ہوا

سجدے میں سرِ امامؑ کا تن سے جدا ہوا

فریادِ جبرئیلؑ سے محشرِ بپا ہوا

غل پڑ گیا کہ بھائی سے ہمیشہ پھٹ گئی

زہراؑ کا گھر رسولؐ کی سرکار لٹ گئی

لکھا ہے جب شہید ہوئے شاہِ بحر و بر

نوکِ سناں پہ رن میں چڑھا بے وطن کا سر

آئے حرمِ سرا میں سمکار بے خطر

بازار ہو گیا پیرِ فاطمہؑ کا گھر

غل تھا ہر ایک بی بی کی چادر اتار لو

عابدؑ جو کچھ کہے تو ابھی سر اتار لو

پھر تو نبیؐ کی آلؑ پہ کیا کیا جفا ہوئی
بنتِ علیؑ اسیر ہوئی بے ردا ہوئی
بیمار و خستہ حال کی اچھی دوا ہوئی
خیمے جلے تو اور قیامت پاپا ہوئی
باتو کا شور تھا نہ مرا دم نکل گیا
اے میرے بے زباں ترا جھولا بھی جل گیا

وہ پیکی وہ غربتِ آلِ عبا کی رات
آفتِ کائنات، غضب کا اندھیرا، بلا کی رات
پہلی وہ فرقتِ شبہؑ گلگلوں قبا کی رات
رونے کی، پیٹنے کی، الم کی، عزا کی رات
پتوں کی جانِ زار پہ صدمے بڑے رہے
جھلسی ہوئی قنات میں شب بھر پڑے رہے

مہلت جو ظالموں کے ستم سے ملی ذرا
بچوں کو ڈھونڈھنے کو چلی بنتِ مرتضیٰ
جب دخترِ حسینؑ کا پایا نہ کچھ پتا
دریا کی سمت مُڑ کے پکاری بصد بکا
خواہر پہ اور تازہ مصیبت گزر گئی
عباسؑ کچھ خبر ہے سکی نہ کدھر گئی

جب گل چراغِ ثریبِ خیرِ الوریٰ ہوا

یہ کہہ کے قتل گاہ میں جو بکا گئی
سوئے نشیبِ دخترِ خیرِ النساءِ گئی
کانوں میں اک یتیم کی آواز آگئی
دیکھا وہ حال کانپ گئی تھر تھرا گئی
اک پتی ایک لاش پہ قربان ہوتی ہے
منہ سے نہ بولنے کا گلہ کر کے روتی ہے

زینبؑ قریب جا کے پکاری محالِ زار
ہے ہے تو کس غریب کی بچی ہے میں نثار
ستلا کے وہ یتیم پکاری یہ بار بار
ان کی ہی نور عین ہوں ان کی ہی گلخزار

رو کر یہ کہہ رہی ہوں شہِ کائنات سے
بیا برے چچا کو بلا دو فرات سے

سننا یہ تھا کہ دوڑ کے لپٹی یہ سوگوار
رو کر کہا کہ اے مری بچی ترے نثار
سب گھر کو انتشار ہے سب گھر کو انتظار
مادر بھی بے قرار ہے خواہر بھی بے قرار
مجھ کو یہ آس کب تھی کہ اب تم کو پاؤں گی
لو واری گھر چلو میں تھپک کر سلاؤں گی

ہے ہے یہ وقت اور یہ آندھی یہ انتشار
جنگل کا بھی نہ خوف کیا میری گلِ عذار
بے سر پڑے ہیں دشت میں لاشے حالِ زار
کیونکر شناخت کر لیا بابا کو میں نثار
ہر عضو پائمال ، بدن پاش پاش ہے
ہاں ہو نہ ہو یہ قاسمِ مضطر کی لاش ہے

اُس نے کہا یہی مرے بابا ہیں میں فدا
میں دشت میں پکارتی پھرتی تھی جا بجا
بابا کدھر ہیں کوئی بتادو پئے خدا
اس لاش نے پکارا کہ بیٹی ادھر کو آ
اس کو مری فغاں سے اذیت بڑی ہوئی
میں پیٹنے لگی تو یہ لاش اٹھ کھڑی ہوئی
جب گل چراغِ تربتِ خیر الوری ہوا / نسیمؒ

نمودِ شامِ غریباں ہجومِ آفت ہے

نمودِ شامِ غریباں ہجومِ آفت ہے

قدمِ قدم پہ نیا غم نئی مصیبت ہے

امامؑ ہیں نہ علمدار بہر نصرت ہے

فقط جلے ہوئے خیمے ہیں اور عترتؑ ہے

حرم ہیں فکر و ترؤد میں سر جھکائے ہوئے

جو سر پرست تھے سوتے تھے سر کٹائے ہوئے

وہ دشتِ ظلم ، وہ تنہائی ، وہ اندھیری رات

وہ فکر و یاس ، وہ پیاروں کے داغ ، وہ سادات

نبیؑ کی روح حفاظت کو ، یا خدا کی ذات

بہن سے زینبؑ دلگیر نے کہی یہ بات

حرم میں آپ رہیں پیکسوں کی نصرت کو

میں گردِ خیمہ پھروں رات بھر حفاظت کو

یہ بات کہہ کے چلیں بنتِ حیدرہ کرار
زباں پہ نالہ و فریاد ہاتھ میں تلوار
حرم سرا سے جو نکلی وہ مضطر و ناچار
تو دیکھا آتا ہے خمیے کی سمت ایک سوار
پکاریں بنتِ علیؑ اور سمت جا بھائی
یہ بارگاہِ نبیؐ ہے ادھر نہ آ بھائی

رُکا نہ پھر بھی جو وہ شہسوارِ نیک انجام
غضب میں آگئیں تب خواہرِ امامؑ انام
فرس اڑا کے جو وہ آگیا قریبِ خیام
جھپٹ کے دخترِ شیرِ خدا نے پکڑی لگام
لگام پکڑی جو اُس سوگوار نے بڑھ کر
گلے میں ڈال دیں باہیں سوار نے بڑھ کر

تڑپ کے صورتِ بسمل وہ جان کھونے لگا
جگر لرزنے لگا بے قرار ہونے لگا
غمِ حسینؑ میں اشکوں سے منہ کو دھونے لگا
جھکا کے دوش پہ سر ، زار زار رونے لگا
کہا نہ رو ، کہ خدا کا ولی ہوں اے بیٹی
میں غم زدہ ، ترا بابا علیؑ ہوں اے بیٹی

پکاریں ہائے لٹا گھر خبر نہ لی بابا
بچھو گیا میرا اکبرؑ خبر نہ لی بابا
گزر گیا علی اصغرؑ خبر نہ لی بابا
کٹا حسینؑ کا بھی سر خبر نہ لی بابا
حرم کا لٹ گیا زیورِ مدد نہ کی تم نے
چھنی ردائیں جلا گھر مدد نہ کی تم نے
نمودِ شامِ غریباں ہجومِ آفتا ہے / نسیمؑ

شامی جو شمعِ دینِ الہی بجھا چکے
شامی جو شمعِ دینِ الہی بجھا چکے
ناری خیاں آلِ پیمبرِ جلا چکے
ملعوں سناں پہ سرِ شہدا کے چڑھا چکے
بے دیں نبیؐ کے کنبے کو قیدی بنا چکے
تھا بغضِ ایسا آلِ رسالتِ پناہ سے
بے وارثوں کو لے چلے مقتل کی راہ سے

جب درمیانِ گنجِ شہیداں ہوا گزر
آئے نظرِ عزیزوں کے لاشے لہو میں تر
صدے سے بے کسوں کے لرزنے لگے جگر
اونٹوں سے اہلبیتؑ گرے کانپ کانپ کر
درپیش تھا فراق جو اُن دل نشینوں سے
لپٹا لیا شہیدوں کے لاشوں کو سینوں سے

لپٹی تھی اپنے بیٹے کے لاشے سے کوئی ماں
کوئی بہن تھی بھائی کے لاشے پہ نیم جاں
دریا کی سمت تھی کوئی زار و حزیں رواں
کوئی پکارتی تھی مرا باپ ہے کہاں
اک سوگوار خاک اڑاتی تھی دشت میں
کچھ ڈھونڈتی ہوئی چلی جاتی تھی دشت میں

کھودی ہوئی زمیں جو اُسے ایک جا ملی
بے تاب ہو کے فرطِ محبت سے گر پڑی
بے سر جو دیکھی لاش وہاں شیرِ خوار کی
اک بار ہائے منہ سے کہا اور غش ہوئی
شیعو خبر ہے کون یہ عالی جناب تھیں
اصغرؑ کی سوگوار یہ اُمّ ربابؑ تھیں

چلنے لگا جو شام کی جانب وہ کارواں
 قبر پر سے اُٹھی یہ مجبور و ناتواں
 بے سُر جو دیکھی دھوپ میں لاشِ شہِ زماں
 رو کر کہا حسینؑ ہو قربان میری جاں
 سایہ نہیں حضور پہ روؤں گی عمر بھر
 اب میں بھی زیرِ سایہ نہ بیٹھوں گی عمر بھر
 شامی جو شمعِ دینِ الہی بجھا چکے / ظہورِ جارچو

حبیبِ جالبؒ

ہم اہلِ غم کے بڑھاتی ہے حوصلے جالبؒ
 علیؑ کے لختِ جگر کی عجب حکایت ہے!

شادِ نقوی الہ آبادی

دل میں خیالِ روضہ سرورؑ لئے ہوئے
 پھرتا ہوں ساتھ اپنا مقدر لئے ہوئے
 (بشکریہ نوحہ خواں علی ضیاء و تمار رضوی)

کان میں پہونچی جو سجاؤ کے زینبؑ کی صدا
کھول کر آنکھ یہ کی عرض بصد آہ و بکا
کیا کہوں آپ سے قابو میں نہیں دل میرا
تپ زیادہ ہے تو غفلت بھی ہے کچھ آج سوا
کون مارا گیا اور کون جدا ہوتا ہے
مجھ کو معلوم نہیں ہے کہ یہ کیا ہوتا ہے

X سُن کے یہ کہنے لگی زینبؑ تُقْتِیدَہ جگر
لے گئے لوٹ کے اسباب تو سب بانی شَر
اسی اسباب میں وہ فرد بھی تھی اے دلبر
سُن کے کہنے لگے سجاؤ یہ بادیدۂ تر
قتل جو ہو گئے نام اُن کے رقم کر لوں گا
فکر کچھ اور میں پابندِ اَلْم کر لوں گا

کہہ کے یہ لکھنے لگے خاک پہ نامِ شہدا
یاد آئے جو وہ سب کرنے لگے آہ و بکا
دل پہ اک تیر لگا نام جو اصغرؑ کا لکھا
غمِ جانکاہ سے تہرا گئے سارے اعضا

یاد کرتے تھے انہیں جب تو جگر ہلتا تھا

تین بچوں کا کہیں پر نہ پتہ ملتا تھا

آج مقتل میں عجب بے سروساماں ہیں حرم

رو کے کرنے لگیں سجادؑ سے زینبؑ یہ کلام

جائے افسوس ہے دن کوئی گھڑی میں ہے تمام

ڈھونڈنے بچوں کو جاتی ہوں کہ ہو جائے نہ شام

دو اجازت مجھے بیٹا کہ تمہی اب ہو امام

راستہ بھول گئے ہیں نہ ادھر آئیں گے

دشت میں جا کے پکاروں گی تو میل جائینگے

X کہہ کے عابدؑ سے چلیں خواہر سلطانؑ ہدا
آذرا ساتھ مرے ، مُرد کے یہ فضلہ سے کہا
وہ بھی ہمراہ ہوئی کرتی ہوئی آہ و بکا
پاؤں رکھتی تھی کہیں اور کہیں پڑتا تھا
جا بہ جادشت میں لاشے جو نظر آتے تھے
دل دھڑکتا تھا قدم ضعف سے تھراتے تھے

پہنچیں القصہ وہاں پایا تھا جس جا کا پتا
دیکھا اُس جا پہ ہے اک نور سے معمور گڑھا
لاش اک اُس میں پڑی ہے کہ نہیں سر جس کا
اور سکینہؑ وہیں بیٹھی ہوئی کرتی ہے بکا
غش جو ہوتی ہے مزہ موت کا ، میل جاتا ہے
چونک پڑتی ہے تو دل سینے میں ہل جاتا ہے

آئیں نزدیک غرض زینبؓ تنقیدہ جگر
بیٹھ کر لے لیا آغوش میں بادیدہ تر
بولیں لیٹا کے کلجے سے میں قرباں تجھ پر
تو نے پہچان لیا باپ کا لاشہ کیوں کر
ہجر سے مادرِ ناشاد مَوئی جاتی ہے
ٹی ٹی اب گھر میں چلو رات ہوئی جاتی ہے
آج مقتل میں عجب بے سرو ساماں ہیں حرم
(بشکرینہ سوز خوان ریاض حیدر زیدی / لاہور)

لکھتے ہیں راویانِ جگر سوزیہ کلام

لکھتے ہیں راویانِ جگر سوزیہ کلام

جب بعدِ عصر کٹ گیا رَن میں سَرِ امام

لشکر سے ابنِ سعد یہ بولا بوقتِ شام

منظور ہے ہمیں کہ یہیں آج ہو مقام

اک خیمہ ایتادہ حضورِ نگاہ ہو

شب باش اُس میں آلِ رسالتِ پناہ ہو

اک خیمہ تب علاحدہ رَن میں بپا ہوا

اُس میں ہوئے مقیم ، اسیرانِ کربلا

تقسیم فوجِ شام میں ہونے لگی غذا

ہر قسم کے طعام مہیا تھے جا بجا

آسائشِ طعام تھی ہر بد خصال کو

اور فاقہ تیسرا تھا محمدؐ کی آل کو

سردار پھر گئے عمرِ سعد سے تمام
اور آکے ابنِ سعد سے کرنے لگے کلام
جی چاہتا ہے اب کہ مٹادیں ترا بھی نام
ناحق تری صلاح سے کاٹا سرِ امام
تجھ سے شتی کا ساتھ دیا آہ کیا کیا
سید کا ہم نے خون کیا کیا کیا

وہ بولا کچھ کہو تو سہی میں نے کیا کیا
سب بولے متفق تجھے غارت کرے خدا
اب کیا کرے گا نامِ نبیؐ تو مٹا دیا
پالفرض تجھ کو سبِ پیمبرؐ سے بغض تھا
سیدانیوں سے آب و غذا اب جو دُور ہے
بے چاری نبیوں کا بھلا کیا قصور ہے

یہ رسم ہے عرب کی ہیں آگاہ اس سے سب
قوم عرب میں مرتا ہے جس کا عزیز جب
کھانا اُسے کھلاتے ہیں سمجھا کے سب عرب
اور حاضری بھی بھیجتے ہیں گھر میں وقتِ شب

پیاسا ہے تین روز سے کنبہ بتوں کا

فاقہ نہ ٹوٹا آج بھی آلِ رسول کا

لکھتے ہیں راویان جگر سوزیہ کلام

یہ ذکر تھا کہ ایک خبردار بول اٹھا

ہاں سچ تو ہے اسیروں پہ اب رحم کی ہے جا

جس دم، میں اُن کے خیمے کے نزدیک تھا کھڑا

ننھی سی ایک لڑکی نے کھانا طلب کیا

مادر نے رو دیا تو وہ بے آس ہو گئی

آخر وہ کھانے کیلئے رو رو کے سو گئی

یوں عمر یہ شمر سے تو جا بہ انکسار
عباسؑ کا تو آپ کو کہتا ہے رشتہ دار
اُس نے کہا میں سب سے زیادہ ہوں شرمسار
زینبؑ کے آگے سینہٴ شہؑ پر ہوا سوار
میں نے کیا شہید شہؑ مشرقین کو
میں نے طمانچے مارے یتیم حسینؑ کو

اس پر عمر نے زوجہٴ حراؑ کو بلا لیا
ہمراہ اُس کے خواہر ہاشمؑ کو بھی کیا
ہاشمؑ بھی ایک فدیہٴ سبطِ رسولؐ تھا
ساتھ اُس کے عورتیں تھیں بہت سی پیادہ پا
خوانوں کے گرد و پیش پیادے تمام تھے
مشعل کی روشنی میں وہ خوانِ طعام تھے

مشعل کی روشنی پہ جو زینبؑ نے کی نگاہ
بولیں کہ لو ، پھر آئی ہمیں لوٹنے سپاہ
پھر اس طرح پکاری ہوا ہم سے کیا گناہ
لوگو ڈرو خدا کے غضب سے یہ کیا ہے آہ
کوئی بھی پوچھتا نہیں اس واردات کو
لوٹے ہوؤں کو لوٹنے آئے ہو رات کو

گر اور کچھ گماں ہو تو کر لو ہمیں شمار
بھاگا نہیں ہے کوئی تمہارا گناہ گار
موجود ایک جا ہیں تمہارے قصور وار
اس سے تو ہم سبھوں کو کرو قتل ایک بار
کل ہو تو لوٹ لیجیو اب کیا ضرور ہے
نے قیدی بھاگے جاتے ہیں نہ صبح دور ہے
لکھتے ہیں راویان جگر سوزیہ کلام

کربلا میں شہِ والا کے حرم لٹتے ہیں

کربلا میں شہِ والا کے حرم لٹتے ہیں

فاقہ کش تشنہ دہن کشتہٴ غم لٹتے ہیں

دشتِ غربت میں گرفتارِ ستم لٹتے ہیں

شور برپا ہے یہ بیووں میں کہ ہم لٹتے ہیں

قتل وارث ہوئے سامانِ گرفتاری ہے

یا علیؑ آؤ کہ اب وقتِ مددگاری ہے

ہے یہ فریاد کسی کی کہ برادرِ دوڑو

کوئی چلاتی ہے عباسِ دلاورِ دوڑو

کوئی کہتی ہے تڑپ کر مرے دلبرِ دوڑو

ماں لٹی جاتی ہے دوڑو علی اکبرؑ دوڑو

دیکھو خونخوارِ عدو برچھیاں دکھلاتے ہیں

تیغ کھینچو کہ لعین گھر میں دھنسے آتے ہیں

ننھے پچوں کا یہ عالم ہے کہ تھراتے ہیں
 گود میں ماؤں کی دہشت سے چھپے جاتے ہیں
 ننگی تلواریں جو ظالم اُنہیں دکھلاتے ہیں
 بس تو چلتا نہیں اشک آنکھوں میں بھر لاتے ہیں
 نہ تو کر سکتے ہیں فریاد نہ رو سکتے ہیں
 چپکے سہمے ہوئے اک ایک کا منہ تکتے ہیں

X فوجِ اعدا سے بھرا ہے شہِ مظلوم کا گھر
 ہنسلیاں لیتا ہے اصغرؑ کی کوئی بانی شر
 کھینچتا ہے کوئی کانوں سے سکیںہ کے گمہر
 کوشا ہے کوئی بے رحم حرم کا زیور
 بُندے لیتا ہے رقیہ کے ستم گر کوئی
 چھینتا ہے سرِ کلثومؑ سے چادر کوئی

لٹ چکیں بیوؤں کی جس وقت ردائیں بھی تمام
 غل ہوا پھونک دو اب بارگہ شاہِ اناام
 بہ خدا ہے یہ دُھواں دل سے نکلنے کا مقام
 آتشِ ظلم سے جلنے لگے حضرتؑ کے خیام
 شہؑ کے ناموس سراسیمہ کھلے سر نکلے
 پتوں کو لے کے حرمِ خمیے سے باہر نکلے
 کربلا میں شہؑ والا کہ حرم لٹتے ہیں

(بشکریہ سوزِ خوانِ سید امتیاز حسین زیدی ندیم)

عاشور کاظمی

حیرت یہ ہے کہ میرے قبیلے کے لوگ بھی
 ظلمت کو کہہ رہے ہیں ”ضیاء“، یا علیؑ مدد

شہاب کاظمی

شہابؑ ہم نے کیا ہے یہ جرم دانستہ
 جو سر کہیں نہ جھکے بس انہیں سلام کیا

(بشکریہ سید شاکر حسین رضوی جارچوی)

جبکہ پابندِ سلاسل ہوئے بولے سجادؑ

جبکہ پابندِ سلاسل ہوئے بولے سجادؑ

صبر وہ دے مجھے اے خالقِ کل ، ربِّ العباد

نہ رکھیں پاؤں جو کانٹوں پہ چلائیں جلا د

تازیانے مجھے ماریں نہ کروں میں فریاد

اُمتِ جد سے امامت کا صلہ پانا ہے

ننگے سرِ بلوے میں ماں بہوں کو لے جانا ہے

کہہ کے یہ طوق کو گردن میں سنبھالا اک بار

آگے آگے چلا پکڑے ہوئے اونٹوں کی مہار

پیچھے سیدانیاں سر کھولے ہوئے زار و قطار

آگے سر ، سیدِ مظلوم کا نیزے پہ سوار

نوکِ نیزہ سے یہ آتی تھی صدائے مغموم

ہائے بے پردگی زینبؑ و اُمّ کلثومؑ

الغرض پہونچا یہ جب قافلہ نَزوِ دریا
دیکھا اک شیر ہے بے دست ترائی میں پڑا
روکے چلائے کہ عمو، تری غربت پہ فدا
ہائے شانے بھی کٹے اور نہ پانی پایا
تذکرہ اہلِ وفا تیرا کریں گے عموں
باوفا تم کو زمانے میں کہیں گے عموں

ناگماں لاشہ سَرور نے صدا دی اُس دم
سخت منزل ہے، تجھے صبر دے ربِ اکرم
دھیان بیووں کا رہے قید میں بیٹا ہر دم
میرے بیمار ترے ساتھ ہی چلتے ہیں ہم
شمرِ آظلم سے سکینے کو بچانا بیٹا
میری نادان کو سینے سے لگانا بیٹا
جبکہ پابندِ سلاسل ہوئے بولے سجادؑ
(امیرِ رضوی چھولسی)

جب کربلا میں عترتِ اطہار لٹ گئی

جب کربلا میں عترتِ اطہار لٹ گئی

یعنی سب آلِ احمدِ مختار لٹ گئی

اور بارگاہِ حیدرِ کرار لٹ گئی

ساری حسینِ پیاسے کی سرکار لٹ گئی

بیداؤ لشکرِ عمرِ نابکار سے

سادات نکلے خیمے سے ، زہرا مزار سے

مقتل کے سامنے حرم ، آقا کے گر پڑے

اور پہلوؤں میں بچے بھی آ آ کے گر پڑے

اک جا ستارے خاک پہ زہرا کے گر پڑے

عابدؑ و فورِ ضعف سے تھرا کے گر پڑے

آیا نہ کوئی غش سے اٹھانے کے واسطے

زنجیر لایا شمر پنہانے کے واسطے

عابد نے غش میں نام جو زنجیر کا سنا
ناطقتی میں درد سے پھر چشم وا کیا
زنجیر و طوق دیکھ کے بیمار نے کہا
کیوں مُنصفو ، یہی ہے مرے درد کی دوا
بیمار و ناتواں ہوں میں اور تشنہ کام ہوں
لوگو امام زادہ ہوں میں بھی امام ہوں

پہناتے ہیں جو بیڑیاں میری خطا ہے کیا
ہاں بلا قتل ہو گئے میں زندہ رہ گیا
سمجھا میں ہتھکڑی کے پہنہانے کا مدعا
عباسؑ کی طرح نہ کٹے ہاتھ کیوں بھلا
اصغرؑ کی طرح حلق نہ زخمی ہوا مرا
ہے ریسمان و طوق کے قابل گلا مرا

عابد کی سمت روتی چلی بنتِ مرتضیٰ
 دیکھا کہ قید ہو چکا ہے وہ شکستہ پا
 لیکن گلے کے بندھنے سے دم ہوتا ہے خفا
 بولی بھتیجے تیری اسیری پہ میں فدا
 تھا غم تمہیں نہ تیغ سے میرا گلا ملا
 اب خوش ہوئے کہ ورثہ شیرِ خدا ملا
جب کربلا میں عترتِ اطہار اُٹ گئی

(التماسِ سورۃ فاتحہ برائے فرحتِ حسنینِ عابدی و محسنہ)

فہیم اختر

کہتے ہیں جسے شہرِ ولا شہرِ نجف ہے
 جنت تو مضافاتی علاقہ ہے ابھی تک

سمیع نقوی

معراج کی شب جو ترے قدموں سے اڑے تھے
 وہ نور کے ذرے ہیں فضاؤں میں ابھی تک

جب لٹ کے کربلا سے اسیرِ ستم چلے

جب لٹ کے کربلا سے اسیرِ ستم چلے

سجادؑ سر برہنہ بہ درد و الم چلے

روتے سروں کو پیٹتے پابندِ غم چلے

زینبؑ نے لاشِ شہؑ سے کہا بھائی ہم چلے

مرنے سے آپ کے میں یہ ایذا اٹھاتی ہوں

دربار میں یزید کے سر ننگے جاتی ہوں

ہے ہے مرے مسافرِ کرب و بلا حسینؑ

ہے ہے مرے غریب مرے مہ لقا حسینؑ

ہے ہے تجھے نہ پانی کا قطرہ ملا حسینؑ

ہے ہے تمام تن ترا ٹکڑے ہوا حسینؑ

پیاسے گلے پہ خنجر بیداد چل گیا

ہے ہے تڑپ تڑپ کے ترا دم نکل گیا

لے نینوا علیؑ کی بضاعت تجھے ملی
اے کربلا خدا کی امانت تجھے ملی
اے خاک میری ماں کی ریاضت تجھے ملی
لے اے زمین شمعِ امامت تجھے ملی
دامن ترا بھرا میری کھیتی اُجڑ گئی
سرحد میں تیری بھائی سے زینبؑ پھڑ گئی

یہ کہہ کے سر کو پیٹ کے روئی وہ دل جلی
آکر نجف سے حالِ مرا دیکھو یا علیؑ
گردنِ رسن میں آپ کی بیٹی کی ہے بندھی
کہتے یہ ماریہ سے وہ با چشمِ تر چلی
ہے ہے میں کربلائے معلیٰ میں لٹ گئی
پردیس میں ، میں آکے برادر سے پُھٹ گئی

مہماں بَلا کے ہم سے دُعا کی لعینوں نے
کیا کیا نہ ہم پہ جُور و جفا کی لعینوں نے
کچھ بھی ذرا نہ شرم و حیا کی لعینوں نے
گردن جفا سے شہ کی جُدا کی لعینوں نے
خمیے جلا کے اہلِ ستم شاد ہو گئے
ہم کربلا میں آن کے برباد ہو گئے
جب اُنٹ کے کربلا سے اسیرِ ستم چلے

یوں رقم کرتا ہے اک راویؑ مغموم و فگار

یوں رقم کرتا ہے اک راویؑ مغموم و فگار

پہونچا جب قافلہ کونے میں محالِ نادار

دیکھتا کیا ہے کہ سر کچھ تو ہیں نیزوں پہ سوار

ایک سر گھوڑے کی گردن میں بندھا ہے ناچار

پوچھا کیوں گردنِ رہوار میں اس کو باندھا

کس خطا پر اسے نیزے کے نہ قابل سمجھا

جرم تھا کونسا زلفوں کو جو اس کی باندھا

سُن کے سر پیٹ لیا اور یہ عبدؑ نے کہا

کیا سناؤں تجھے احوال میں غم کا مارا

یوں تو مشہور ہے یہ چاند بنی ہاشم کا

بھائی کہتے تھے شہنشاہِ مدینہ ان کو

آج سب کہتے ہیں سقائے سکیئہ ان کو

شمر نے جبکہ چڑھایا تھا انہیں نیزے پر
سب نے دیکھا کہ پھری چار طرف اُن کی نظر
تھر تھرانے لگا خورشید صفت نیزے پر
گر پڑا کانپ کے پھر سر یہ زمیں کے اوپر
دوسری مرتبہ پھر سر کو بلند اُس نے کیا
پھر اسی طرح سر پاک زمیں پر آیا

تیسری مرتبہ پھر سر نہ زمیں سے اٹھا
آیا گھبرایا ہوا پاس مرے اور یہ کہا
کیا سبب ہے جو نہ سر نیزے کے اوپر ٹھہرا
تازیانے بھی لگاتا مجھے لایا اُس جا
میں نے سر رکھ دیا اپنا جو زمیں کے اوپر
آئی آواز کہ سُن اے مرے مظلوم پسر

ہم نہیں چاہتے نیزے کی سواری بیٹا
میرے مولا کے نہ رتبے کو لعین کچھ سمجھا
سُر مرا رکھتے ہیں آقا کے برابر اعدا
ایک جا کیسے بہم ہوویں غلام و آقا
پیچھے پیچھے رہا کرتا ہے غلام ، آقا کے
کیسے ممکن ہے برابر ہوں شرہ والا کے

دوسری وجہ یہ ہے سُر جو چڑھے نیزے پر
سُر کھلے بنتِ علیٰ سامنے آتی ہے نظر
کانپ اٹھتا ہوں میں غیرت سے مرے رشکِ قمر
حیف ہے جن کو فرشتوں نے نہ دیکھا باہر
ہائے کس طرح سے زینبؑ کو کھلے سُر دیکھوں
آنکھ جل جائے جو بے مقنع و چادر دیکھوں
یوں رقم کرتا ہے اک راویؑ مغموم و فگار / امیر چھولسی

دیارِ کوفہ میں جب آلِ مصطفیٰ آئی

دیارِ کوفہ میں جب آلِ مصطفیٰ آئی

تو ایک خلقِ تماشا کو جا بجا آئی

رسولِ پاک کی عترتؑ جو بے ردا آئی

صدائے گریہِ زہراؑ و مرتضیٰؑ آئی

نیا ستم تھا کہ رونے کو جی ترستا تھا

نبیؑ کی آلؑ پہ پتھر کا مینہ برستا تھا

حرم نے پیشی دربار کی خبر جو سنی

بلا کے شمرِ لعین کو پکاریں بنتِ علیؑ

سنا ہے سات سو کرسی نشیں وہاں ہیں شقی

ہمیں ردا تو اڑھادے کہ ہم ہیں آلِ نبیؑ

پکارا ہنس کے ستمگر ، یہ ہو نہیں سکتا

تمہیں نصیب ہو چادر ، یہ ہو نہیں سکتا

یہ سُن کے اہلِ حرمِ دل پہ داغِ کھا کے چلے
اسی طرح سے وہ ناچار سَرِ جُھکا کے چلے
ہجومِ عام میں دُکھِ سہہ کے غم اُٹھا کے چلے
لعین کی بزم میں بالوں سے منہ پُچھا کے چلے

دَرِ امیر پہ کیا کیا نہ شور و شر دیکھا
لکھا ہے واں سَرِ مسلمؑ لہو میں تر دیکھا

وہ فرق دیکھ کے بولی یہ زینبِ ناچار
مرے غریب برادر، میں تیرے سَر کے نثار
مگر حسینؑ کے سَر سے ہوئیں جو آنکھیں چار
قریب آ کے تمہا فرقِ سیدِ ابرار

ندا یہ آئی کہ یا شاہِ اَلسلامِ علیک
علیؑ و فاطمہؑ کے ماہِ اَلسلامِ علیک

پس فنا بھی ان آفات میں گھرا مولاً
کہ بام سے تن بے سر برا گرا مولاً
بدھا تھا پاؤں میں رسی کا اک سرا مولاً
تمام شہر میں لاشہ بکھنچا پھرا مولاً
خبر دغا کی امامِ غُیور تک نہ گئی
حضور کیا مری عرضی ، حضور تک نہ گئی

میں لکھ چکا تھا کہ یثرب کی سمت جائیں حضور
خدا کے واسطے تشریف یاں نہ لائیں حضور
سپاہِ ظلم سے دھوکا کہیں نہ کھائیں حضور
دغا میں طاق ہیں کوئی ادھر نہ آئیں حضور
لکھا تھا یہ بھی کہ بچے بلا میں پڑ گئے ہیں
جو ساتھ آئے تھے دونوں یہاں بکھڑ گئے ہیں

علیؑ کے شیر دمِ یاس ڈھونڈ لیں اُن کو
سفر میں ثانیؑ الیاس ڈھونڈ لیں اُن کو
کبھی تو دور کبھی پاس ڈھونڈ لیں اُن کو
ہر اک دیار میں عباسؑ ڈھونڈ لیں اُن کو
بتائیے وہ مرے مہ جبیں ملے کہ نہیں
امامؑ دیں کو وہ بچے کہیں ملے کہ نہیں

سُر حسینؑ پکارا کہ ہائے اے بھائی
عجب اَلَم کے یہ کلمے سُنائے اے بھائی
بنِ زیاد نے کیا قہر ڈھائے اے بھائی
پیام آپ کے ہم تک نہ آئے اے بھائی
پئے تلاش بَعوں میں نہ خستہ جاں پہنچے
خبر نہیں کہ وہ آفت زدہ کہاں پہنچے

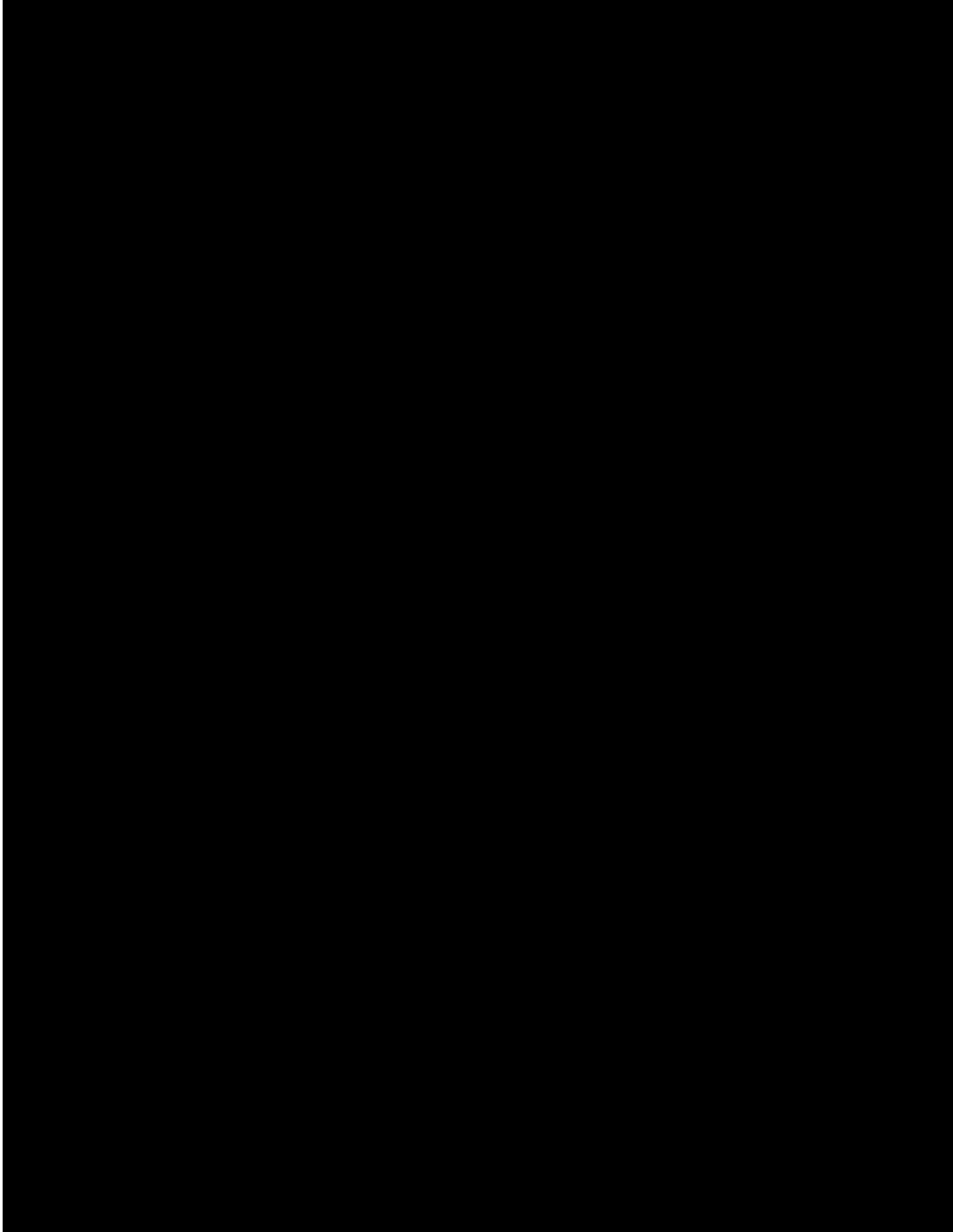
غضب ہوا ابھی کس نے وہ لال آپ کے تھے
ان آفتوں کے لئے خورد سال آپ کے تھے
حسین ، ماہ جبیں ، خوش جمال آپ کے تھے
مگر وطن میں جو دو نونہال آپ کے تھے
بلا کے بن میں وہ مظلوم بھی شہید ہوئے
ہمارے ساتھ وہ معصوم بھی شہید ہوئے

تمہارے ہر مہ انور کا سر سناں پر ہے
مرے جواں علی اکبر کا سر سناں پر ہے
صغیر بن علی اصغر کا سر سناں پر ہے
تمہارے شیر برادر کا سر سناں پر ہے
بہن کے گھر کو ، نہ عباس کو سنبھال سکے
اخئی تمہاری رقیہ کو ، ہم نہ پال سکے
دیارِ کوفہ میں جب آلِ مصطفیٰ آئی / نسیمِ امر و مہر

جب حرم قلعة شیریں کے برابر آئے

جب حرم قلعة شیریں کے برابر آئے

غلام ہوا کہ سے مولاؑ مع لشکر آئے



تھا خیال اُس کو کہ چو گرد تو یاور ہونگے
بیچ میں لشکرِ اسلام کے سرور ہونگے
گھوڑوں پہ ناقہ زینب کے برابر ہونگے
پردہ مجمل کا سنبھالے علی اکبر ہونگے
واں نہ مجمل تھی نہ حشمت تھی، نہ زیبائی تھی
سرِ شبیر کے ہمراہ بہن آئی تھی

ناگہاں راہ میں برپا ہوا شورِ ماتم
سُن کے منہ فق ہوا دلِ ہل گئے تھرائے قدم
دیکھنے کو جو گئے تھے حشم شاہِ اُمم
وہ زن و مرد پھرے خاک اُڑاتے باہم
سخت بے چین ہوئی طالبِ آرامِ حسینؑ
دل پہ انگشتِ شہادت سے لکھا نامِ حسینؑ

ایک عورت نے یہ باہر سے ندا دی ناگاہ
ہائے شیریں ترے ارمان ملے خاک میں آہ
گھر کا گھر ہو گیا خاتونِ قیامت کا تباہ
وارثِ آلِ نبیؐ مر گیا اِنَّا لِلّٰہِ

ہم زیارت کو گئے تھے کہ یہ محشر دیکھا
حیف صد حیف کہ زینبؑ کو ٹھہلے سر دیکھا

بے تحاشا وہ یہ کہتی ہوئی دوڑی باہر X
خاک منہ میں ترے کس منہ سے یہ دیتی ہے خبر
کون زینبؑ جسے دیکھ آئی ہے تُو ننگے سر
وہ پکاری کہ حسینؑ ابنِ علیؑ کی خواہر

اک فقط میں ہی نہیں دیکھ کے سب آئے ہیں
رہسماں باندھ کے شانوں میں عدو لائے ہیں

جس کا بابا ہے علیؑ شیرِ خدا وہ زینبؑ
 جس کا جدِ فخرِ رسولانِ ہُدا وہ زینبؑ
 جس کا اک بھائی ہے شاہِ شہدا وہ زینبؑ
 جس پہ تھے شہر و شہیرؑ فدا وہ زینبؑ
 اور زینبؑ نہیں حاشا یہ نبیؐ زادی ہے
 بھائی مارا گیا اللہ سے فریادی ہے
 جب حرمِ قلعہ شیریں کے برابر آئے

ابرا عابد

نبیؐ کی آلؑ سے دل میں غبار رکھتے ہیں
 عجیب لوگ ہیں پھولوں سے خار رکھتے ہیں
 پہنچ نہ پائے گا ہم تک کسی یزید کا ہاتھ
 ہم اپنے گرد حسینی حصار رکھتے ہیں
 (بشکریہ سوزخوار نواب حیدر حسین و اقبال حسین رضوی)

جب کہ شیریں نے سنا سیدِ والا آئے

جب کہ شیریں نے سنا سیدِ والا آئے

اٹھ کے شوہر کو پکاری مرے آقا آئے

لے مبارک ہو شہِ بیژب و بطحا آئے

عید ہے آج مرے گھر مرے مولاً آئے

قلعہ روشن ہے شہِ جن و بشر آتے ہیں

عرشِ اعظم کے ستارے مرے گھر آتے ہیں

کثرتِ شوق سے تھا دل کونہ شیریں کے قرار

تھی کبھی بام پہ ، درِ پز کبھی وہ خوش اطوار

کام میں ساتھ جو پھرتی تھیں کنیریں دوچار

بولتا کوئی تو کہتی تھی یہ اُس سے ہر بار

جلد دیکھو کوئی ناقہ کہ عماری آئی

درِ پہ شاید مرے آقا کی سواری آئی

عورتیں کہتی تھیں سُن سُن کے یہ شیریں کے کلام
ہم کو ہے شوقِ قدمِ یوسی ہمشیرِ امام
کہتی تھی وہ بہ ادب کیجو جھک جھک کے سلام
تم کو چپکے سے بتادوں گی میں اک ایک کا نام
میری ملی ملی ہیں میں قدموں پہ گروں گی جنکے
ہوں گی زینبؑ وہی میں گردِ پھروں گی جنکے

اُتری یہ کہتے ہوئے کوہ سے شیریں ناگاہ
سب خوشی ہو کے پکارے کہ وہ ہے لشکرِ شاہ
غور سے کھتم کے جو، کی چار طرف اُس نے نگاہ
دور سے اُس کو نظر آئے علم ہائے سیاہ
غم کا سماں تھا جدھر آنکھ اٹھا کر دیکھا
دامنِ کوہ میں اُترا ہوا لشکر دیکھا

یولی گھبرا کے وہ لوگو ، کوئی دیکھو تو بغور
یہ تو ہے صاف سپاہِ حسد و کینہ و جور
مطلقاً ان میں جو انانِ عرب کے نہیں طور
فوجِ شبیرؑ کہاں ، یہ تو ہے لشکرِ کوئی اور
اُن کو دکھلا دو مجھے جن کی طلبِ گاری ہے
علمِ سبز ہے نہ خیمہ زنگاری ہے

دل کچھ اس وقت پریشاں ہے خدا خیر کرے
مضطرب تن میں مرے ، جاں ہے خدا خیر کرے
چشم میں اشکوں کا طوقاں ہے خدا خیر کرے
یہ تو کچھ اور ہی ساماں ہے خدا خیر کرے
خبرِ سبطِ نبیؑ دیکھئے کیا آتی ہے
میرے کانوں میں تو رونے کی صدا آتی ہے

سب کو تشویش ہوئی سُن کے یہ شیریں کابیاں
اک کنیر اُس کی گئی، اُترے تھے وہ لوگ جہاں
سب سے پوچھا نہ پایا علمِ دیں کا نشاں
چاند چہرے نظر آئے کئی بالائے سناں
گردِ تلواریں لئے فوجِ ستم کو دیکھا
ننگے سرِ قافلہ اہلِ حرم کو دیکھا

اشک آنکھوں میں بھرے واں سے پھری وہ غمگین
اور اظہار کیا آکے یہ شیریں کے قرین
آپ سچ کہتی تھیں نی نی یہ تو ہے لشکرِ کین
عمرِ سعد ہے اور فوجِ یزید بے دیں
کربلا ہے کوئی جا، واں سے یہ سب آتے ہیں
کسی سردار کا سر کاٹ کے لے جاتے ہیں

نبی بیباں خاک پہ بیٹھی ہیں حسین و خوش رو
رُخ ہیں مٹی سے بھرے ماتھے سے بہتا ہے لہو
قتل وارث ہوئے اور رونے کے مانع ہیں عدو
ایک رستی میں ہیں جکڑے ہوئے دونوں بازو
آسماں ہلتا ہے ان نبی بیوں کے نالوں سے
منہ کوئی ہاتھ سے ڈھانپنے ہے کوئی بالوں سے

نبی نبی میں کیا کہوں بچے کئی دیکھے ہیں غریب
کہ نہ دشمن کی بھی اولاد کو یہ دن ہو نصیب
ان میں اک دخترِ معصومہ کی حالت ہے عجیب
دیکھ آئی ہوں میں اُس کو تو ہلاکت کے قریب
کئی دن کا ہے جو فاقہ تو سکتی ہے وہ
باپ کے سر کو عجب یاس سے تکتی ہے وہ

کوئی وارث نہیں بس ایک ہے لڑکا بیمار
 تپ سے دن رات پُھوکا کرتا ہے جس کا تن زار
 طوق گردن میں ہے اور پاؤں میں زنجیر کا بار
 آبلے تلوؤں میں اور آبلوں میں دشت کے خار
 شان چہرے سے تیشی کی عیاں ہوتی ہے
 ہائے بابا جو وہ کہتا ہے تو ماں روتی ہے
 جب کہ شیریں نے سنا سیدؑ والا آئے

نعیم میرٹھی

علیؑ ، رسولؑ ، حسنؑ اور حسینؑ جانِ رسولؑ
 یہی ہیں حاملِ قرآن و وارثانِ رسولؑ
 بجز حسینؑ نہیں کوئی دینِ حق کا امین
 بجز حسینؑ نہیں کوئی رتبہ دانِ رسولؑ
 (بشکریہ سوزِ خواں سید اختر عباس و عاطف زیدی / خیرپور)

Blank Page of Basta

انوار مجھے تول رہے ہیں 'خاموش!
اسرار زبان کھول رہے ہیں 'خاموش!
اے پیکِ محل شناس جبریل امین!
اس وقت علیؑ بول رہے ہیں 'خاموش!

(جوشِ ملیح آبادی) source nahjulbalagha site

گردنیں بارہ اسیروں کی ہیں اور ایک رَس
جس طرح ہوتے ہیں گلدستہ گلہائے چمن
رشتہ دارانِ علیؑ سب ہیں گرفتارِ محن
شرم کے مارے مونی جاتی ہے اک شب کی دلہن
دَم بہ دَم ساس بھی سرِ پیٹتی ہے ساتھ اُس کے
ابھی کنگنا نہ گھلا تھا کہ بندھے ہاتھ اُس کے

ہے اسی رستی میں ننھا سا سیکنہ کا گلو
دَم گھٹا جاتا ہے آنکھوں سے رواں ہیں آنسو
چاک گرتے کا گریبان ، پریشاں گیسو
گال تو سو جے ہیں کانوں سے ٹپکتا ہے لہو
آہ ہر گام پہ سینے سے نکل جاتی ہے
جب گھڑکتے ہیں ستمگر تو دہل جاتی ہے

ماں سے کرتی ہے اشارہ وہ گرفتارِ ستم
رستی کھلوا دو، کہیں گھٹ کے نکل جائے نہ دم
رو کے وہ کہتی ہے مجبور ہوں میں شستہ غم
ہائے پچی تری قسمت میں یہ تھا درد و الم
صدقے آماں یہ گرہ عقدہ سُٹا کھولے گا
بی بی اس عقدہ مشکل کو خدا کھولے گا

ماں سے رو رو کے وہ نادان یہ کرتی تھی بیاں
کس کا دربار ہے اس حال سے جاتی ہوں کہاں
یہ تو کہہ دو کہیں بابا بھی ملیں گے آماں
کئی دن گزرے ہیں وہ ہیں مری آنکھوں سے نہاں
بھول جائیگا یہ سب دکھ جو انہیں پاؤں گی
دوڑ کر بابا کے سینے سے لپٹ جاؤں گی

کہیں دربار میں اماں وہ اگر مجھ سے ملے
 دیکھنا کرتی ہوں کیسے شہِ والا سے لگے
 وہ خبر لیویں نہ گردن مری رستی سے چھلے
 اُس کو یوں بھولتے ہیں باپ سے پتہ جو ملے
 وجہ کیا کون سی تقصیر پہ منہ موڑا ہے
 سیلیاں کھانے کو اعداء میں مجھے چھوڑا ہے

روتے تھے سُن کے سکیڑے کا بیاں سارے امیر
 ہر قدم پر تھا یہی شور کہ ہے ہے شہیر
 اس طرح ہوتی تھی آرائشِ دربارِ شہیر
 تخت پر آپ تھا اور کرسیوں پہ سارے امیر
 اک طرف لوٹ کا سب زیور و زر رکھا تھا
 اور تلے ، فاطمہ کے لال کا سر رکھا تھا
 آمد آمد حرم شاہ کی دربار میں ہے

تخت کے سامنے روتے ہوئے آئے جو اسیر
دیکھ کر سید سجادؑ کو بولا وہ شریر
سُرکشی کر کے نہ سُر بر ہوئے مجھ سے شبیرؑ
شکر کرتا ہوں کہ خالق نے کیا تم کو حقیر
بیٹھنے کا کہیں دنیا میں سہارا نہ رہا
پختنؑ اٹھ گئے اب زور تمہارا نہ رہا

کس کے ناموس لٹے کس کا ہوا گھر تاراج
کون بے سُر ہوا اور کون ہوا صاحب تاج
ایک چادر کیلئے کس کی بہن ہے محتاج
کون کمزور ہے اور کون زبردست ہے آج
ذبحِ خنجر سے ہوا جو وہ پدر کس کا ہے
اک ذرا غور سے دیکھو تو یہ سُر کس کا ہے
آمد آمد حرمِ شاہؑ کی دربار میں ہے

جب کہ دربار میں ناموس پیمبر آئے

جب کہ دربار میں ناموس پیمبر آئے

بال کھولے ہوئے بے مقنع و چادر آئے

سر کے بالوں سے پھپھپائے رخ انور آئے

بیڑیاں تھامے ہوئے عابدِ مضطر آئے

سخت آفت میں گرفتار وہ سب خوشخو تھے

رہسماں ایک تھی اور آہ کئی بازو تھے

زَن ظلم سے پھلتے تھے تپیموں کے گلے

سہمے جاتے تھے کشاکش میں وہ نازوں کے پنے

مائیں آفت میں گرفتار تھیں کیا زور چلے

رو کے دیکھا کبھی عابد کو ، کبھی ہاتھ ملے

شمر کہتا تھا کہ حاکم کا غضب آئے گا

قیدیوں میں کوئی رویا تو سزا پائے گا

شمر کو دیکھ کے بولا وہ علیٰ کا دشمن
کھول دے قیدیوں کی گردن و بازو سے رَس
جب چُھٹیں بندِ رَس سے وہ گرفتارِ محن
تب سکیئہ نے لیا گرتے کا منہ پر دامن
باپ کے غم میں دلِ زار جو تن میں تڑپا
ایسا روئی کہ سرِ پاک ، لگن میں تڑپا

یولا حاکم کہ نہایت ہے تجھے باپ کی چاہ
تخت کے نیچے یہ کیا طشت میں ہے کر تو نگاہ
پاس جا کر جو لگی دیکھنے بانالہ و آہ
خوں میں ڈوبا ہوا اُس کو نظر آیا سرِ شاہ
طشت پر گر کے پکاری کہ یہ حال آپ کا ہے
لو پھوپھی جان یہی سر تو مرے باپ کا ہے

گود میں لے کے سر ابنِ علیؑ چلائی
ان کٹھلی آنکھوں کے قربان ، تمہاری جانی
ایسے بھولے کہ نہ بیٹی بھی تمہیں یاد آئی
اتنی مدت میں یہ کیا شکل مجھے دکھلائی
کیا خموشی ہے لبِ لعل تو کھولو بابا
کیا غضب ہو گیا کچھ منہ سے تو بولو بابا

تیر اس چاند سے ماتھے پہ لگایا کس نے
حلق پر خنجر بیداد پھرایا کس نے
خون اس گردنِ نازک کا بہایا کس نے
چھوٹے سے سن میں مجھے تم سے چھڑایا کس نے
آماں سر پٹی ہیں کیا انہیں سمجھاؤں میں
اؤکرتے میں چھپا کر تمہیں لے جاؤں میں
جب کہ دربار میں ناموس پیمبر آئے

غل ہے دربار میں ناموسِ پیمبرِ آئے

غل ہے دربار میں ناموسِ پیمبرِ آئے

فاقہ کش تشنہ دہن پیکس و بے پر آئے

اہلبیتِ نبویؐ کھولے ہوئے سر آئے

سامنے حاکم بے دیں کے وہ مضطر آئے

کاٹ کر حضرتِ شبیرؑ کا سر لائے ہیں

ابھی دربار میں ناموسِ حسینؑ آئے ہیں

ہند گھبرا کے پکاری کہ ارے کون حسینؑ

یولا کوئی کہ وہی فاطمہؑ کا نور العین

علیٰ زینبؑ ہیں وہ سر پیٹ کے کرتی تھیں جو بین

آج کیا قبر میں ہوویں گے محمدؐ بے چین

خانہ سیدؑ لولاک میں کوئی نہ رہا

ہائے اب ہنجنؑ پاک میں کوئی نہ رہا

ہندُ یہ سُن کے کھڑی ہو کے لگی پٹینے سَر
بال بکھرا دیئے اور پھینکی زمیں پر چادر
اور یہ چلاتی ہوئی نکلی محل سے باہر
جلد بتلاؤ کہ شہزادیاں سوتی ہیں کدھر
ننگے سَر جاؤں گی ہے ہے مرا آقا نہ رہا
کس کا پردہ کہ نبیؐ زاوی کا پردہ نہ رہا

نکلیں سَر ننگے خواصانِ مقرب ، ہمراہ
تا بہ افلاک گیا غلغلہ نالہ و آہ
پہونچیں دربار میں جس وقت وہ باحالِ تباہ
گر پڑی دوڑ کے شبیر کے سَر پر ناگاہ
رو کے چلائی کہ اس شکل پہ قربان گئی
میرے آقا کا یہی سَر ہے میں پہچان گئی

یک بیک تخت سے گھبرا کے اٹھا حاکمِ شام
ڈال کر ہنڈ پہ دامن یہ کیا اُس نے کلام
مجھ کو رُسوا کیا ایسا بھی کوئی کرتا ہے کام
اُس نے دامن کو اُلٹ کر کہا او بد انجام

بے رِدا زینبؓ و کلثومؓ ہیں و سواس نہیں
پاس میرا ہے نبیؐ زادیوں کا پاس نہیں

کس کی بیٹی ہے کہ سر پر نہیں جس کے چادر
یہ بہو کس کی ہے جو پیٹتی ہے ننگے سر
کس کے ناموس ہیں جو روتے ہیں یوں چلا کر
ہائے کیوں پھٹ کے فلک گر نہیں پڑتا تجھ پر

طوق و زنجیر کو اور عابدؓ دلگیر کو دیکھ
زین ظلم کو اور شاہؓ کی ہمیشہ کو دیکھ

میں سکیئہ ہوں حسینؑ ابنِ علیؑ کی دختر
بے گنہ شمر نے کاٹا ہے مرے باپ کا سر
ہائے جس سینے پر سو رہنے کی میں تھی خوگر
گھوڑے دوڑائے لعینوں نے اسی سینے پر

دیکھ لے نیل ہیں گالوں پہ ہمارے بی بی
شمرِ اظلم نے طمانچے ہمیں مارے بی بی
غل ہے دربار میں ناموسِ پیمبر آئے

ثاقب مظفر پوری

جب فشارِ وقت سے انسان گھبرا جائے ہے
کربلا بے ساختہ ایسے میں یاد آجائے ہے
اک تبسم سے علی اصغرؑ نے یوں حملہ کیا
اب یزیدی فوج سے ٹھہرا نہ بھاگا جائے ہے

(بشکریہ سوز خواں ثاقب، مختار و منصور زیدی / خیرپور)

آمد ہے اہلبیتِ پیمبر کی شام میں

آمد ہے اہلبیتِ پیمبر کی شام میں
گیسو کھلے ہوئے ہیں عزائے امام میں
سرِ پیٹتی ہیں فاطمہؑ دارالسلام میں
زینبؑ یہ نوحہ کرتی ہیں بلوائے عام میں
لوگو خبر کرو مرے نانا رسولؐ کو
بلوے میں شمر لایا ہے بنتِ بتولؑ کو

نانا تری نواسی کے سر پر ردا نہیں
اور اہلِ شام دیکھتے ہیں کچھ حیا نہیں
عابدؑ غریب مرتا ہے تپ سے دوا نہیں
بے ہوش ننھے بچے ہیں آب و غذا نہیں
دل سب کے کانپتے ہیں بدن تھر تھراتے ہیں
اب سامنے یزید کے سادات جاتے ہیں

ہیں اک رَسَن میں بارہ گئے وا مصیبتا
روتے ہیں گودیوں کے پئے وا مصیبتا
بس میں ستم گروں کے چلے وا مصیبتا
خاکِ عزا ہیں منہ پہ ملے وا مصیبتا

مشکل قدم اٹھانا تھا اس اژدہام میں
یوں عترتِ نبی گئی بکوائے عام میں

زینبؓ تڑپ کے اونٹ پہ کرتی تھی یہ بیاں
دربار میں طلب ہوئے ساداتِ ناگہماں
اونٹوں سے اتریں نبی بیاں کہہ کہہ کے الاماں
پیشِ یزید لے گئے ظالم کشاں کشاں

سامانِ جشنِ عام تھا دربارِ عام تھا
اور ننگے سرِ حسینؑ کا کنبہ تمام تھا

حیراں کھڑے تھے سب حرمِ شاہِ مشرقین
مہرِ سکوت لب پہ تھی شکوہ نہ شور و شمین
زینبؑ نے دیکھا طشت میں ناگہ سرِ حسینؑ
بے ساختہ تڑپ کے یہ کرنے لگی وہ بین

ہے ہے نہ موت آئی مجھے راہِ شام میں

بھیا مرا سلام لو دربارِ عام میں

آمد ہے اہلبیتِ پیمبرؐ کی شام میں
لکھا ہے دستِ بنتِ یداللہؑ تھا بندھا

لکھا ہے دستِ بنتِ یداللہؑ تھا بندھا

اور پاس ہی رسن میں سکینہؑ کا تھا گلا

زینبؑ نے یہ بیاں جو سرِ شاہؑ سے کیا

دیکھا سکینہؑ پیاسی نے بھی سر اٹھا اٹھا

چشمِ ادب سے باپ کے سر پر نگاہ کی

ہاتھوں سے تو بلائیں لیں اور منہ سے آہ کی

چلائی ہائے بابا کٹا کب تمہارا سر
سب مجھ سے کہتے تھے ہے سفر میں ترا پدر
ہے ہے جبھی لعینوں نے لوٹا ہمارا گھر
ہے ہے جبھی طمانچے مجھے مارے بے خطر
سچ ہے کہ باپ والے کو سب پیار کرتے ہیں
یوں ہم سے بے پدر کو گرفتار کرتے ہیں

بابا ہمارے موتی دلا دو لعینوں سے X
بابا ردا پھوپھی کی منگا دو لعینوں سے
بابا ہمارا کنبہ چھڑا دو لعینوں سے
بابا انخی کی جان بچا دو لعینوں سے
روتی ہوں جب تو پیار سے تم دیکھ لیتے ہو
بابا ہمارے ہاتھ نہیں کھول دیتے ہو
آمد ہے اہلبیتِ پیمبر کی شام میں
لکھا ہے دستِ بنتِ یداللہ تھا بندھا

یا علیؑ آئیے زنداں میں حرم روتے ہیں

یا علیؑ آئیے زنداں میں حرم روتے ہیں

قتل، شبیرؑ ہوئے کشتہٴ غم روتے ہیں

بیڑیاں ہنپے اسیرانِ ستم روتے ہیں

حشر ہو جاتا ہے جب میل کے بہم روتے ہیں

سَر کو جب پیٹ کے چلاتے ہیں اے وائے حسینؑ

در و دیوار سے آتی ہے صدا ہائے حسینؑ

نہ دِلاسا کوئی دے اور نہ کوئی پوچھے بات

کوئی اتنا نہیں جو روئے ذرا بیٹھ کے پاس

غم بہتر کا ہے پچھلا پہر اور کالی رات

ہے دِلا سے کو فقط حضرتِ معبود کی ذات

قید خانے کی مصیبت سے جو دم گھٹتا ہے

کوئی اٹھتا ہے کوئی خاک پہ گر پڑتا ہے

قاعدہ یہ ہے تیموں پہ ترس کھاتے ہیں
 گود میں لیتے ہیں سمجھاتے ہیں بہلاتے ہیں
 خاطر میں کرتے ہیں راحت انہیں پہنچاتے ہیں
 یہ طمانچوں پہ طمانچے انہیں کھلواتے ہیں
 یہ ستم بنتا شہنشاہِ مدینہ کیلئے
 سیلیاں شمر کی اور بالی سکینہ کیلئے

یا علیؑ آپ کی پوتی کا عجب ہے عالم
 سہمی جاتی ہے کہ آجائے نہ شمرِ اظلم
 رَسَنِ ظلم کی تنگی سے گھٹا جاتا ہے دم
 ننھے ہاتھوں سے کرے باپ کا کیوں کر ماتم
 آہ جب کرتی ہے تب عرشِ بریں ہلتا ہے
 یا علیؑ آپ کی پوتی کا گلا پھلتا ہے
 یا علیؑ آئیے زنداں میں حرم روتے ہیں
 (التماسِ فاتحہ برائے سوزِ خواںِ امامی صاحب)

سر اپنا پیٹ کے فضہ سے ہنڈنے پوچھا

سر اپنا پیٹ کے فضہ سے ہنڈنے پوچھا

ارے بتا تو سہی کیا حسینؑ قتل ہوا

جہی تو خواب میں زہراؑ کو ننگے سر دیکھا

وہی حسینؑ وہی ہے یہ دخترِ زہراؑ

غضب ہوا شہِ والا سے پھٹ گئی زینبؑ

حسینؑ قتل ہوئے آہ لٹ گئی زینبؑ

پکاری فضہؑ زباں بند کر تو اے خوشخو

مجال ہے یہ کسی کی جو لوٹے زینبؑ کو

ذرا تو غور سے اے بی بی خوب تم سوچو

حسینؑ قتل ہو عباسؑ جس کا بھائی ہو

وہ بی بی قید ہو بلوے میں جائے عبرت ہے

بہن حسینؑ کی ہو بے ردا قیامت ہے

پکاری ہند کہ اچھا نہ حال بتلاؤ
میں ہاتھ جوڑتی ہوں تھوڑی دیر تھم جاؤ
کما کنیروں سے حاکم تلک ذرا جاؤ
وہاں جو طشت میں اک سر ہے اُس کو لے آؤ
کہو یزید سے واپس میں جلد کر دوں گی
قسم حسینؑ کی اس سر کو میں نہ رکھ لوں گی

یہ ذکر تھا کہ کنیروں کا اڑوہام آیا
ہوا یہ غل سر سلطانِ تشنہ کام آیا
پکاری بنتِ علیؑ موت کا پیام آیا
بہن کا نام بتانے سرِ امام آیا
کنیروں نے سرِ سلطانِ مشرقین رکھا
حضور ہند کے لاکر سرِ حسینؑ رکھا

سرِ حسینؑ جو آیا محل میں مثلِ ماہ
پکاری پیٹ کے سر ، ہنڈ بنتِ عبد اللہ
لو آؤ قیدیو دیکھو یہ کس کا سر ہے آہ
صدا دی سر نے یہ اعجاز سے بہ حالِ تباہ
یہ دوست اپنی ہے ہرگز نہ تم چھپاؤ بہن
یہ سر ہے بھائی کا ، زینبؑ میں ہوں ، بتاؤ بہن

صدا یہ سنتے ہی اٹھی بتوں کی جانی
قریب ہنڈ کے آکر یہ بات فرمائی
حسینؑ مر گئے زینبؑ ہے قید میں آئی
چھپاؤں کیا کہ بتاتے ہیں خود مجھے بھائی
لے لی بی بی فاطمہؑ کے نورِ عین کا پرہ
میں تجھ کو دیتی ہوں بھائی حسینؑ کا پرہ
سر اپنا پیٹ کے فضہؑ سے ہنڈ نے پوچھا

قید خانے سے جو نزدیک تھا حاکم کا محل
قید خانے سے جو نزدیک تھا حاکم کا محل
سُن کے آوازِ بکا ہنڈ کو آتی تھی نہ کل
سُرمہ آنکھوں میں دیا اور نہ لگایا کاجل
کیا ہنسی آئے بچھا جاتا ہو جب دل کا کنول
کبھی راتوں کو نہ آرام سے وہ سوتی تھی
خواب سے چونک کے اٹھ بیٹھتی تھی روتی تھی

حاکم شام سے القصہ اجازت لے کر
قید خانے میں گئی ہنڈ بہ حالِ مضطر
ہل گیا دل جو پڑی قیدیوں پر اُس کی نظر
دیکھا سب ملی بیوں کو خاک بسر برہنہ سر
یہ تو حالت ہے مگر شکر خدا کرتے ہیں
نہ شکایت ہے کسی کی نہ گلا کرتے ہیں

اک طرف خاک پہ لیٹا ہے کوئی آزاری
مرضِ تپ کی وہ شدت ہے کہ غش ہے طاری
پاؤں سُوجے ہوئے ہیں جن سے لہو ہے جاری
ہے یہ ظاہر کہ بس اب ٹوچ کی ہے تیاری
عمر جو کثمتی ہے دنیا میں وہ اکراہ کے ساتھ
اللہ اللہ نکلتا ہے ہر اک آہ کے ساتھ

تپ کی شدت سے ہے بیمار کی حالت ، تغیر
چاند سامنہ ہے کہ ہے رنج و الم کی تصویر
بند آنکھیں ہیں مگر لب پہ ہے ہر دم تکبیر
طوق گردن میں ہے اور پاؤں میں دُہری زنجیر
پاؤں کے آبلوں میں خار عیاں ہیں اب تک
پشتِ بیمار پہ دُڑوں کے نشاں ہیں اب تک

ہند کی دیکھ کے الفت یہ سکینہ نے کہا
کھولو میری نہ رسن جکڑا ہی رہنے دو گلا
شمر ڈرہ نہ لئے آئے کہیں پھر اس جا
کہیں مجھ پر نہ کرے ظلم و ستم اس سے سوا
شمر کے ڈر سے میں بابا کو بھی رو سکتی نہیں
ڈر کے مارے در زنداں کی طرف تکتی نہیں

کان کے میرے گھر بھی نہیں اس نے چھوڑے
کی سماجت بھی بہت ہاتھ بھی میں نے جوڑے
جو ستم مجھ پہ ہوئے یہ تو بہت ہیں تھوڑے
سامنے میرے، مرے بھائی کے مارے کوڑے
شمر کے نام سے ہر وقت میں گھبراتی ہوں
چونک پڑتی ہوں اگر راتوں کو سو جاتی ہوں
قید خانے سے جو نزدیک تھا حاکم کا محل

عابدؑ کو جب یزید سے بابا کا سر ملا

عابدؑ کو جب یزید سے بابا کا سر ملا
سر کیا ملا کہ مرہم زخم جگر ملا
مدت کے بعد باپ کے سر سے پسر ملا
ماہِ صفر میں شام سے حرم سفر ملا
دیکھا جو اہلبیتؑ نے فرقِ جناب کو
تاروں نے آکے گھیر لیا ماہتاب کو

بہوں نے باری باری لیا گود میں وہ سر
زینبؑ نے ہونٹ رکھ دیئے بھائی کے ہونٹ پر
دریا بہا کے اشکوں کے بولی وہ نوحہ گر
بھیا پھری ہے آپ کی ہمیشہ در بہ در
جس روز سے جدا ہوئی میں دم سے آپ کے
نیزوں سے پشت زخمی ہے دل غم سے آپ کے

بھیا تمہیں ہماری خبر بھی ہے یا نہیں
بھیا ہمارے سر سے ردائیں اُتار لیں
بھیا تمہاری پہنیں یہاں رستی میں بندھیں
بھیا تمہاری بیٹی کے یاں سیلیاں لگیں

خنداں ہمارے ہال پہ اس دم شریہ ہیں

بھیا ہم ایک رستی میں بارہ اسیر ہیں

عابدؑ کو جب یزید سے بابا کا سر ملا / مرزا دبیرؑ

(بشکریہ سوز خواں انصار حسین کاظمی مجن)

ذاکر و شاعر آل عمران شوکت رضا شوکت

مایوس و گنہ گار زمانے کو بتادو

خشش کے تصور سے بنا جسم محمدؐ

عصیاں کی معافی جسے مطلوب ہو شوکت

وہ شام و سحر چوما کرے اسم محمدؐ

پہنچی جو قید خانے میں ہنڈ نکو سیر

پہنچی جو قید خانے میں ہنڈ نکو سیر

دیکھا کہ اک مریض پڑا ہے قریب در

روتا ہے واں کوئی تو کوئی پیٹتا ہے سر

ہاتھوں سے دل پکڑ کے پکاری وہ نوحہ گر

دم پد بھی بن گئی مگر آفت گھٹی نہیں

تپ میں بھی اس غریب کی بیڑی کٹی نہیں

آنسو بہا کے شانہ ہلایا جو چند بار

اک بار غش سے چونک کے بولا نجیف و زار

بے کس کو کیوں جگاتی ہیں اماں پسر نثار

کیا جاں بلب ہوا کوئی معصوم دل فگار

پیدا ہوئے ہیں اشک بہانے کے واسطے

اٹھتے ہیں ہم جنازہ اٹھانے کے واسطے

وہ بولی سب کی خیر ہے اے زار و ناتواں
میں ہوں کثیر آپ کی مادر نہیں یہاں
مشاقِ دید آئی ہوں زنداں کے درمیاں
اتنا مجھے بتائیے اے یوسفِ زماں
اسم شریف کیا ہے ، کہا سوگوار ہے
پوچھا پدر کا نام کہا بے دیار ہے

پوچھا کہاں لٹے ہو ، کہا حق کی راہ میں
پوچھا یہ کب ، کہا کہ محرم کے ماہ میں
پوچھا یہ کیوں ، کہا کہ محبوبوں کی چاہ میں
پوچھا پدر کہاں ہیں ، کہا قتل گاہ میں
پوچھا جو گھر تو رو کے کہا قید خانہ ہے
پوچھا غذا میں کیا ہے کہا تازیانہ ہے

پہنچی جو قید خانے میں بند نکوسیں

یہ ذکر تھا کہ آگیا خولیٰ تلخ کام
لایا سنانِ ظلم پہ اک فرقِ لالہ فام
زندانیِ شام نور سے روشن ہوا تمام
اُس نے دی ندا مرے بیمارِ السلام
گھبرا کے اہل بیتؑ تو تعظیم کو اٹھے
سجادؑ کا پتے ہوئے تسلیم کو اٹھے

اُس نے روکے کہنے لگی ہندِ باوفا
اے سُرِ ثُو بولتا ہے تو یہ بھی مجھے بتا
کس باخدا کی آلؑ ہے ، کیا نام ہے ترا
کس باپ کا تو لال ہے ، کس ماں کا لاڈلا
کیا دخترِ رسولؐ کا نختِ جگر ہے تو
قربان جاؤں کیا مرے آقا کا سُر ہے تو

چلایا کانپ کر یہ سرِ سرورِ زمن
پیاسا مرا خطاب ہے مقتلِ مرا وطن
تانا مرا رسول ہے بابا ابوالحسن
مسموم میرا بھائی ہے قیدی مری بہن
احمد کو رونے والی کا نختِ جگر ہوں میں
ملی ملی حسینؑ پیکس و بے پر کا سر ہوں میں

غش ہو گئی یہ سنتے ہی ہند نکو سیر
زینبؑ سرِ اخی کو پکاری پچشم تر
نام اپنا کیوں بتا دیا اے شاہِ بحر و بر
اس کا نہیں خیال کہ زینبؑ ہے ننگے سر
پہچان کے جو وہ مجھے چادر اڑھائے گی
میں بھی تو بنتِ فاطمہؑ ہوں شرم آئے گی
پہنچی جو قید خانے میں ہند نکو سیر / نسیمؑ

(بشکریہ سوزِ خواں تزنین زہرا و عروجِ فاطمہ)

قید خانے میں تلاطم ہے کہ بند آتی ہے
قید خانے میں تلاطم ہے کہ بند آتی ہے
دختر فاطمہ غیرت سے مونی جاتی ہے
روح قالب میں وہ زندان میں گھبراتی ہے
بے حواسی سے ہر اک بار یہ چلاتی ہے
آسماں دور زمیں سخت کدھر جاؤں میں
ملی بیو مل کے دُعا مانگو کہ مرجاؤں میں

درِ زنداں پہ ہوا اتنے میں انبوہ کمال
بولے درباں کہ بڑھے دولت و عمر و اقبال
قیدیو اٹھو دعا دے کے کرو استقبال
زینِ حاکم کا ہے زنداں میں نُزولِ اجلال
تم کھلے سر تھیں حضور اب تمہیں چادر دیں گی
رحمِ دل ہیں ابھی زنداں سے رہا کر دیں گی

لوٹدیاں تھیں زینِ حاکم کی جلو میں جو رواں
دیکھتی کیا ہیں کہ اک شیر ہے آہن میں نہاں
لاغر و خستہ تن و فاقہ کش و تشنہ دہاں
منہ پہ سیلی کے نشاں پشت پہ دُڑوں کے نشاں
ساقِ پا فاقوں سے زنجیر میں تھراتی ہے
استخوانوں کے لرزے سے صدا آتی ہے

گردِ عابد کے پھری پھر وہ حالِ تغیر
رکھ دیا پاؤں پہ سر اپنا ہٹا کر زنجیر
بولے وہ کون ، یہ چلائی کنیز شبیر
السلام اے رَسَن و طوق و سلاسل کے اسیر
ہے وصیت کا محل مرنے پہ تیار ہے تو
کچھ کفن کے لئے رکھتا ہے کہ نادار ہے تو

غم نہ کھا گور و کفن میں تجھے دوں گی واللہ
ننگے سر تیرے جنازے کے چلوں گی ہمراہ
مرنے والے ترا کیا نام ہے کب سے ہے تباہ
بولے مولاً ابھی پینتیس برس جینا ہے آہ
نام بے کس بھی ہے، قیدی بھی ہے، نادار بھی ہے
حال یہ ہے کہ اسیری بھی ہے، آزار بھی ہے

ہنڈ نے پوچھا، مرض کیا ہے، کہا بے پداری
رو کے بولی کہ دوا کیا ہے، کہا نوحہ گری
گھر جو دریافت کیا، کہنے لگے در بدری
بولی لیتا ہے خبر کون، کہا بے خبری
آہ کرنے کا سبب پوچھا تو شرمانے لگے
تازیانوں کے نشاں پشت پہ دکھلانے لگے
قید خانے میں تلاطم ہے کہ بند آتی ہے

یولی وہ کون سے عصیاں پہ ملی یہ تعزیر
رو کے فرمایا گنہ کچھ بھی نہیں بے تقصیر
اُس نے منہ پیٹ لیا اور کہا کب سے ہو، اسیر
یولے دیویں تھی محرم کی جو پہنی زنجیر
کچھ کفن کے لئے ہمراہ نہیں لایا ہوں
باپ کو چھوڑ کے بے گور و کفن آیا ہوں

شانِ زینبؑ پہ نظر کر کے کہا یاد آور
فاطمہؑ خلد سے زنداں میں آئیں کیوں کر
دیکھا بانوؑ کو تو کہنے لگی ہو کر ششدر
کوئی شہزادی ہے ایران کی یہ ننگے سر
قدرتِ خالقِ قیوم نظر آتی ہے
کوئی زینبؑ کوئی کلثومؑ نظر آتی ہے
قید خانے میں تلاطم ہے کہ ہند آتی ہے
(بشکریہ سوز خواں جعفر رضا و احمد علی جعفری)

قید خانے میں سکینہ کو جو، لائی تقدیر

قید خانے میں سکینہ کو جو لائی تقدیر

رو رو کہنے لگی ہے ہے مرے بلا شبیر

کیوں نہیں لیتے خبر آج ہوئی ہوں میں اسیر

اُو اب میری تمہاری ہے ملاقات اخیر

نصف شب تک بھی یہاں جینا ہے دشوار مرا

دیکھو اب آن کے بس آخری دیدار مرا

ہاتھ اب ملتی ہوں اور ہاتھ نہیں آتے تم

جان جاتی ہے مری اور نہیں آجاتے تم

کیا خطا میری جو تشریف نہیں لاتے تم

قیدیوں کو بھی نہیں قید سے چھڑواتے تم

کس سے دکھ ہم کہیں بستی ہے ستم گاروں کی

کوئی سنتا نہیں فریاد گنہگاروں کی

کہتی تھی بانوؔ سے رو رو کے کہاں ہیں بابا
پاس اُن کے مجھے بھوادو جہاں ہیں بابا
میرے آرام ہیں بابا مری جاں ہیں بابا
کیوں مری آنکھوں سے اس وقت نہاں ہیں بابا
کیوں سکینے سے جدا ہونے کی تدبیر ہوئی
کیا گنہ مجھ سے ہوا کونسی تقصیر ہوئی

بانو گودی میں لٹا کر لگی دینے لوری
اور تھپک کر لگی کہنے وہ نصیبوں پھوٹی
سو مری لاڈلی سو جا مری قیدی چچی
سو میری تشنہ جگر سو مری بھوکی پیاسی
سو جا اے فرقتِ شبیرؔ میں رونے والی
سو مری شاہؔ کی آغوش میں سونے والی

تھی جو جاگی ہوئی تھی وہ کئی راتوں کی
سو گئی خواب میں بابا کی نظر شکل پڑی
دیکھتے ہی وہ انہیں خواب میں قدموں پہ گری
شہ نے گودی میں اٹھایا تو یہی کہنے لگی
چمن بن میرے پڑا آپ کو کیوں کر بابا
صدقے میں اور مری جان بھی تم پر بابا

خوب پانی مری خاطر گئے لینے گھر سے
مجھ پہ کیا کیا ہوا اس عرصہ میں اور تم نہ پھرے
شاہ نے چوم کے لب سینے سے لپٹا کے اُسے
کہا اے جان مری تجھ پہ یہ بابا صدقے
جو ستم مجھ پہ ہوا کیا تجھے تقریر کروں
تو بھی دلگیر ہے اب کیا تجھے دلگیر کروں

ایسی کچھ بن گئی مجھ پر کہ نہ آیا تجھ پاس
 میں جدا تجھ سے کبھی ہوں گا نہ اب تو ہو اُداس
 دیکھ منہ باپ کا وہ کہنے لگی باصد یاس
 آپکے کپڑوں سے آتی ہے مجھے خون کی باس
 خوں سے پیشانی کے بھر جانے کا باعث کیا ہے
 سرخ خط حلق پہ بابا ترے یہ کیسا ہے
 قید خانے میں سکینہ کو جو، لائی تقدیر

☆☆☆☆☆

آغا شورشِ کاشمیریؒ

آغازِ محرم ہے کہ ہنگامِ وِغَا ہے
 اسلام خود اپنوں کی شقاوت میں گھرا ہے
 ہر دور میں ہوتی رہی طاقت کی پرستش
 ہر دور یزیدوں کا طرف دار رہا ہے
 (بشکریہ سوزِ خواں ظلِ حسن و باقر نقوی و مصطفیٰ جعفری)

سرِ حسینؑ جو زندانِ شام میں آیا

سرِ حسینؑ جو زندانِ شام میں آیا

تو بڑھ کے بھائی کو ہمیشہ نے سلام کیا

و فوراً نالہ و شیون سے ایسا حشر اُٹھا

حرم بھی روتے تھے مولا کا سر بھی روتا تھا

مہلی یہ خواب کی تعبیر قید خانے میں

پا تھی مجلسِ شبیرؑ قید خانے میں

سکینہؑ بولی سنو حالِ بے کساں بابا

چلے گئے تھے مجھے چھوڑ کر کہاں بابا

ہیں غش میں عابدؑ ہمارے ناتواں بابا

گلے میں طوق ہے پاؤں میں بیڑیاں بابا

ستم گروں کو ہمارا خیال کوئی نہیں

نبیؑ کی آلؑ کا پُرساں حال کوئی نہیں

پھوپھی کی پشت پہ دُڑوں کے ہیں نشاں بابا
بندھی ہے میری بھی گردن میں ریسماں بابا
اُتر گئیں میرے کانوں کی بالیاں بابا
مرے شفیق پدر میرے مہرباں بابا
زمین پوچھتی تھی اور نہ آسماں ہم کو
ستم گروں نے پھرایا کہاں کہاں ہم کو

لگایا باپ کے سر کو گلے سے بیٹی نے
رُکے ہوئے تھے جو مدت سے شمر کے ڈر سے
وہ بن آج سیکنہ کے لب پر آ ہی گئے
سُنایا حالِ زیوں خوب اپنا رو رو کے
یزیدیت کے ستم فاش کر گئی پختی
تڑپ تڑپ کے اسیری میں مر گئی پختی

یزید کانپ اٹھا اس خبر کے پانے سے
یہ بھیک مانگی تعاون کی اس گھرانے سے
جنازہ بھی کا اٹھے نہ قید خانے سے
بدل نہ جائے فضا لاش باہر آنے سے
یہ سانحہ بھی ہو تاریخِ نوعِ انساں میں
بہن کو دفن کرے بھائی کچھ زنداں میں

لرزتے ہاتھوں سے ثربت بنائی عابدؑ نے
بہن کی چھوٹی سی میت اٹھائی عابدؑ نے
زمین میں شہؑ کی بضاعت پھپھائی عابدؑ نے
جگر کو تھام کے دی یہ دُہائی عابدؑ نے
اک احتجاج ہے ہر دور ہر زمانے میں
جو ایک چھوٹی سی ثربت ہے قید خانے میں
سرِ حسینؑ جو زندانِ شام میں آیا / شاداںِ دہلوی

سکینہؑ شام کے زنداں میں تھی اَلْم سے نڈھال
سکینہؑ شام کے زنداں میں تھی اَلْم سے نڈھال
کبھی چچا کا تصور کبھی پدر کا خیال
کبھی ربابؑ سے باتیں کبھی پھوپھی سے مقال
کبھی خموش کبھی عابدؑ حزیں سے سوال
چچا کب آئیں گے دریا سے لوٹ کر بھیا
یہاں سے نہر کا ہے کس قدر سفر بھیا

میں کربلا میں رہی منتظر نہیں آئے
لعین لے گئے میرے گھر نہیں آئے
جلادیئے گئے ہم سب کے گھر نہیں آئے
صدائیں دیتی رہی میں ، مگر نہیں آئے
ہوائے سرد ترائی میں جب ملی ہوگی
تھکے ہوئے تھے بہت نیند آگئی ہوگی

تڑپتی رہتی تھی معصوم یوں ہی شام و سحر
تسلیاں اُسے دیتے تھے عابدِ مضطر
ربابِ روتی تھیں بچی کی بھولی باتوں پر
نگاہِ یاس سے تکتی تھیں زینبِ بے پر
پیامِ مرگ ، بنی دل کی بے کلی آخر
چچا کے پاس بہتیجی چلی گئی آخر

یہ زخمِ تازہ جو اہلِ حرم کے دل پہ لگا
تو قید خانے میں اک حشر ہو گیا برپا
تڑپ کے جانبِ عابد ، رباب نے دیکھا
بس اتنا کہہ سکیں ہے ہے یہ کیا ہوا بیٹا
سنبھل سکا نہ دلِ پاش پاش بیٹھ گئیں
لگا کے سینے سے بچی کی لاش بیٹھ گئیں

تڑپ کے آئیں قریبِ ربابؑ، بنتِ علیؑ
کہا کہ پچی کو دے دیجئے مجھے بھابھی
خدا کی مرضی میں انساں کا دخل کیا ملی
یہ روز روز کی ایذاؤں سے بھی چھوٹ گئی
نہ دن کو تڑپے گی اب اور نہ شب کو روئے گی
جنال میں باپ کے سینے سے لگ کے سوئے گی

تڑپ کے بولے یہ عابدؑ، بہن خدا حافظ
ملیں گے حشر میں اے خستہ تن خدا حافظ
مری غریب مری کم سخن خدا حافظ
الم رسیدہ غریب الوطن خدا حافظ
بہن کو غسل و کفن تک نہ دے سکا بھائی
تجھے تو علم ہے مجبور تھا ترا بھائی
سکینہؑ شام کے زنداں میں تھی الم سے نڈھال / شاہدہ نقوی

زنداں میں جب کہ دخترِ شبیرؑ مر گئی

زنداں میں جب کہ دخترِ شبیرؑ مر گئی

دُنیا سے دفعتاً سفرِ خلد کر گئی

کنبے کے دل پہ داغِ جدائی کا دھر گئی

غل پڑ گیا حسینؑ کی عاشق گزر گئی

جنت بسائی دیکھ کے دنیا کے باغ کو

تازہ کیا ہے پھر علی اصغرؑ کے داغ کو

بازو ہلا کے بانوئۓ ناشاد نے کہا

بی بی پدر کے سر سے اٹھاؤ تو سر ذرا

باتیں ابھی تو کرتی تھیں آنسو بہا بہا

ساکت ہے نبض ہائے غضب سر و دست و پا

منہ دیکھتے ہی زیت کا نقشہ بدل گیا

کس وقت سانس رُک گئی کب دم نکل گیا

X لو ہاتھ جوڑتی ہے یہ ماں اے سکینہؑ جاں
مجھ کو بلا لو تم ہو جہاں اے سکینہؑ جاں
ڈھونڈوں نکل کے تم کو کہاں اے سکینہؑ جاں
مادر کو قبر ہے یہ مکاں اے سکینہؑ جاں
میں جانتی ہوں موت سے بدتر حیات کو
اب کون سوئے گا مرے پہلو میں رات کو

بچی یہ ماں تجھے کدھر اب ڈھونڈنے کو جائے
اے غم رسیدہ تو نے قیامت کے دکھ اٹھائے
پٹھٹ کر پد سے گھڑ کیاں کھائیں، طمانچے کھائے
نبی نبی رَسَن بندھی تری گردن میں ہائے ہائے
جو سختیاں فلک نے دکھائیں وہ سہہ گئیں
بندے جو چھن گئے مرا منہ تک کے رہ گئیں

قربان جاؤں قیدی دامِ بلا ہے ماں
آفت میں بعدِ سبِ نبیؐ مبتلا ہے ماں
مجبور ہے غریب ہے بے دست و پا ہے ماں
ٹی ملی کو دے کہاں سے کفن بے ردا ہے ماں
پہلے سے خاک میں ہے بدن سب اٹا ہوا
لے جاؤ قبر میں یہی عمر تا پھٹا ہوا

ایذا سے غم سے رنج اٹھانے سے پھٹ گئیں
کنبے سے کیا کہ سارے زمانے سے پھٹ گئیں
ہر صبح و شام اشک بہانے سے پھٹ گئیں
اچھا ہوا کہ گھر کیاں کھانے سے پھٹ گئیں
نیند اڑ گئی تھی لوگوں کی مچی کے بن سے
اب تو یزید رات کو سوئے گا چین سے
زندوں میں جب کہ دخترِ شبیرؑ مر گئی

سر جو شبیر کا زندان میں لائے خدام

سر جو شبیر کا زندان میں لائے خدام
بھائی کے سر کو کیا زینب مضر نے سلام
تھا گرفتار سلاسل جو زمانے کا امام
اٹھا تعظیم کو لے کر شہِ مظلوم کا نام
طشتِ حلقے میں لئے کشتہٴ غم رونے لگے
سر شبیر کو دیکھا تو حرم رونے لگے

سب نے ماتم کیا رمل کر، ہوئی مجلس ہوا
چوم کر سر کو عقیدت سے یہ زینب نے کہا
دکھ اٹھائے ہیں بہت تم سے پھرو کر بھیا
اپنی آغوش میں سر بالی سکنہ نے لیا
رورہے تھے سبھی رکتے ہی کہاں تھے آنسو
سر شبیر کی آنکھوں سے رواں تھے آنسو

حال کہنے کا یہ لمحہ جو سکیئہ کو ملا
نر شبیر کو سینے سے لگا کر یہ کہا
چھوڑ کر ہم کو گئے آپ کہاں اے بابا
آپ کے بعد ستم ٹوٹے ہیں ہم پر کیا کیا

میرے رخسار پہ جو نیل عیاں ہیں بابا
یہ مرے منہ پہ طمانچوں کے نشاں ہیں بابا

آپ میداں کو سدھارے تو بڑا ظلم ہوا
آگ خیموں میں لگی جل گیا ساماں سارا
چھن گئے میرے گہر جل گیا میرا کرتا
روتی پھرتی تھی میں اُس دشتِ بلا میں تنہا

نہ دیا ہم کو کسی نے بھی سہارا بابا
پوچھتا کوئی نہ تھا حال ہمارا بابا

روتے روتے ہوئی خاموش سکیئہؑ اک بار
کہا زینبؑ نے کہ میں تیری مصیبت کے ثنار
آمری گود میں آجا؁ مری پیاری دلدار
پر سکیئہؑ نہ ہلی اپنی جگہ سے زنہار

جا ملی باپ سے وہ باپ کی پیاری بچی

چل بسی شام کے زنداں میں دُلاری بچی

سرجوشبیرؑ کا زندان میں لائے خدامؑ

بی بیوں غسل جو دینے لگیں بچی کو وہاں

پیرہن خون بھرا پسلیوں میں تھا چسپاں

ہو گئے زخموں میں تبدیل جو دُروں کے نشاں

دیکھ کر لاش کو اس حال میں رونے لگی ماں

حشر تھا دختر سلطانِ مدینہ کے لئے

لوگ سر پیٹ کے روتے تھے سکیئہؑ کے لئے

کانپتے ہاتھوں سے عابد نے بنائی حُریت
دفن کی اُس میں حسینؑ ابنِ علیؑ کی دولت
نہ سنی اور نہ دیکھی کہیں ایسی غربت
دل بھر آیا تو ہوئی حد سے زیادہ رقت
بچی کے حال پہ سب کشتہٴ غم روتے تھے
قبر حلقے میں لئے اہلِ حرم روتے تھے

قید سے ہو کے رہا جب یہ مدینے پہنچے
ماں کے کانوں میں سکینہؑ کے سخن گونجتے تھے
جو ستم بچی پہ ٹوٹے وہ بھلائے نہ گئے
روتی پھرتی تھی وہ مظلوم یہی کہہ کہہ کے
ہو کے جب شام کے زنداں سے ہوا آتی ہے
اے سکینہؑ ترے رونے کی صدا آتی ہے
سر جو شبیرؑ کا زندان میں لائے خدام / شاداں دہلوی
(بشکریہ سوزِ خواں سید کاظم رضا و تنویر بیانوی)

جب قید سے اسیر رہا ہو گئے تمام

جب قید سے اسیر رہا ہو گئے تمام
قبرِ سیکنہ پر گئے روتے ہوئے امام
ماتم کُناں تھے ساتھ میں اہلِ حرم تمام
آہستہ آ رہی تھیں ربابِ نجستہ کام
چھوٹی سی قبر سامنے نظروں کے پھر گئی
اک آہِ سرد کھینچ کے مرقد پہ گر گئی

بولیں اٹھو کہ قافلہ تیار ہو چکا
جاتا ہے اب وطن کو تمہارا یہ قافلہ
بیٹا تمہیں رہائی کا ارمان تھا بڑا
جب تم نہیں تو گھر سے مجھے واسطہ ہے کیا
تیرے بغیر گھر کو میں ہر گز نہ جاؤں گی
بن کر فقیر قبر پہ آنسو بہاؤں گی

روتے ہوئے لحد سے حرم اٹھ کھڑے ہوئے
یولی ربابؑ جاتی ہوں حکم امام سے
روکر کہا یہ زینبؑ عالی مقام نے
قربان جاؤں شکوہ نہ کیجو حسینؑ سے
اے اہلِ شام واسطہ ربِ کریم کا
پیچھے خیال رکھنا ہماری یتیم کا

القصۃ پہونچے کرب و بلا میں یہ نوحہ گر
زینبؑ تڑپ کے گر گئیں بھائی کی قبر پر
اس طرح بن کرتی تھیں وہ سوختہ جگر
بھابھی کی گود اُجڑ گئی بھیا کرو نظر
تم کو خبر ہے ہم پہ جو آفت گزر گئی
قیدِ ستم میں بالی سکینہؑ بھی مر گئی

بھیا تمارے بعد وہ آفت پڑی ادھر
اصغرؑ کا سر بھی کاٹ لیا قبر کھود کر
خنجر گلے پہ جب وہ چلاتا تھا بد مٹھر
ہم دیکھتے تھے اور پھٹا جاتا تھا جگر
یہ دیکھ کر ربابؑ کی حالت تباہ تھی
آنکھوں سے اشک بہتے تھے اور لب پہ آہ تھی

سر لے کے جب شقی وہ وہاں سے چلا گیا
دوڑی ربابؑ گود میں لاشہ اٹھالیا
اور چومتی تھی حلق مُدیدہ کو بارہا
وہ بن تھے کہ سب کا کلیجہ پلادیا
نالے ہی کرتے کرتے وہ خاموش ہو گئی
لاشہ لئے وہ گود میں یہوش ہو گئی
جب قید سے اسیر رہا ہو گئے تمام / امیر چھولسی

حسینؑ بے گس و بے پیر کا آج چہلم ہے
حسینؑ بیکس و بے پد کا آج چہلم ہے
تمام فاطمہؑ کے گھر کا آج چہلم ہے
سپاہِ سبطِ پیمبرؐ کا آج چہلم ہے
علیؑ کے گھر میں بہتر کا آج چہلم ہے
نہ فاطمہؑ نہ پیمبرؐ ہیں باغِ رضواں میں
وہ قتل گاہ میں روتے ہیں اور یہ زنداں میں

امامِ بے کس و بے آشنا کا چہلم ہے
شہیدِ ظلم و قتلِ جفا کا چہلم ہے
علیؑ و فاطمہؑ کے دلربا کا چہلم ہے
نبیؐ کے گھر میں شہِ کربلا کا چہلم ہے
حرم میں غل ہے کہ عباسؑ، کبریا کے لئے
ذرا سا پانی تو بھجوادو فاتحہ کے لئے

شہیدِ خنجر و تیر و سناں کا چہلم ہے
غریب و بے کس و بے خانماں کا چہلم ہے
ذبحِ عصر و امامِ زماں کا چہلم ہے
بہن تو قید ہے اور بھائی جاں کا چہلم ہے
عجیب فکر میں بیٹی شہِ حنین کی ہے
نہ فاتحہ کی اجازت نہ شور و شین کی ہے
حسینؑ بے کس و بے پر کا آج چہلم ہے / نسیمؒ

نفیس فتح پوریؒ

بربادِ انؑ کا گھر ہوا اُمت کے واسطے
امت کے دل پہ قبر بھی انؑ کی گراں ہوئی
(بشکریہ شاعر اہلبیتؑ عادل فتح پوری)

چہلم جو کربلا میں بہتر کا ہو چکا

چہلم جو کربلا میں بہتر کا ہو چکا

پیوند پیکسوں کے تن و سر کا ہو چکا

اور فاتحہ حسینؑ کے لشکر کا ہو چکا

قبروں پہ شور آلِ پیمبرؐ کا ہو چکا

ماتم میں تین روز رہے شور و شین سے

روئے لپٹ لپٹ کے مزارِ حسینؑ سے

مثلِ چراغ ، گورِ غریباں پہ دل جلائے

پھولوں کے بدلے قبروں پہ لختِ جگر چڑھائے

پیاروں کی بود و باش کے ساماں جو یاد آئے

بے ساختہ پکارے کلیجہ پکڑ کے ہائے

کنبے کے ساتھ داخلہ کربلا ہوا

لایا جو تھا مدینے سے ہم کو وہ کیا ہوا

X حضرت کی قبر ہل گئی زینبؓ کے بن سے
آکر کہا بشیرؓ نے ابنِ حسینؓ سے
شہزادے جاں بلب ہے پھوپھی شور و شین سے
چلے وطن کو قبرِ شہؓ مشرقین سے

عابدؓ نے پوچھا کیوں پھوپھی اماں قبول ہے
وہ بولیں اختیار ہے کیا ، ہاں قبول ہے

آئے تھے کس طرح سے وطن کس طرح چلے
نہ شہؓ رہے نہ گودیوں میں گود کے پائے
سوتے تھے قبر میں جو کٹائے ہوئے گئے
یہ وقت وہ تھا پھرتے تھے سب آنکھ کے تلے
عابدؓ سے بانوؓ کہتی تھیں مہلت قلیل ہے
کچھ خاکِ پاک لے لو کہ صغریٰؓ علیل ہے

اے کربلائے سرورؑ دلگیر الوداع

اے قتل گاہِ حضرتِ شبیرؑ الوداع

اے قبرِ ابنِ صاحبِ تطہیرؑ الوداع

اے بھائی جان جاتی ہے ہمیشہ الوداع

کیا غم نصیب ہے یہ نواسی رسولؐ کی

تم نے مجاوری نہ ہماری قبول کی

(بشکریہ سوز خواں وصی حیدر و ولی حیدر زیدی)

شاعرِ پاکستان صہباً اخترؒ

حسنؑ سا اک حسین ملا نبیؐ کو جانشین ملا

کہ حیدرؑ و ہولؑ کو اک اور مہ جبیں ملا

ہے اجتماعِ پنجتنؑ کہ عیدِ شجہات ہے

بنامِ آمدِ حسینؑ رقص میں حیات ہے

(بشکریہ سوز خواں عدنان و شبر / مجلسِ حسینؑ J-18/2, P.E.C.H.S.)

شام سے جب اہلبیتؑ باسرِ عریاں چلے

شام سے جب اہلبیتؑ ، باسرِ عریاں چلے

یعنی سوئے کربلا ، چاک گریباں چلے

لے کے شہیدوں کے سر، بے سر و ساماں چلے

کرتے ہوئے یہ بیاں بادلِ نالاں چلے

آج ہے چالیسواں حضرتِ شہیرؑ کا

تشنہ دہن کشتہٗ خنجر و تقدیر کا

راہ میں اُن سے کوئی ، پوچھتا گُر اُن کر

کس کے ہو ناموس تم ، کس کے ہو لختِ جگر

کس نے ہے لوٹا تمہیں ، کس نے کیا بے پدر

کہتے تھے اہلِ حرم اُن سے یوں باچشمِ تر

تم سے بیاں کیا کریں اپنے ہم احوال کو

دفن ہیں کرنے چلے فاطمہؑ کے لال کو

وہ جو حرم محترم ، شاہ کے باصد بکا
منزلیں طے کرتے ہائے ، پہنچے دَرِ کربلا
دُور سے وہ قتل گاہ اُن کو دکھائی دیا
رو کے یہ کہنے لگے ، حضرت زین العبا

اونٹوں سے اترو تم اب، کرتے ہوئے شور و شین
روتے چلو پیادہ پا، یاں سے بہ لاشِ حسینؑ

حضرت سجادؑ سے سُن کے حرم یہ کلام
پہنچتے روتے ہوئے اونٹوں سے اترے تمام
آئے جو لاشوں کے پاس ، ہائے وہ ناشاد کام
سَر کو لگے پیٹنے ، وارثوں کے لے کے نام

چادریں سَر سے اتار آنسو بہانے لگے
ہاتھوں سے اُس مَن کی خاک سَر پہ اڑانے لگے

حضرت سجادؓ نے دیکھ کر یہ ماجرا
 نبی بیوں کو ساتھ لے ، خوب سا ماتم کیا
 سر جو شہیدوں کے تھے ، پیچ میں اُن کو رکھا
 سینہ و سر پیٹ کر ، رو رو یہ نوحہ پڑھا
 زہرا کے معصوم کا آج ہے چالیسواں
 سید مظلوم کا آج ہے چالیسواں

وہ جو ہے ابنِ حسنؓ شاہ کا عالی نسب
 بیاہ کے دن ہائے ہائے ، قتل ہوا تشنہ لب
 شادی کا جوڑا جو تھا میل گیا مٹی میں سب
 اُس کا بھی چہلم ہے آج ہائے ستم ہے غضب
 اکبر و اصغر کا بھی آج ہے چالیسواں
 شاہ کے لشکر کا بھی آج ہے چالیسواں
 شام سے جب اہلبیتؑ باسرِ عُریاں چلے

بشکریہ بیگم اختیار امام رضوی و
 خانوادہ سوزِ خوانِ اہلبیتؑ سردار حسین ہاشمی (دہلوی)

پہنچے اسیر، شام سے چھٹ کر جو کربلا
پہنچے اسیر، شام سے چھٹ کر جو کربلا
تسخیر ہو چکا تھا ہر اک سخت مرحلہ
اترا جو بار سُر سے تو یاد آئے اقربا
اک ایک مرنے والا نگاہوں میں پھر گیا
دل میں گھٹے ہوئے تھے جو ارماں اُبل پڑے
اشکوں کے ساتھ دل کے بھی ٹکڑے نکل پڑے

کوئی تڑپ کے بولی کہ اکبرؑ کہاں ہو تم
چلائی کوئی قاسمؑ بے پر کہاں ہو تم
اک ماں صدائیں دیتی ہے اصغرؑ کہاں ہو تم
زینبؑ پکاریں عابدؑ مضطر کہاں ہو تم
بیٹا نہ دل پہ بس ہے نہ قابو ہے صبر پر
لہ لے چلو مجھے بھائی کی قبر پر

بولی لیٹ کے قبر سے بھیا میں آگئی
بھیا سنا ، میں شام تک بے ردا گئی
بھیا سکینہ ہم سے نگاہیں پھرا گئی
نکلی نہ قید خانے سے موت اُس کو کھاگئی
بچی تو روچکی تھی بہت تھک کے سو گئی
لیکن وہ ماں کی گود جو ویران ہو گئی

بھیا ذرا رباب کی حالت تو دیکھئے
کیسی اداس اداس ہے صورت تو دیکھئے
دل خوں ، زباں خموش ، یہ ہمت تو دیکھئے
ہر گام مرگ تازہ قیامت تو دیکھئے
دُکھیا پہ کیسے کیسے مصائب گزر گئے
وارث بھی سر سے اٹھ گیا بچے بھی مر گئے

اس وقت کچھ عجیب تھا عالم ربابؑ پر
گردن جھکائے بیٹھی تھی دنیا سے بے خبر
شانہ ہلا کے بولی جو زینبؑ بہ چشمِ تر
یک لخت جیسے چونک اٹھی دیکھا اٹھا کے سر
بس اتنا کہہ سکی کہ بہت دن گزر گئے
آئے تھے ساتھ باپ کے اصغرؑ کدھر گئے

اس نالہ ربابؑ پہ محشر پاپا ہوا
عاشور کا سماں تھا نظر میں کھینچا ہوا
ہر آنکھ میں تھا چہرہ اصغرؑ بسا ہوا
گودی میں جیسے باپ کا منہ دیکھتا ہوا
قبرِ حسینؑ کرب سے تھرا کے رہ گئی
پرچھائیں جیسے موت کی لہرا کے رہ گئی
پہنچے اسیر، شام سے چھٹ کر جو کربلا / شامتہ نقوی

جب چھٹ کے قیدِ شام سے سجاد گھر چلے

جب چھٹ کے قیدِ شام سے سجاد گھر چلے

رستے میں کربلا نے صدا دی کدھر چلے

دشتِ بلا میں چھوڑ کے لاشِ پدر چلے

عابد نہ چاہتے تھے کہ جائیں ، مگر چلے

پیہم دعا تھی طاقتِ ضبطِ فغاں رہے

صغراءِ ضرور پوچھے گی بابا کہاں رہے

رُک رُک کے سوچتے تھے اُسے کیا بتائیں گے

کیسے کہیں گے ، بی بی اب اکبرؑ نہ آئیں گے

تم بھی بھلا دو ہم بھی اُنہیں بھول جائیں گے

وقت آئے گا تو خود تمہیں بابا بلائیں گے

کہہ دیں ابھی ربابؑ سے آگے نہ آئیے

بچی مچل نہ جائے کہ اصغراؑ کو لائیے

اُمّ البنینؑ پوچھیں گی اپنے جری کا حال
کس شان سے لڑا سرِ میداں علیؑ کا لال
کہنا پڑے گا جنگ کا غازی کی کیا سوال
اُن کو تو صرف آبِ رسائی کا تھا خیال
اِذِنِ وَاغَا مَلَا هٰی کَمَا اُس دلیر کو
زنجیر سے امامؑ نے جکڑا تھا شیر کو

مِل جاتی اُس جری کو اگر جنگ کی رِضا
دَم بھر میں فیصلہ تھا گل افواجِ شام کا
پانی گئے تھے لینے سو وہ بھی نہ مل سکا
مشکیزہ واپس آیا تو رنگیں تھا جا بجا
وعدہ تھا بھر کے لانے کا پورا بھی کر دیا
مشکیزہؑ سکیںہ میں خوں اپنا بھر دیا

دیکھا جو یہ سکیئہ نے آئے نہیں چچا
مشکیزہ واپس آیا ہے اور وہ بھی خوں بھرا
یہ حادثہ کلجے کا ناسور بن گیا
زندال میں بھی چچا ہی کا دن رات ذکر تھا
سمجھایا ہر طرح ، نہ مگر بے کلی گئی
آخر چچا کے پاس بہتیجی چلی گئی
جب چھٹ کے قیدِ شام سے سجاد گھر چلے / شاہتہ نقوی

سہیل شاہ

ہر گھڑی رہتے ہیں ہر رنج و بلا سے محفوظ
گھر میں مولاً کا عزا خانہ سجانے والے

چُھٹ کر جب آیا شام سے کنبہ رسولؐ کا
چُھٹ کر جب آیا شام سے کنبہ رسولؐ کا
یثرب کے ذرے ذرے نے اک زخم نو دیا
آئے جو ابنِ جعفرؓ طیارِ باصفا
اک تیر سا کلیجے میں عابدؑ کے گڑ گیا
زینبؑ تو دُور ہٹ گئیں منہ کو چُھپالیا
عابدؑ نے اپنے پاس چچا کو بٹھالیا

عابدؑ نے آہ بھر کے سوئے خیمہ کی نظر
زینبؑ تڑپ کے جھینپ گئیں کانپے دل جگر
جعفرؓ کے شیر نے جو سنی آہ پر اثر
ہاتھ اپنا پیار سے رکھا عابدؑ کی پشت پر
فرمایا یوں تڑپ کے نہ آہ و فغاں کرو
بیٹا جو دکھ اُٹھائے ہیں مجھ سے بیاں کرو

X عابدؑ کا دل بھر آیا چچا سے لپٹ گئے
پہنچی جو ٹھیس پشت کے سب زخم پھٹ گئے
بہنے لگا لہو تو جھک کر سمٹ گئے
گھبرا کے ابنِ جعفرؑ طیار ہٹ گئے
بولے یہ زخم کیسے ہیں کیا ماجرا ہوا
عابدؑ خدا کے واسطے بولو یہ کیا ہوا

X کیا بعدِ قتلِ شاہؑ بھی تم پر ہوئے ستم
محفوظ تو رہے شہِ مظلوم کے حرم
یہ تو حمیت ، اہلِ عرب میں ہے کم سے کم
بچوں کو ، عورتوں کو سمجھتے ہیں محترم
کیا لٹ گیا تھا خیمہ بھی آلِ رسولؐ کا
بے پردہ تو ہوا نہیں کنبہ بتولؑ کا

عابدؑ نے آہ بھر کے کہا کچھ نہ پوچھیے
جو سوچ بھی نہ سکتے تھے ایسے ستم ہوئے
برگشتہ اس قدر تھا زمانہ حسینؑ سے
اوروں کا ذکر کیا علی اصغرؑ نہ سچ سکے
حقِ وفا ادا کیا بچوں نے آپ کے
ادا کا رعب داب تھا تیور تھے باپ کے

کس شان لڑے وہ دلاور نہ پوچھیے
کس طرح وار کرتے تھے جم کر نہ پوچھیے
مرعوب اُن سے کتنا تھا لشکر نہ پوچھیے
کیا کہہ رہے تھے قاسمؑ و اکبرؑ نہ پوچھیے
ہر ایک کی زباں پہ صدا مرحبا کی تھی
فرصت نہ دی اجل نے یہ مرضی خدا کی تھی

اُن پر ہی کیا اجل تو بھرے گھر کر کھا گئی
قاسمؑ کو کھا گئی علی اکبرؑ کو کھا گئی
عباسؑ جیسے شیرِ دلاور کو کھا گئی
حد ہو گئی کہ سبِ پیمبرؑ کو کھا گئی

سب قبر میں چلے گئے سونے کے واسطے

میں ہی بچا ہوں کنبہ کو رونے کے واسطے

چھٹ کر جب آیا شام سے کنبہ رسولؐ کا

کیسے کہوں چچا ، نہ رہے جب شہِ اُمم

بے وارثوں پہ توڑے گئے کس قدر ستم

بازار میں پھرائے گئے ننگے سرِ حرم

دنیا اڑا رہی تھی مذاق اور چپ تھے ہم

کیا حالِ دردِ منہ سے کہیں دیکھ لیجئے

دُڑوں کے زخمِ پشت پہ ہیں دیکھ لیجئے

دربار میں گئے تو قیامت گزر گئی
مجمع میں آلِ پاکِ نبیٰ ننگے سر گئی
طعنے تھے ، مضحکے تھے جہاں تک نظر گئی
ہم ڈھونڈتے تھے موت نجانے کدھر گئی
قیدی تھے سر جھکائے خمیدہ کھڑے ہوئے
چھوٹے بڑے تھے ایک رسن میں بندھے ہوئے
چھٹ کر جب آیا شام سے کنبہ رسول کا / شاہتہ نقوی
(بشکریہ سوز خواں اشرف حسین زیدی و ظہیر زیدی)

جب آفتوں کے گرفتار قید سے چھوٹے

جب آفتوں کے گرفتار قید سے چھوٹے

امامِ دیں کے عزادار قید سے چھوٹے

اسیر و مضطر و ناچار قید سے چھوٹے

جنابِ عابدِ بیمار قید سے چھوٹے

بکا کا اذن جو پایا تو دل کو چین ملا

حسینؑ تو نہ ملے پر سرِ حسینؑ ملا

قیامت آئی کہ شاہِ ہدا کا سر آیا

پچھاڑیں کھائیں پسر نے بہن نے غش کھایا

سلام کر کے مریضِ الم یہ چلایا

بہت دنوں میں اسیروں کو یاد فرمایا

فراقِ شاہ میں قیدی کڑی اٹھاتے تھے

غذا کے بدلے فقط تازیانے کھاتے تھے

مریضِ ہجر نے کیا کیا نہ شور و شر دیکھا
حضور کے سر پر خوں کو نیزے پر دیکھا
ہجومِ عامِ حرم کے ادھر ادھر دیکھا
اسیروں کو سر بازار ننگے سر دیکھا
خرابے میں یہ مصیبت گزر گئی بابا
تمہاری لاڈلی گھٹ گھٹ کے مر گئی بابا

حرم جو قبرِ سکینہؑ پہ نوحہ گر آئے
ہجومِ یاس میں زنداں سے پھوٹ کر آئے
سرِ حسینؑ کو لے کر وہ ننگے سر آئے
ندا یہ دی کہ سکینہؑ اٹھو پدر آئے
امامؑ پاک کے سر کی بلائیں لو ملی ملی
حسینؑ لینے کو خود آئے ہیں چلو ملی ملی

لحد پہ گر کے یہ چلائی بانوئے" نالاں
یہ بے نصیب بھی ملنے کو آئی ہے مری جاں
چچا سے جو تمہیں کہنا ہو کہہ دو میں قرباں
کہ عمو جان سے ملنے کو جاتی ہے امان
سفر کا قصد ہے اصغر کے غم میں مرتی ہوں
تمہاری قبر خدا کے سپرد کرتی ہوں
جب آفتوں کے گرفتار قید سے چھوٹے / نسیم امروہوی

تجمل لکھنوی

تم شفاعت جو کرو گے تو ملک پوچھیں گے
ہم بھی ہو جائیں کھڑے صف میں گنگاروں کی؟

ثمر ہوشنگ آبادی

ہمہمی کہ آئے تھے یہ کاتبِ تقدیر سے ، پہلے
کوئی نعمت نہ لکھ دینا غمِ شبیر سے پہلے

وطن میں جب حَرَمِ شَاہِ نَامِدَار آئے

وطن میں جب حَرَمِ شَاہِ نَامِدَار آئے

ملوں و مضطر و بیتاب و بے قرار آئے

جنابِ عابدِ بیمار اشکبار آئے

نبیؐ کی قبرِ مطہر پہ سوگوار آئے

بکا سے روضہ عالی وقار پہننے لگا

فغاں وہ کی کہ نبیؐ کا مزار پہننے لگا

کوئی پکاری کہ نانا فلک ستائی ہوں

میں شرم سے یہاں آنے میں تھر تھرائی ہوں

یہ نذر آپ کے روضے پہ لے کے آئی ہوں

کہ ابنِ شیرِ خدا کی سُنائی لائی ہوں

اخنی کی لاش پہ میں کربلا میں رو آئی

تمہارے لال کو دشتِ بلا میں کھو آئی

کسی کا غل تھا کہ بازار میں گئی نانا
شتر پہ بلوہ کفار میں گئی نانا
غضب ہے مجلسِ مے خوار میں گئی نانا
یزیدِ نخس کے دربار میں گئی نانا
شقی کی بزم میں کیا کیا نہ شور و شر دیکھا
ہزار تاروں نے مجھ کو ننگے سر دیکھا

سفر میں قاسمؑ بے پر بھی مر گئے صغراؑ
پھوپھی کے دونوں وہ دلبر بھی مر گئے صغراؑ
مرے جواں علی اکبرؑ بھی مر گئے صغراؑ
تمہارے ننھے برادر بھی مر گئے صغراؑ
نبیؑ کا لال بھی سب اقربا بھی قتل ہوئے
علیؑ کے شیر تمہارے چچا بھی قتل ہوئے
وطن میں جب حرمِ شاہِ نامدار آئے / نسیمِ امر و مویؑ

یثرب سے کربلا کے مسافر قریب ہیں

یثرب سے کربلا کے مسافر قریب ہیں
لٹ کر پھرے وطن کو عجب غم نصیب ہیں
اس حال سے حبیبِ خدا کے حبیب ہیں
بے کس ہیں سوگوارِ امامِ غریب ہیں
حضرتؑ کے بعد چین کی شکلیں بجز گئیں
شہزادیاں غضب کی تباہی میں پڑ گئیں

سب شہر میں عجیب تلام ہے جا جا
صغراً کو فرطِ غم سے نہیں ہوش دست و پا
لیٹی ہوئی ہے صحن میں منہ پر لئے ردا
سینے میں دل دھڑکنے لگا جب چلی ہوا
کہتی ہے خلق سے اسی حسرت میں جائیں گے
کیوں دل کبھی ہمارے مسافر بھی آئیں گے

اُٹھی یہ کہہ کے عاشقِ سلطانِ نامدار
لیکن قدم قدم پہ گری وہ نحیف و زار
بے اختیار ہنس کے یہ چلائی ایک بار
لو نانی میں تو جاتی ہوں تم گھر سے ہوشیار
سچ ہے سفر سے بادشاہِ مشرقین آئے
لو تم پہ میں فدا مرے بلا حسین آئے

صغراؑ ادھر سے پیٹتی پہنچی چشمِ تر X
اُمّ البنینؑ بھی ہاتھوں سے تھامے ہوئے جگر
پوچھا کدھر ہیں خواہرؑ سلطانِ بحر و بر
فضہؑ نے بڑھ کے حضرتِ زینبؑ کو دی خبر
زوجہ رسولؐ پاک کی تشریف لائی ہیں
اُمّ البنینؑ بھی آئی ہیں صغراؑ بھی آئی ہیں

ماتم کی صف کے پاس جو پہنچی وہ نیک نام
رونے لگیں پکار کے سیدانیاں تمام
کلوٹوم بڑھ گئیں پئے تعظیم چند گام
اٹھیں اک آہ کھینچ کے زینبؑ پئے سلام
گرنے لگیں تو بازوئے فضہؑ پکڑ لیا
صغراً کو دیکھتے ہی کلیجہ پکڑ لیا

صغراً کے منہ کو دیکھ کے روتے تھے سب کے سب
بیمار لے کے نامِ پدر پیتی تھی جب
کہتی تھی مل کے ہاتھ غضب ہو گیا غضب
بیٹی بہت اداس ہے بابا بلاؤ اب
رقت ہوئی نہ ضبط کنیروں سے ہٹ گئیں
صغراً سے اٹھ کے حضرت زینبؑ سے لپٹ گئیں
یثرب سے کربلا کے مسافر قریب ہیں

(بشکریہ سوزِ خواں حضور برادران و ظہور برادران)

لکھا ہے چھوٹ کے یثرب میں جب حرم آئے

لکھا ہے چھوٹ کے یثرب میں جب حرم آئے

سروں کو پیٹتے باصد غم و الم آئے

پا تھا غل حرم سید اُمم آئے

بیان کرتے تھے سجاد رو کے ہم آئے

تمام کنبے کو مقتل میں کھوکے آئے ہیں

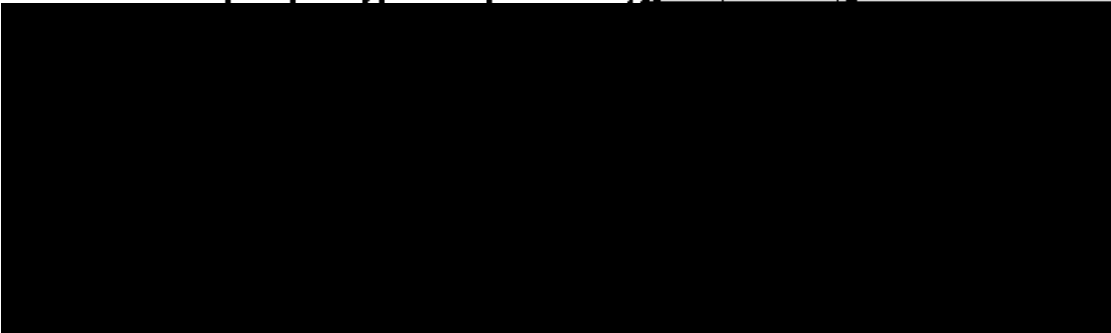
جائے تحفہ بہتر کے داغ لائے ہیں

مدینے والو ، ہمیں کربلا نے لوٹ لیا

یتیم میں ہوا بابا ہوئے شہید جفا

ہوئے اسیر ستم ، اہلبیتؑ واویلا

محبوبؑ کی گھبراہٹ



گئے رسولؐ کے روضے پہ جس گھڑی سجاؤ
لپٹ کے قبرِ مبارک سے تب یہ کی فریاد
خبر ہے آپ کو بھی ہم پہ کیا ہوئی بیداد
کہ دوپہر میں ہوا سارا گھر کا گھر برباد
تمہاری آلؑ پہ رنج و الم کثیر ہوئے
حسینؑ قتل ہوئے اور حرم اسیر ہوئے

چلے مکان کو روتے امامِ جنّ و بشر
تمام قافلہ تھا ساتھ ساتھ نوحہ گر
و فورِ غم ہوا دیکھا جو خانہٴ سرور
اُداسی چھائی ہے خاک اُڑ رہی ہے ڈیوڑھی پر
یہ غیر حال ہوا غم سے جان کھونے لگے
امامؑ دیکھ کے سنسان گھر کو رونے لگے

غرض اتر چکے ناقوں سے جبکہ اہلِ حرم
بچھائی ملی بیوں نے گھر میں تب صفِ ماتم
کہا یہ فاطمہ صغراً نے کیوں نہ ہو مجھے غم
ملی نہ آکے سکیں بھی مجھ سے ہائے ستم
پکاری بانوؑ وہ جی سے گزر گئی صغراً
سکینہؑ شام کے زنداں میں مر گئی صغراً

خصوص حضرت زینبؑ کی تھی عجب حالت
کبھی نہ پیٹنے رونے سے ہوتی تھی فرصت
غذا بھی ترک ہوئی طاق ہو گئی طاقت
کسی سے ملتی نہ تھیں آپ غم کی تھی شدت
یہی تھا وردِ زباں تم کدھر گئے بھائی
میں آہ جیتی رہی اور مر گئے بھائی
لکھا ہے چھوٹ کے یثرب میں جب حرم آئے

مالکِ سلطنتِ کوفہ جو مختار ہوئے

مالکِ سلطنتِ کوفہ جو مختار ہوئے

انتقامِ شہدا لینے کو تیار ہوئے

جتنے قاتل تھے شہداء کے گرفتار ہوئے

مومنوں سے جو لڑے کوئی وہ فی النار ہوئے

اُس نے چُن چُن کے ہر اک بانیِ شر کو مارا

خولی و شمر و سینا اور عمر کو مارا

ایک دن کوفہ کے بازار میں یہ شور ہوا

ہو گئی سیدِ سجادؑ کی مقبول دعا

حرمہ قید ہوا شکرِ خداوندِ علیؑ

لائے مختار کے آگے جو اُسے اہلِ وفا

پوچھا کیوں عرشِ معلیٰ کو ہلایا ظالم

تیر معصوم کو کیوں تُو نے لگایا ظالم

جو ستم تو نے کیے اُن کا مجھے حال سنا
ہاتھوں کو جوڑ کے یہ اُس ستم آراء نے کہا
تیر چھے تھے مرے ترکش میں وطن سے جو چلا
تین تیروں نے تو کی رن میں نشانے سے خطا
ہوں مقرر آلہٴ پیمبرؐ کو رُلیا میں نے
تین تیروں کو نشانے پہ لگایا میں نے

ایک تو مشک کو جب لے کے علمدار چلا
صورتِ شیر ، سُوئے سیدِ ابرار چلا
مشک کو دانتوں میں پکڑے ہوئے جرار چلا
کٹ گئے شانے جو تلوار کا اک وار چلا

میری بیداد سے بچوں نے نہ پایا پانی
تیر اک مار کے سب میں نے بہایا پانی

دوسرے تیر کا اب حال میں کرتا ہوں بیاں
لائے اصغرؑ کو جو میدان میں شاہِ دو جہاں
اس قدر پیاس کی شدت تھی کہ اینٹھی تھی زباں
اُس کو ہاتھوں پہ اُٹھا کر یہ کیا شہؑ نے بیاں
تم کو خوفِ غضبِ خالقِ قہار نہیں
میں خطاوار ہوں بچہ تو خطاوار نہیں

گر یقین آئے گا اُن کو کہ ہو تم تشنہ وہاں
رحم شاید اُنہیں آجائے یہ ہے مجھ کو گماں
جس گھڑی روکے یہ بچے سے کیا شہؑ نے بیاں
سب نے دیکھا کہ نکالی علی اصغرؑ نے زباں
جتنے سردار تھے منہ اشکوں سے سب دھونے لگے
فوج میں جتنے سپاہی تھے وہ سب رونے لگے

جب بن سعد نے لشکر میں تلام دیکھا
آیا گھبرایا ہوا پاس میرے اور یہ کہا
جلد کر کام تمام اس کا ، نہ کر دیر ذرا
میں نے اک تیر سے پہلو جو ادھر کو پھینکا
میرے اک تیر نے دونوں کو برابر توڑا
بازوئے شاہ ، گلوئے علی اصغرؑ توڑا

جب گلوئے علی اصغرؑ پہ پڑا میرا تیر
گر پڑا شاہ کے ہاتھوں سے یہ تڑپا بے شیر
دیکھ کر چرخ کو کس یاس سے روئے شیرؑ
اور رو کر کہا حضرت نے کہ اے ربِ قدیر
نوجوانوں کا تو فدیہ ہوا اکبرؑ میرا
شیعوں کے پچوں پہ قربان ہے اصغرؑ میرا
مالکِ سلطنتِ کوفہ جو مختار ہوئے

حسینؑ ، سبطِ رسولِ زمنؑ ، سلامٌ علیک

حسینؑ ، سبطِ رسولِ زمنؑ ، سلامٌ علیک

حسینؑ ، دلبرِ خیرِ شکنؑ ، سلامٌ علیک

مرے امامِ غریبِ الوطنؑ ، سلامٌ علیک

شہیدِ و بے لحدِ و بے کفنؑ ، سلامٌ علیک

ادا یہ آخری خدمت کرو عزادارو

نبیؐ کے لال کو رخصت کرو عزادارو

حسینؑ آج تمہیں کائنات روتی ہے

تمہاری تشنہ لبی پر فرات روتی ہے

سحر کا چاک گریباں ہے رات روتی ہے

تمہاری موت پہ اب تک حیات روتی ہے

تمہارے غم میں زمانہ اداس ہے مولّا

ہر ایک تعزیہ خانہ اداس ہے مولّا

× حسینؑ تم ہو زمانے میں فاتحِ اعظم
تمہی نے دینِ پیبرؐ کیا ہے مستحکم
تمہاری ذات ہوئی وجہِ خلقتِ آدمؑ
نہ ہوتے تم تو نہ ہوتا کوئی خدا کی قسم
سلام تم پہ تمہارے وفا شعاروں پر
سلام خون میں ڈوبے ہوئے ستاروں پر

× سلام اُن پہ جو زورِ عمل دکھا کے گئے
دلِ یزید کی سب حسرتیں مٹا کے گئے
اجل کے سامنے مقتل میں مسکرا کے گئے
وہ خود تو سو گئے دنیا مگر جگا کے گئے

اندھیری رات میں سینوں کے داغِ روشن تھے
پڑی تھیں خاک پہ لاشیں چراغِ روشن تھے

لٹی علیٰ کے چمن کی بہار مقتل میں x
 زمیں تھی خون سے سب لالہ زار مقتل میں
 کسی کا دل تھا سناں سے فگار مقتل میں
 اجل نے چھین لیا شیر خوار مقتل میں
 سلام کشتی امت بچانے والوں پر
 سلام سبطِ پیمبرؐ کے نونہالوں پر

سلام اُس پہ کہ جس کے تھے شیر کے تیور x
 زمانہ جس کو سمجھتا تھا ثانی حیدرؑ
 دکھا دیا یہ سکینہؑ کی مشک کو بھر کر
 کہ حشر تک مرا قبضہ رہے گا دریا پر
 حسینؑ آئے تو بھائی کی لاش کو دیکھا
 قریب نہر ، تنِ پاش پاش کو دیکھا

یتیم و بے کس و قاسمؑ بنِ حسنؑ پہ سلام
 لباسِ عقد جو پہنا تھا اُس کفن پہ سلام
 قریب ، لاش پہ روتی ہوئی دلہن پہ سلام
 جہاں بلند تھے نالے اُس انجمن پہ سلام
 خزاں کے رنگ میں ڈوبی ہوئی بہاریں ہیں
 کہ جس کے سرے کی لڑیاں لہو کی دھاریں ہیں

پسِ حسینؑ حرمِ اشک تک بہا نہ سکے
 جو آگِ خیموں میں بھڑکی تھی وہ بچھا نہ سکے
 کسی کو بہرِ مددِ دشت میں بلا نہ سکے
 لٹا کے گھر کو بھی اپنے وطن میں جانہ سکے
 سلام اُن پہ کہ چہروں پہ جن کے گیسوتھے
 سلام اُن پہ کہ جن کے رَسن میں بازوتھے
حسینؑ ، سبطِ رسولِ زمنؑ ، سلامُ علیک

وا حسرتا کہ شاہ کا ماتم ہوا تمام

وا حسرتا کہ شاہ کا ماتم ہوا تمام

آئی خزاں بہار کا موسم ہوا تمام

جس کی خوشی دلوں کو تھی وہ غم ہوا تمام

سُر پیڑ مومنو کہ محرم ہوا تمام

آئی اگر اجل تو یہ ماتم یہ غم کہاں

یہ مجلسیں تو حشر تلک ہیں پہ ہم کہاں

کل ہوں گی مجلسیں نہ یہ شیون نہ یہ فغاں

سُحان ہوں گے تعزیہ داری کے سب مکاں

عشرہ ہوا تمام چلے شاہِ انس و جاں

رخصت طلب ہے تم سے تمہارا یہ میہماں

رخصت کرو علم سے لپٹ کر حسینؑ کو

یاؤ گے کل نہ فاطمہؑ کے نورِ عین کو

اے بے دیار و بے سر و سامان الوداع
اے شیعین ”پاک“ کے مہمان الوداع
اے دو جہاں کے سید و سلطان الوداع
اے بنتِ مصطفیٰ کے دل و جان الوداع
آہ و بکا سے ہم کبھی غافل نہ ہونیں گے
جب تک جنیں گے آپ کی غربت پہ روئیں گے

رو کر کہو کہ اے شہِ ذی جاہ الوداع
بے کس حسینؑ کل کے شہنشاہ الوداع
دیں کے چراغ ، فاطمہؑ کے ماہ الوداع
اے امتِ نبیؐ کے ہوا خواہ الوداع
مولا اجل کے ہاتھ سے مہلت جو پائیں گے
پھر اگلے سال بزم میں رونے کو آئیں گے

اے نورِ چشمِ احمدِ مختارِ الوداع

اے یادگارِ حیدرِ کرارِ الوداع

اے سیدہٗ بتول کے دلدارِ الوداع

اے امتِ رسولؐ کے غمخوارِ الوداع

آدابِ تعزیت نہ ادا ہم سے ہو سکے

حسرت رہی کہ ہائے نہ جی بھر کے رو سکے

وا حسرتا کہ شاہ کا ماتم ہوا تمام / میر وحیدؒ

(بشکریہ سوزِ خواں منظر زیدی و صاحبزادگان ، سہیل و نوید)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جاویدِ منظر

کربلا حق و صداقت کا صلہ دیتی ہے

جو بھٹتے ہیں انہیں راہ دکھا دیتی ہے

ہم گدائے درِ اولادِ علیؑ ہیں منظر

یہ گدائی ہمیں ہر دکھ کی دوا دیتی ہے

(بشکریہ سوزِ خواں و خطیب کاشف حسین زیدی و اظہر رضا برادران)

ہاں دوستو کمی ہو نہ اب شور و شین میں

ہاں دوستو کمی ہو نہ اب شور و شین میں

زینبؑ بھی ہیں عزائے شہِ مشرقین میں

پھٹ جائیں دل وہ درد ہے دکھیا کے بن میں

لو فاطمہؑ بھی آگئیں بزمِ حسینؑ میں

چہرے پہ خاک ، بال پریشاں کئے ہوئے

گودی میں ایک ننھا سا لاشہ لئے ہوئے

گویا یہ کہہ رہی ہیں بتولؑ " فلک مقام

اے بے وطن کے تعزیہ دارو ، مرا سلام

مطلب یہ ہے کہ آج مجالس ہوئیں تمام

رخصت طلب ہیں اہلِ عزا ، مادرِ امام

دل پر ہجوم ہے غم و رنج و ملال کا

پُرسہ بتولؑ پاک کو دو اُن کے لال کا

رو لو کہ اب یہ تذکرہ غم بھی ختم ہے
فصلِ عزائے سرورِ عالم بھی ختم ہے
ماتم کرو کہ آج یہ ماتم بھی ختم ہے
مجلس بھی، مرثیہ بھی، محرم بھی ختم ہے

حیدر بھی سب کے ساتھ میں آنسو بہاتے ہیں
ہاں اب حسینؑ تعزیہ خانے سے جاتے ہیں

اے رونے والو، آنکھوں سے دریائے خوں بہاؤ
ماتم کرو حسینؑ کا اور سر پہ خاک اڑاؤ
فرشِ عزا لپیٹ کے رکھو علم بڑھاؤ
دس دن کا میہمان چلا تعزیئے اٹھاؤ

اشکوں کو نذر دے کے امامؑ اناام کو
رخصت کرو حسین علیہ السلام کو

رو کر کہو کہ اے شہِ ابرار ، الوداع
اے کاروانِ درد کے سالار ، الوداع
اے امتِ رسولؐ کے غمخوار ، الوداع
کڑیل جواں پسر کے عزادار ، الوداع
کیا جانے اگلے سال جنیں گے ، مریں گے ہم
ہند قبر میں بھی تعزیہ داری کریں گے ہم

اے بے دیار و بے سرو سامان ، الوداع
اے امتِ رسولؐ کے مہمان ، الوداع
حیدرؑ کی روح ، فاطمہؑ کی جان ، الوداع
اے مصطفیٰؐ کی گود کے قرآن ، الوداع
عشرے کے ختم ہوتے ہی ہم سے بچھڑ گئے
مولاؑ تمہارے تعزیہ خانے اُجڑ گئے
ہاں دوستو کسی ہونہ اب شور و شین میں / نسیم امروموؑ

ماں کا جو سایہ فاطمہؑ کے سر سے اُٹھ گیا

ماں کا جو سایہ فاطمہؑ کے سر سے اُٹھ گیا

آرام ، چین اُس کے مقدر سے اُٹھ گیا

ماحول جو خوشی کا تھا وہ گھر سے اُٹھ گیا

گویا قرار ، بیتِ پیمبرؐ سے اُٹھ گیا

ماں فاطمہؑ کو چاہنے والی جو مر گئی

صدے اُٹھا اُٹھا کے خدیجہؑ گزر گئی

تھی عمر فاطمہؑ کی بہت کم ، بہت ہی کم

سن چار سال کا تھا کہ ٹوٹا یہ کوہِ غم

کہتی تھی اپنے باپ سے رو کر یہ دم بدم

کہیئے پتھر کے اماں سے کیسے جنیں گے ہم

صبر و قرار سے ہمیں محروم کر گئیں

زندہ رہیں گے کیسے کہ اماں تو مر گئیں

ہونے لگی ٹڈھال جو غم سے وہ دل مکول
ہاتھ اُس کے سر پہ پھیر کے کہنے لگے رسولؐ
منجانبِ خدا ہے یہ صدمہ کرو قبول
اس غم پہ صبر کرنا بھی اس غم کا ہے اصول
ہر صدمہ عظیم پہ آنسو بہانے ہیں
دنیا میں تم کو اور بہت غم اٹھانے ہیں

تم کو خبر نہیں ہے کہ کسں ہو تم ابھی
کیسے بغیر ماں کے گزرتی ہے زندگی
ہمدرد و غمگسار بھی ہوتا نہیں کوئی
ہر موڑ پر ستاتی ہے رہ رہ کے بے کسی
جب زندگی میں رنج و الم یاد آتے ہیں
ہر اک قدم پر ماں کے کرم یاد آتے ہیں

طے ہو چکا جو غسل و کفن کا بھی مرحلہ
 تیار ہو گیا جو جنازہ خدیجہؑ کا
 بیٹی نے ماں کا آخری دیدار کر لیا
 زہرا کا غم ، رسولؐ سے دیکھا نہ جاسکا
 فریڈالم سے زہرا کی حالت بگڑ گئی
 اس کمسنی میں ماں سے یہ بھی پنچھڑ گئی
 ماں کا جو سایہ فاطمہؑ کے سر سے اُٹھ گیا / شاداں دہلوی

علیؑ کی شمشیر / سید عارف امام

واقفِ شانِ امامت ہے علیؑ کی شمشیر
 کاشفِ برّ ہلاکت ہے علیؑ کی شمشیر
 قاطعِ رسمِ جمالت ہے علیؑ کی شمشیر
 بس عدالت ہی عدالت ہے علیؑ کی شمشیر
 نسب و نام کی گتھی کو یہ سلجھاتی ہے
 صلب میں اس کی نظر دور تک جاتی ہے

آیا بہت قریب نبی کا دم وصال

آیا بہت قریب نبی کا دم وصال

شدت سے تپ کی اب مرے مولاً کا ہے یہ حال

جلتا ہے جسم ضعف و نقاہت بھی ہے کمال

پیہم مرض کا ہے یہ اشارہ بصد ملال

رخصت ہیں اب جہان سے بابائے فاطمہؑ

ہم بھی شریکِ غم ہیں ترے ہائے فاطمہؑ

بیٹی کے تھے یہ بن کہ بابا کدھر گئے

معراج کو سدھارے کہ خالق کے گھر گئے

جنت بسائی اور مجھے برباد کر گئے

او حسن حسینؑ ، کہ نانا گزر گئے

گردش کا رخ غضب ہے مری سمت پھر پڑا

دوڑو مدینے والو فلک مجھ پہ گر پڑا

اے میرے فاقہ کش مرے نادار بابا جاں
بیواؤں بے کسوں کے مددگار بابا جاں
ہے ہے اُجڑ گئی مری سرکار بابا جاں
بچے تڑپ رہے ہیں کرو پیار بابا جاں
بابا مرے حسنؑ کو گلے سے لگائیے
بابا حسینؑ روتا ہے اُٹھ کر منائیے

کھا کر پچھاڑیں روتی تھیں علیٰ علی جو زار زار
پہیم صدا یہ آتی تھی کانوں میں بار بار
زہراً مرے کلیجے کے ٹکڑے ، ترے نثار
نانا کے دونوں راج دُلاڑوں سے ہوشیار
میرے حسنؑ حسینؑ کی شادی رچائیو
سرے بندھیں تو میری بھی تربت پہ لائیو
آیا بہت قریب نبیؐ کا دم وصال / نسیم امر و ہوقؑ

بیمار جب کہ احمدِ مختار ہو گئے

بیمار جب کہ احمدِ مختار ہو گئے

دشمن زیادہ درپے آزار ہو گئے

زہرِ ستم سے موت کے آثار ہو گئے

صدے اٹھا کے جینے سے بے زار ہو گئے

غل تھا جہاں سے نائبِ داور کا کوچ ہے

افسوس سُوئے خلد ، پیمبرؐ کا کوچ ہے

شفقت سے فاطمہؑ کو بلایا رسولؐ نے

سمجھا کے اپنے پاس بٹھایا رسولؐ نے

جب دامنِ ببولؑ کو پایا رسولؐ نے

بستر کے بدلے اُس کو پٹھایا رسولؐ نے

سَر رکھ کے اپنا زانوائے دختر پہ سو گئے

راوی کا ہے یہ قول کہ بے ہوش ہو گئے

ہوش آیا تو بلایا حسن اور حسین کو
لپٹایا اپنے سینے سے ہر نورِ عین کو
نانا کے غم میں کھویا نواسوں نے چین کو
رو رو کے یہ سنایا شہِ مشرقین کو
افسوس آج داغِ جدائی دکھاؤ گے
سننے ہیں ہم یہ سب سے ، ہمیں چھوڑ جاؤ گے

سر پیٹ پیٹ رونے لگی ہائے فاطمہؑ
بولی کہ کس طرح نہ اَلَم کھائے فاطمہؑ
جو حالِ دل ہے کس سے وہ دُہرائے فاطمہؑ
افسوس اپنے باپ سے پچھٹ جائے فاطمہؑ
اس غم سے آس ٹوٹ گئی دل ملوں کی
آفت میں مبتلا ہوئی بیٹی رسولؐ کی
بیمار جب کہ احمد مختار ہو گئے

× رو رو حسن حسینؑ یہ کہتے تھے بار بار
اب کون زانوؤں پہ بٹھا کر کرے گا پیار
نانا گلے لگاؤ نواسے ہیں بے قرار
رونے جنہیں نہ دیتے تھے اب ہیں وہ اشک بار
کیا کیا غم و ملال نہ گھر دل میں کر گئے
جو ناز اٹھانے والے ہمارے تھے ، مر گئے

رونے سے اہلیتؑ کے تھا حشر آشکار
دل وا محمدؐ کی صدا سے ہوئے فگار
گھر میں تو سب عزیزِ پیمبرؐ تھے اشک بار
دروازے پر کھڑے ہوئے روتے تھے جاں نثار
سینے بھرے تھے رنج سے ، ماتم کو ہاتھ تھے
جبریلؑ اشک بار فرشتوں کے ساتھ تھے

محشر پا کیا جو صغیر و کبیر نے
 سمجھایا ضبط کر کے جنابِ امیرؑ نے
 تدبیرِ غسلِ شاہِ اُمم کی ، وزیر نے
 نہلایا اُن کو عاشقِ ربِ قدیر نے
 گو حالِ غم سے غیر تھا زوجِ بتولؑ کا
 کفنا کے خود جنازہ اُٹھایا رسولؐ کا
 بیمار جب کہ احمدؑ مختار ہو گئے

التماسِ فاتحہ برائے سیدِ رضازیدی (والدِ امتیازِ رضا / بو ترابِ اسکاوش)

اقبالِ کاظمی

شبیرؑ کے علم کو عباسؑ نے اُٹھایا
 عباسؑ کے علم کو دنیا اُٹھا رہی ہے
 اعجازِ اسلم

صدقِ دل سے آگیا جو بھی درِ شبیرؑ پر
 ہم بھی اُس کے ہو گئے وہ بھی ہمارا ہو گیا
 (بشکریہ سوزِ خواں پیرِ سیدِ مظهرِ حسین شاہِ جلالی قلندری)

اے امتیورؤو کہ یہ فصلِ عزا ہے

اے اُمّیو روو کہ یہ فصلِ عزا ہے

اس ماہِ صفر میں سفرِ خیرِ ورا ہے

سادات میں فریاد ہے شیون ہے بکا ہے

عاشورِ محرم سے فزوں حشرِ ہپا ہے

اک اور قیامت بھی اسی روز ہوئی ہے

شبراً کی شہادت بھی اسی روز ہوئی ہے

اس چاند نے دو داغ دیئے آلِ عبا کو

شبراً کو کبھی روو کبھی خیرِ ورا کو

سادات کو راحت ہے نہ اصحابِ صفا کو

زہراً کو نہ تسکین نہ ضرغامِ خدا کو

رُخ زرد ہے محبوبِ الہی کو یہ تپ ہے

خورشید کی جدت ہے تو عجلی کی تڑپ ہے

وہ نزع کے آثار وہ کونین کا ہادی
اس دھیان میں بیتاب شہہ دیں کی خوزادی
پچوں کا ابھی بیاہ نہ دیکھا ہے نہ شادی
ناگاہ کسی نے درِ دولت پہ ندا دی
یا ختم رُسلؑ آپ پہ تسلیم خدا ہو
مجرے کے لئے آؤں جو حضرتؑ کی رضا ہو

زہراؑ نے کہا حیف ہے اے بندۂ غفار X
کیسا تُو بشر ہے کہ مروت نہیں زہمار
حضرتؑ کا یہ عالم ہے ، تجھے عجلتِ دیدار
تب یوں وہ پکارا کہ مکاں ہل گیا اک بار
یولا نہ گیا دخترؑ محبوبؑ خدا سے
خود ختم رُسلؑ چونک پڑے اُس کی صدا سے

یولے مری دلدار ، خدا حافظ و ناصر
اے باپ کی غم خوار ، خدا حافظ و ناصر
اے دخترِ ناچار ، خدا حافظ و ناصر
رُخصت ہے یہ بیمار ، خدا حافظ و ناصر
کیا صابر و شاکر ہے خدا تجھ کو جزا دے
اے باپ کی شیدا اے آنے کی رضا دے

پھر شہ نے کئی بار کہا شکر خدایا
آخر ملک الموت کو نزدیک بلایا
قدسی نے جو گلدستہ فردوس سنگھایا
پھر دخترِ ناشاد نے دم تن میں نہ پایا
سَر پیٹ کے چلائیں کہ فریاد خدا کی
میں لٹ گئی لوگو مرے بابا نے قضا کی
اے اُمّتیورؤو کہ یہ فصلِ عزا ہے

(بشکریہ سلام و نوحہ و سوزِ خوانِ رضی رضوی)

تھا یاد میں نبیؐ کی جو زہراً کا غیر حال

تھا یاد میں نبیؐ کی جو زہراً کا غیر حال
آنکھوں میں اُٹھتے بیٹھتے آنسو تھے دل نڈھال
حیدرؑ شریکِ غم تھے اور اطفالِ خورد سال
ان کے سوا کسی کو نہ تھا اُن کا کچھ خیال
روتی تھیں سرِ پشک کے مزارِ رسولؐ پر
ٹوٹی تھی اک قیامتِ کبریٰ بتولؑ پر

نوحہ پڑھا جو یاد میں بابا کی صبح و شام
لائے علیؑ کے پاس شکایت یہ خاص و عام
روتی ہیں رات دن جو بتولؑ فلک مقام
دن بھر کے کام رات کی نیندیں ہوئیں حرام
کتنے ہی اس سے بڑھ کے بھی مغموم ہوتے ہیں
مرتے ہیں سب کے باپ کہیں یوں بھی روتے ہیں

سُن کر مدینے والوں کا یہ دل شکن پیام
تھے صابر و حلیم مگر رو دیے امام
جا کر حرم سرا میں سنائے جو یہ کلام
اک آہ بھر کے رہ گئیں بنتِ شہِ امام
اتنا کہا حضورؐ کچھ اُن کے کبھی نہ تھے
میرے ہی باپ تھے وہ کسی کے نبیؐ نہ تھے

جا کر یہ اُن سے کہیے کہ زہرا ہے غم نصیب
رونے سے روکتے ہو، نہ روئے گی یہ غریب
وہ چل بسا جو تھا مرے ہر درد کا طبیب
تم گھر نہ چھوڑو میری ہی رخصت ہے اب قریب
رونا ہے ناگوار تو، ٹل جاؤں گی کہیں
پٹوں کو لے کے شب میں نکل جاؤں گی کہیں

اس گفتگو کے بعد یہ معمول ہو گیا
تا شام گھر میں رہنے لگیں بنتِ مصطفیٰؐ
روئیں یہاں ضرور مگر گھونٹ کر گلا
پڑھ کر عشا بقیعہ میں آئیں بصد بکا
ماتم بھی ساری رات کیا اور بن بھی
سب روئے بیٹیاں بھی حسنؑ بھی حسینؑ بھی

واپس گئیں جو گھر تو ہوئیں صاحبِ فراش
ابھرے تصورات و خیالاتِ دلخراش
رحلت کروں گی میں تو جب اٹھے گی میری لاش
بچوں کے ننھے ننھے جگر ہوں گے پاش پاش
سب بیٹیاں بھی بیٹے بھی آنسو بہائیں گے
بکھرائیں گی وہ بال تو یہ خاک اڑائیں گے

بعد از دعا جو خطِ وصیت رقم کیا
رُک رُک کے ہر مقام پہ بی بی نے کی بکا
طے کر کے پھر مصّے پہ اُس خط کو رکھ دیا
بیسین پڑھ کے لیٹ گئیں اور کی قضا
فضہؑ تڑپ کے روئی کہ بی بی گزر گئیں
چّوں کو پالنے بھی نہ پائیں کہ مر گئیں

سب گھر میں آگئے یہ سنا جبکہ شور و شمین
تڑپیں زمیں پہ زینبؑ و کلثومؑ کر کے بن
رورو کے ماں کی لاش سے لپٹے حسنؑ حسینؑ
مسجد سے آئے بال بھیرے شہؑ حنین
غل پڑ گیا کہ ہائے مدینہ اُجڑ گیا
احمدؑ کے اہل بیت میں کرام پڑ گیا
تھا یاد میں نبیؐ کی جو زہراً کا غیر حال / نسیم امروہوقؑ

بابا کو روتے روتے جو زہرا گزر گئی

بابا کو روتے روتے جو زہرا گزر گئی

غل پڑ گیا کہ بنتِ نبیؐ کوچ کر گئی

فاقوں کے رنجِ سہہ کے حضورِ پدر گئی

محبوبِ کبریا کی عزادار مر گئی

اٹھارویں برس نے یہ آفت دکھائی ہے

آلِ نبیؐ کو چرخ نے لوٹا دہائی ہے

سبطينؑ گھر میں آئے جو بیتاب و بے قرار

اسماءؑ سے پوچھنے لگے اماں کا حالِ زار

وہ بولی نیند آگئی ہے شکرِ کردگار

کھانا تو جلد کھا لو کہ بھوکے ہو، میں نار

بولے کہ چلن دے گا زمانہ تو کھائینگے

اماں ہمیں کھلائیں گی کھانا تو کھائینگے

یہ سُن کے بے قرار ہوئی وہ جگرِ فگار
چادرِ زمیں پہ پھینک کے چلائی بار بار
بچے ہیں ان کو صبر دے اے میرے کردگار
اب وہ کھلانے والی کہاں تم پہ میں نثار
پیارو تمہاری پالنے والی گزر گئی
کھاؤ گے کس کے ہاتھ سے اماں تو مر گئی

شیرِ خدا تھے مضطر و مغموم اک طرف
سَرِ پستی تھیں زینبؓ و کلثومؓ اک طرف
پکڑے تھے دل کو سیدِ مسموم اک طرف
بِسْمَلِ تھے خاک پر شہِ مظلوم اک طرف
حیدرؓ قریب آئے تو اک خطِ نظر پڑا
تڑپے کچھ اس طرح کہ عمامہ اتر پڑا

لکھا تھا یہ کہ آخری مجرا قبول ہو
یا شاہ ، تم وصیٰ جنابِ رسولؐ ہو
صدقہ حضور کا ، مرا مقصد حصول ہو
منہ سے نہ کہہ سکی کہ حزین و ملول ہو
میری وصیتیں نہ فراموش کیجیو
اوّل یہ ہے کہ آپ مجھے غسل دیجیو

دوئم یہ ہے کہ شب میں جنازہ اٹھائیو
مردے کا سایہ بھی نہ کسی کو دکھائیو
یاں تک کہ قبر بھی نہ کسی کو بتائیو
سو سو جگہ نشان لحد کا بنائیو
سوئم یہ ہے کہ پاس تپیموں کا کیجیو
شفقت سے بولیو کبھی گھڑکی نہ دیجیو

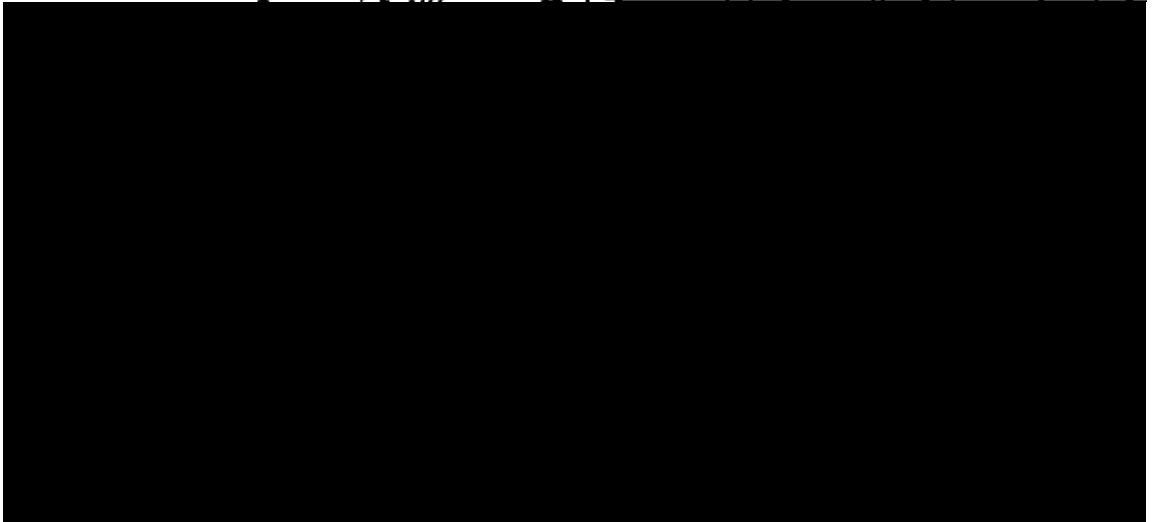
تحریر کا یہ پاس کیا بو ترابؑ نے
زہراؑ کو شب میں دفن کیا دل کباب نے
غیروں سے قبر کو بھی پھپھایا جناب نے
پر کیا عوض لیا فلکِ بے حجاب نے

یوں زینبؑ حزیں سے جہاں کی نظر پھری
مادر تو شب کو دفن ہو، وہ ننگے سر، پھری
بابا کو روتے روتے جو زہراؑ گزر گئی

☆☆☆☆☆

آصفِ عابدی

ہاںؑ جس جہاں جھپٹ



جب خلق سے وقتِ سفرِ فاطمہؑ آیا

جب خلق سے وقتِ سفرِ فاطمہؑ آیا

تب زینبؑ و شبیرؑ کو پاس اپنے بلایا

روئیں بہت اور بیٹی کو سینے سے لگایا

زینبؑ کے دیا ہاتھ میں ہاتھ اور یہ سنایا

اے زینبؑ بے کس مری دولت سے خبردار

محبوبِ الہی کی امانت سے خبردار

بیٹی اسے زہراً نے بڑے دکھ سے ہے پالا

یہ روح مرے جسم کی ہے گیسوؤں والا

سمجھی اسے آنکھوں کی ضیا گھر کا اُجالا

حجرے سے کبھی گرم ہوا میں نہ نکالا

سوئی ہوں تو پہلے اسے سینے پہ سلا کر

چکی بھی جو پیسی ہے تو گودی میں لٹا کر

یہ کہہ کے کیا بندِ دَرِ حجرۃِ اطہر
سب خورد و کلاں رونے لگے آن کے باہر
آواز سنی کلمہ طیب کی مکرر
پھر کچھ نہ صدا آئی کہا سب نے یہ رو کر
لو اٹھ گئی دنیا سے نشانی بھی نبی کی
رحلت ہوئی پھر آج رسولِ مدنی کی
جب خلق سے وقتِ سفرِ فاطمہؑ آیا / میرا نیسؑ
(بشکریہ سوزِ خواں سید و جاہتِ حسین / کوئٹہ)

سید تمہور علی جعفری امر وہویؒ
بیاؤ لا اِلہَ اِلاَ ہستیِ امام
ذاتِ حسینؑ پاک ہے اک مرجعِ امام
اسلام کی بقا کے لئے زندہ ہیں حسینؑ
دیتے رہیں گے تا بہ لبِ امن کا پیام
(بشکریہ ڈاکٹر جعفری و شہنشاہ جعفری ایڈووکیٹ)

راوی بیان کرتا ہے زہراؑ کا ماجرا

راوی بیان کرتا ہے زہراؑ کا ماجرا

جب رفتہ رفتہ سیدہؑ کا عارضہ بڑھا

پھر صاحبِ فراش ہوئی وا مصیبتا

طاقت رہی نہ جسمِ مبارک میں مطلقاً

ایسا مرض بڑھا کہ اجلِ سر پہ آگئی

اک روز مُردنی رُخِ زہراؑ پہ چھا گئی

زینبؑ سرہانے بیٹھ کے کرنے لگی بکا

ہے ہے میں کیا کروں مری اُمّان کو کیا ہوا

جھک جھک کے اضطراب سے دیتی تھی یہ صدا

لی مجھ سے نزع میں بھی نہ خدمت یہ کیا کیا

کیا جانے روح جسم سے کیوں کر نکل گئی

اماں تمہارے چہرے کی رنگت بدل گئی

اُٹھئے سھوں کو پاس بٹا کر بٹھائے
کیا نوش کیجئے گا ، میں لاؤں بتائے
بھائی گئے ہیں دیر سے اُن کو بٹھائے
رونے کو قبر احمدِ مرسل پہ جائے
ایسی بھی نیند ہوتی ہے بیدار ہوئے
گھر ہے اداس بیٹھئے ہشیار ہوئے

شہزادے آئے اتنے میں با حالِ دردناک
دل ہو گیا حسینؑ کا صدمے سے چاک چاک
دوڑے حسنؑ ملے ہوئے اپنی جبیں پہ خاک
بولے علیؑ سے ہو گئے ، ہم جیتے جی ہلاک
جو قہر ہو گیا وہ کہیں کس زبان سے
بابا چلو کہ اٹھ گئیں امان جہان سے
راوی بیان کرتا ہے زہرا کا ماجرا

دنیا سے جب گزر گئیں زہراً جگر فگار

دنیا سے جب گزر گئیں زہراً جگر فگار

چلائی سر کو پیٹ کے زینبؑ کہ میں نار

بن آپ کے ملے گا ہمیں کس طرح قرار

اب کون ہے ہمارا بجز شاہ ذوالفقار

رنج و الم میں غم کی گھٹا دل پہ چھائی ہے

ہم لٹ گئے رسول خدا کی دہائی ہے

اتنے میں آئے پٹے سر کو حسن حسینؑ

ماں سے لپٹ کے کہتے تھے دونوں بہ شور و شمین

آمان اٹھاؤ سر کو کہ آئے ہیں نور عین

اے آمان جان ہم کو نہیں ایک پل بھی چین

پہلے ہی ہم دکھی ہیں نہ ہم کو رُلائیے

تانا کی طرح ہم کو نہ یوں چھوڑے جائیے

ماں سے لپٹ کے کرتے تھے حسینؑ جب یہ بن
ناگاہ آئے روتے ہوئے شاہِ مشرقین
دیکھا کہ غش ہیں فاطمہؑ زہرا کے نورِ عین
دے کر دِلاسہ پتوں کو بولے شہِ حُنین
پیارو نہ رُوو جان مری نکلی جاتی ہے
سُن لو صدا بتولؑ کے رونے کی آتی ہے

زہراؑ کو غسل دے چکیں جب زینبؑ حزیں
آکر کفن پہنانے لگے بادشاہِ دین
آئے حسنؑ حسینؑ بھی روتے ہوئے قرین
ماں کے گلے لپٹ گئے دونوں وہ نازنین
اعجاز سے بتولؑ نے دل کو سنبھال کر
لے لیں بلائیں ہاتھ کفن سے نکال کر
دنیا سے جب گزر گئیں زہراؑ جگر فگار

دنیا سے آج رحلتِ بنتِ رسولؐ ہے

دنیا سے آج رحلتِ بنتِ رسولؐ ہے

دستِ اجل میں عھمتِ کبریٰ کا پھول ہے

قبرِ نبیؐ لرزتی ہے یثربِ مکول ہے

حسینؑ و مرتضیٰؑ سے وداعِ بتولؑ ہے

پٹی سے لگ کے زینبؑ و کلثومؑ روتی ہیں

اس کم سنی میں پچیاں بے ماں کی ہوتی ہیں

زینبؑ کا حال یہ ہے کہ آنسو تو ہیں رواں

کلثومؑ کو بھی دیتی ہیں پیہم تسلیاں

فرما رہی ہیں چھوٹی بہن سے کہ میری جاں

رہتی نہیں جہاں میں ہمیشہ کسی کی ماں

بے بس تھیں ہم کو چھوڑ کے گریاں چلی گئیں

اللہ نے بلا لیا امان چلی گئیں

زینبؓ کی بھولی باتوں پہ مضطر تھے مرتضیٰؑ
اسماؓ نے پچیوں کو گلے سے لگالیا
چپکے کھڑے تھے لاش کی بالیں پہ مجتبیٰؑ
اور سر رکھا تھا قدموں پہ ماں کے حسینؑ کا
سب رو رہے تھے دیکھ کے میت بتولؑ کی
دنیا سے اٹھ رہی تھی نشانی رسولؐ کی

میت کے پاس بیٹھ کے بولے یہ مرتضیٰؑ
پتو سنبھالو دل کو کہ یہ صبر کی ہے جا
اب اہتمام کرنا ہے میت کے غسل کا
اسماؓ کے ساتھ صحن میں جاؤ پدر فدا
تعمیل ہو وصیت بنتِ رسولؐ کی
انجام دیں ہم آخری خدمت بتولؑ کی

اللہ کتنے ظلم ہوئے ہیں بتولؑ پر
تھرا رہا ہے کرب سے تاریخ کا جگر
روتے تڑپتے گزری ہے بی بی کی عمر بھر
محشر ہر ایک شب تھی قیامت ہر اک سحر
شہزادی کیسے زخموں کی تیرے دوا کروں
آنسو بہا رہے ہیں غلام اور کیا کروں
دنیا سے آج رحلتِ بنتِ رسولؐ ہے

اسیرِ فیضِ آبادی
اسیرِ پیرویِ فخرِ مصطفیٰؐ ہے یہی
چراغِ علم جلاتے رہو علیؑ کی طرح

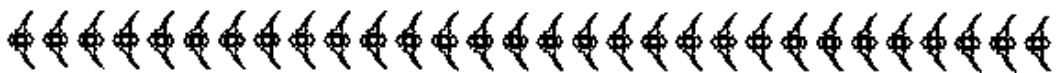
☆☆☆☆☆☆☆☆

مجلسِ غم میں کھڑی دیکھ رہی ہیں زہراؑ
کون آتا ہے میرے لال کو رونے کے لئے

زخمی ہوئے جو حیدرِ صفا در نماز میں

زخمی ہوئے جو حیدرِ صفا در نماز میں
شمشیرِ ظلم چل گئی سر پر نماز میں
گلگوں ہوئی جبینِ منور نماز میں
سر تا قدم لہو سے ہوئے تر نماز میں
صدمہ ہوا یہ سن کے صغیر و کبیر کو
زخمی کیا نماز میں گل کے امیر کو

لو مومنو امام کی رحلت قریب ہے
ہنگامِ حشر وقتِ قیامت قریب ہے
آقا کی ہم غلاموں سے رخصت قریب ہے
باغِ جہاں بعید ہے جنت قریب ہے
صدے سے جن و انس و ملک جاں کھوئیں گے
آقا ہمارے مر گئے یہ کہہ کے روئیں گے



اُنیسویں سے آپ کا ماتم ہے یا علیؑ
اُنیسویں سے آپ کا ماتم ہے یا علیؑ
خوں ہو گئے دلوں کا یہ عالم ہے یا علیؑ
دفتر جہاں کا درہم و برہم ہے یا علیؑ
ماہِ صیامِ ماہِ محرم ہے یا علیؑ
مولّا کی نذر کو گہرِ اشک لائے ہیں
یہ روزہ دار آپ کے پُرسے کو آئے ہیں

گھر میں خدا کے قتل ہوا روزہ دار ، ہائے
ہے ہے امام ہائے شہِ ذوالفقار ، ہائے
اے رازدارِ حق ، شہِ طاعت گزار ، ہائے
مولدِ حرم میں ہے تو نجف میں مزار ، ہائے
یہ بندگی نثارِ جنابِ امیرؑ کے
نکلے تو مر کے گھر سے خدائے قدیر کے

لایا تھا زہر میں جو جفا جو نبھا کے تیغ
مولا گرے زمین پہ مسجد میں کھا کے تیغ
غل پڑ گیا کہ سر پہ لگی مرتضیٰ کے تیغ
کھائی خدا کے شیر نے گھر میں خدا کے تیغ

گہرا ہے زخم فرقِ امامِ حجاز پر
سر سے ٹپک رہا ہے لہو جا نماز پر

شیرِ خدا جو ہاتھوں سے تھامے تھے اپنا سر
خون دونوں کٹھنیوں سے ٹپکتا تھا خاک پر
بھاگا جو ابنِ ملجم بد خو و بد گھر
پکڑا اُسے علیؑ کے محبوں نے دوڑ کر

لائے جو ہاتھ باندھ کے مولا کے سامنے
قاتل پہ مسکرا کے نظر کی امام نے

فرمایا میں نے کونسی کی تھی تری خطا
پاداش نیکیوں کی جہاں میں یہی ہے کیا
کیا میں بُرا امام تھا اے بانیِ جفا
رویہ وہ سر جھکا کے تو مولاً نے یہ کہا
اس درد میں بھی سب کے مرض کی دوا ہوں میں
باندھو نہ اس کے ہاتھ کہ مشکل کشا ہوں میں

لائے پسر جو گھر میں تو غش تھے امامِ پاک
کرتے تھے آہ آہ با آوازِ درد ناک
چہرہ لہو میں تر تھا بھنوں تک جبینِ پاک
زہرا کی بیٹیوں نے اڑائی سروں پہ خاک
دیکھا جو سر کا زخم جگر تھر تھرا گیا
عباسِ نادر کی ماں کو غش آگیا
زخمی ہوئے جو حیدرِ صفا در نماز میں
انیسویں سے آپ کا ماتم ہے یا علیؑ

اکیسویں کی رات قیامت کی رات تھی

اکیسویں کی رات قیامت کی رات تھی

سادات پر بلا کی مصیبت کی رات تھی

محشر کی صبح تھی کہ شہادت کی رات تھی

پیٹوں سے بو تراب کی رخصت کی رات تھی

کہتے تھے دل دو نیم ہے ایسا خطر ہے آج

بے زاوِ راہِ خلق سے اپنا سفر ہے آج

شبرؑ مرے یتیموں کو شفقت سے پالیو

تم اپنے نانا جان کے گھر کو سنبھالیو

شبرؑ پر بلا کوئی آئے تو ٹالیو

دیکھو کڑی نگاہ بھی اس پر نہ ڈالیو

اس کا لحاظ چاہئے تم کو کہ خورد ہے

پینا مرا حسینؑ تمہارے سپرد ہے

اے میرے جانشین میرے دلدار الوداع
اے نورِ عینِ احمدِ مختار الوداع
سوچی تمہیں رسول کی سرکار الوداع
اے نورِ عینِ احمدِ مختار الوداع

شہرؔ جو میرے دوست ہیں اُن سب سے ہوشیار
مظلومِ کربلا میری زینبؔ سے ہوشیار

یہ کہہ کے غم سے حال جو ہونے لگا تغیر
بستر پہ اٹھ کے بیٹھ گئے شاہِ دستگیر
بولے حسینؑ سے یہ امامِ فلکِ سریر
پیٹا بڑا اَلْم ہے کہ عباسؑ ہے صغیر

اب آپ کے سپرد مرا لالہ فام ہے
بھائی نہ جانیو یہ تمہارا غلام ہے

غل پڑ گیا کہ سید ابرار مر گئے
لو جانشین احمد مختار مر گئے
دین رسول پاک کے سردار مر گئے
ماتم کرو کہ حیدر کرار مر گئے
روئیں جو ملی بیاں تو پسر پیٹنے لگے
عباسؑ ننھے ہاتھوں سے سر پیٹنے لگے

کیوں کر بیان کیجئے وہ حشر کا سماں
بٹے ادھر تڑپتے تھے اُس سمت بیٹیاں
ہر سو کہیں بکا کہیں شیون کہیں فغاں
بکھرا کے بال زینبؑ مضطر کا یہ بیاں
بابا اخیر شب میں تہیہ کدھر کیا
ہے ہے مہ صیام میں عزم سفر کیا

بیٹی کو پھر گلے سے لگا لو تو جائیو
زین العبا کے طوق بڑھا لو تو جائیو
صحت تو ہو چلی ہے نہا لو تو جائیو
بیا نمازِ عید پڑھا لو تو جائیو

کیوں چُپ ہو اے امامِ حجازی جواب دو

دَر پَر پکارتے ہیں نمازی جواب دو

اکیسویں کی رات قیامت کی رات تھی / نسیم امروہویؒ

اے روزہ دارو آہ و بکا کے یہ روز ہیں

اے روزہ دارو آہ و بکا کے یہ روز ہیں

سادات پر نزولِ بلا کے یہ روز ہیں

سرتاجِ اوصیاء کی عزا کے یہ روز ہیں

تم سے وداعِ شیرِ خدا کے یہ روز ہیں

زخمی ہوا امامؑ تمہارا نماز میں

ظالم نے روزہ دار کو مارا نماز میں

ماہِ مبارکِ رَمَضَانَ اور خدا کا گھر

تڑکا وہ نور کا ، وہ شبِ قدر کی سحر

پیشِ خدا وہ سجدے میں شیرِ خدا کا سر

اور ہائے تیغِ ظلم کی ضربت وہ فرق پر

فوارے خوں کے زخمِ جبیں سے بہا کیے

سجدے میں آپ ربی الاعلیٰ کہا کیے

دوڑے یہ کہہ کے جانبِ مسجد وہ نیک ذات
ڈوٹی ہوئی لہو میں ملی کشتیِ نجات
ماتھے پہ خون باپ کا مل کر کہی یہ بات
ہے ہے اٹھایا قبلہ و کعبہ پہ کس نے ہاتھ

رُلویا نانا جان کو دارالسلام میں

بن باپ کا کیا ہمیں ماہِ صیام میں

اے روزہ دارو آہ و بکا کہ یہ روز ہیں

باندھا حسنؑ نے زخمِ سرِ شاہِ ذوالجلال

یولے علیؑ کہ اور کسو درد ہے کمال

شبرؑ نے جب گسا تو کیا پھر وہی مقال

پھر چُست باندھ کر یہ پکارا وہ خوش خصال

اب درد کیسا لے اسد ذوالجلال ہے

ہاتھوں سے سرِ پکڑ کے کہا وہ ہی حال ہے

پہنچا جو لاشہ شہِ مرداں قریبِ در
 بے ساختہ نکل پڑی زینبؑ برہنہ سر
 بعد اس کے یونہی آئی تھی اکبرؑ کی لاش پر
 یہ واقعہ تھا باپ کا وہ رحلتِ پسر
 رکھ رکھ کے ہاتھ آنکھوں پہ سب خلق ہٹ گئی
 پھیلا کے ہاتھ لاش سے زینبؑ لیٹ گئی
 اے روزہ دارو آہ و بکا کہ یہ روز ہیں

امام شافعیؒ

علیؑ "حُبُّ الْجَنَّةِ قَسِيمُ النَّارِ وَالْجَنَّةِ
 وَصِيُّ الْمُصْطَفَى حَقًّا أَمَامَ الْإِنْسِ وَالْجَنَّةِ
 حضرتِ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ
 وصیت کردہ با امت محمدؐ در غدیرِ خم
 علیؑ ابنِ ابی طالبؑ خلافت را سزا باشد
 (بشکریہ محقق و دانشور سید اشتیاق حسین تقوی)
 بحوالہ صحیفۃ معرفت

کیا سبطِ مصطفیٰ کی شہادت کی رات تھی
کیا سبطِ مصطفیٰ کی شہادت کی رات تھی
آفت کی رات تھی وہ مصیبت کی رات تھی
عالم کے بادشاہ کی رحلت کی رات تھی
زہراؑ و مرتضیٰؑ پہ قیامت کی رات تھی
گزری قلق میں فاطمہؑ کے نورِ عین کو
جرِ حسنؑ میں نیند نہ آئی حسینؑ کو

تکے لگادیئے تھے حرم نے ادھر ادھر
بازو کو کوئی تھامتا تھا اور کوئی سر
فرمایا طشت لاؤ ہوا زہر کارگر
رہ رہ کے کاٹتا ہے کوئی تیغ سے جگر
سینے سے منہ میں ٹکڑے کلیجے کے آتے ہیں
ناناؑ بلا رہے ہیں سو دنیا سے جاتے ہیں

فضہ نے جا کے دی شہِ ذیجاہ کو خبر
دارِ فنا سے آپکے بھائی کا ہے سفر
دوڑے حسینؑ چاک گریباں ، برہنہ سر
دیکھا تڑپ رہے ہیں شہنشاہِ بحر و بر
گرنے لگے زمیں پہ جگر غم سے پھٹ گیا
پھیلا کے ہاتھ بھائی سے بھائی لپٹ گیا

دکھلا کے طشتِ بنتِ علیؑ نے کیا مقال
قربان جاؤں دیکھو یہ ہے مجتبیٰؑ کا حال
امید اب نہیں کہ بچے فاطمہؑ کا لال
فریاد ہے تباہ ہوئی مصطفیٰؑ کی آل
اک آن درد سے نہیں بھائی سنبھلتے ہیں
رہ رہ کے اب کلیجے کے ٹکڑے نکلتے ہیں

بھائی کا حال دیکھ کے اٹھا جگر میں درد
لوٹے زمیں پہ گر کے بھری گیسوؤں میں گرد
تر تھا بدن پسینے میں اور ہاتھ پاؤں سرد
اُن کا تو رنگ سبز تھا اور ان کا رنگ زرد
رعشہ تھا تن میں آنکھوں سے آنسو نکلتے تھے
جھک جھک کے منہ کو بھائی کے قدموں سے ملتے تھے

ہر دم لپٹ کے بھائی سے با چشم اشکبار
چلاتے تھے کہ آپکی غربت کے میں نثار
شبر گلے کو چوم کے کہتے تھے بار بار
میں تم پہ صدقے اے مرے ناتا کی نادگار
مجھ سے زیادہ ظلم و ستم تم پہ ہونیں گے
ہم قبر میں تمہاری مصیبت پہ روئیں گے
کیا سبطِ مصطفیٰ کی شہادت کی رات تھی / نسیم امروہوی
(بشکریہ سوز خواں وقار حیدر زیدی و امیر ہادی)

شربتِ تلخ سے شبراً نے وہ کلفت پائی
شربتِ تلخ سے شبراً نے وہ کلفت پائی
جیسے دل پر شہِ مسموم نے برچھی کھائی
خانہ بنتِ نبیؐ میں یہ قیامت آئی
بھائی کے سامنے دم توڑ رہا تھا بھائی
روح ، زہراً کی تڑپتی تھی نبیؐ روتے تھے
عرش ہلتا تھا حسینؑ ابنِ علیؑ روتے تھے

رو کے شبیرؑ پکارے مرے پیارے بھائی
نہ تو نانا ہیں نہ بابا ہیں ہمارے بھائی
اب اگر آپ بھی دنیا سے سدھارے بھائی
پھر جیئے گا یہ حزیں ، کس کے سہارے بھائی
دشمنِ جاں ہے جہاں ، منہ کو نہ موڑے جاؤ
اس بُرے وقت میں تنہا تو نہ چھوڑے جاؤ

رو کے بولے یہ حسنؑ جانِ پدر میں قرباں
دل تڑپتا ہے کہ تم پیکس و تنہا ہو یہاں
ہے مگر موت سے مجبور جہاں میں انساں
خواب میں آئی تھیں جنت سے ابھی تو آماں
او بھائی سے ملو زینبؑ مغموم بہن
لو خدا حافظ و ناصر مری کلثومؑ بہن

کہتے کہتے یہ سخن ، رخ پہ جو زردی چھائی
نگہ یاس نے بہوں پہ قیامت ڈھائی
ہاتھ پھیلا کے بڑھیں کہہ کے جو ہے ہے بھائی
ابھی ملنے بھی نہ پائی تھیں کہ ہجلی آئی
طشت کی سمت جو منہ اٹھ کے جھکایا افسوس
ٹکڑے ہو ہو کے کلیجہ نکل آیا افسوس
شربتِ تلخ سے شبرؑ نے وہ کلفت پائی

لختِ دل منہ سے اُگلنے لگے پیہم جو حسنِ
پیٹ کر رونے لگی یہ بھی بہن وہ بھی بہن
سر جھکائے ہوئے روتے تھے شہِ تشنہ دہن
بھر گیا چھوٹے بڑے کتنے ہی ٹکڑوں سے لگن
دلِ صد پاش کے گننا کوئی کیونکر ٹکڑے
آئی آواز جگر کے ہیں بہتر ٹکڑے

گھر سے مسموم کا تابوت جو باہر نکلا
مجمعِ اہلِ تولا بھی کھلے سر نکلا
رُخ کئے یہ جو سوئے قبرِ پیمبرؐ نکلا
تاک میں اُن کی وہاں فتنہٗ محشر نکلا
مچ گیا شور کہ سونیں گے نہ سونے دیں گے
قبرِ احمدؑ کے قریں دفن نہ ہونے دیں گے

لے چلے گھر کو جو واپس وہ جنازہ ناشاد
قبر احمدؑ پہ سنی سب نے کسی کی فریاد
یا نبیؐ ، امتِ مرحوم کی دیکھو بیداد
کیا میرا لال حسنؑ تھا ، نہ تمہاری اولاد

دل میں زہراؑ کے کئی گھاؤ پڑے ہیں بابا
تیر سب میرے کلیجے میں گڑے ہیں بابا

لے کے تابوت کو کنبہ جو پلٹ کر آیا
پیٹ کر زینبؑ و کلثومؑ گریں ، غش کھایا
کس کو گردوں نے بجز آلؑ یہ دن دکھلایا
عرش تھرانے لگا روح امیں چلایا
اُو اے اُتیو ، اک غم تازہ دیکھو
گھر میں آیا ہے جو واپس وہ جنازہ دیکھو
شربتِ تلخ سے شبرؑ نے وہ کُلفت پائی

جس دم حسنؑ کا زہر سے ٹکڑے جگر ہوا

جس دم حسنؑ کا زہر سے ٹکڑے جگر ہوا
سیپارہ دل کا آہوں سے زیر و زبر ہوا
سم کا جو روح پاک پہ ظاہر اثر ہوا
حال اُس امامِ پاک کا اک دم دگر ہوا
راحت میں فرق اور شکم میں خلل پڑا
کٹ کر کلیجہ طشت کے اندر نکل پڑا

فرماتے تھے حسنؑ کہ بلاؤ حسینؑ کو
تھا دم بہ دم یہ حکم کہ لاؤ حسینؑ کو
بھائی کا حالِ زار سناؤ حسینؑ کو
ٹکڑے مرے جگر کے دکھاؤ حسینؑ کو
کہہ دو کہ جلد آئیے رحلت کا وقت ہے
سُن جائیے کچھ آ کے وصیت کا وقت ہے

آئے حسینؑ اتنے میں با چشم اشک بار
چلاتے تھے کہ آپ کی غربت کے میں نثار
شبرؑ گئے کو پٹوم کے کہتے تھے بار بار
میں تم پہ صدقے اے مرے نانا کی یادگار
مجھ سے زیادہ ظلم و ستم تم پہ ہوئیں گے
ہم قبر میں تمہاری مصیبت پہ روئیں گے

بھیا تمہاری گود میں نکلے گا میرا دم
تم دو گے ہم کو غسل و کفن جب مریں گے ہم
ہوگا تمہارے پاس نہ کوئی جز الم
قاتل سرہانے ہوئے گا یا خنجر ستم
شبرؑ تو بعد مرگ بھی راحت سے سوئے گا
لاشہ تمہارا گھوڑوں سے پامال ہوئے گا

برپا تھا اہل بیتِ پیمبرؐ میں شور و شین
 بہنیں پچھاڑیں خاک پہ کھاتی تھیں کر کے بن
 سینے پہ ہاتھ مار کے چلاتے تھے حسینؑ
 اب اٹھ گیا زمانے سے ہم بے کسوں کا چین
 بازو ہمارا ٹوٹ گیا وا مصیبتا
 باپ آج ہم سے پھوٹ گیا وا مصیبتا
 جس نامِ حسنؑ کا زہر سے ٹکڑے جگر ہوا
 (بشکریہ سوزِ خواں جواد حسین و محمد علی و حیدر علی زیدی)

قیصرِ بارہویؒ

احساسِ غم و درد میں ڈھل جاتا ہے
 ماضی کا ورقِ روح کو تڑپاتا ہے
 جب کہتا ہے غربت کی کہانی کوئی
 مسلمؑ کے قیہوں کا خیال آتا ہے
 (بشکریہ سوزِ خواں مرزا اطہر حسین و سید حسن عسکری)

زہرِ دُعا سے غیر جو حالِ حسن ہوا

زہرِ دُعا سے غیر جو حالِ حسن ہوا

خنجرِ جگر پہ زینبؓ مضطر کے چل گیا

کلثومؓ رو کے کہنے لگیں وا محمداً

عباسؓ نے بھی چاک گریبان کر لیا

تعبیرِ خواب سوچ کے بے تاب ہوتے ہیں

شہرؓ کا حال دیکھ کے شبیرؓ روتے ہیں

دردِ جگر بڑھا تو پکارے شہؓ ز من

تے ہوگی تم لگن تو اٹھا لاؤ اے بہن

زینبؓ نے لا کے سامنے جس دم رکھا لگن

تھامے ہوئے کلیجے کو اُس پر جھکے حسنؓ

کٹ کٹ کے قلبِ سیدِ والا نکل پڑا

یا قوت بن کے منہ سے کلیجہ نکل پڑا

زینبؑ کے بن سُن کے مخاطب ہوئے امامؑ
دارِ فنا میں زیست کی مدت ہوئی تمام
جانا ہے مجھ کو نانا کی خدمت میں لا کلام
رونا لکھا ہے تیرے مقدر میں صبح و شام
بی بی نہ رو کہ پھٹتا ہے دل تیرے بن سے
تجھ کو ابھی پھڑپھڑاتا ہے بھائی حسینؑ سے

پیشِ نظر ہے معرکہ دشتِ کربلا
کام آئیں گے حسینؑ کے جب خویش و اقربا
دیکھے گی تو حسینؑ کا کشتا ہوا گلا
خمیے جلیں گے اور چھنے گی تری ردا
تو سر برہنہ جائے گی بازارِ شام میں
بلوائے گا شقی تجھے دربارِ عام میں
زہرِ دغا سے غیر جو حالِ حسنؑ ہوا

یہ بات سُن کے رو دیئے مظلومِ کربلا
شبیّر کو حسنؑ نے گلے سے لگا لیا
تسکین دے کے پھر یہ پکارے شہِ ہدا
رؤو نہ تم کہ ہے یہی معبود کی رضا
بھائی تمہاری طرح میرا سخت تو نہیں
عاشور سے حسنؑ کا یہ دن سخت تو نہیں

اک بات تم سے کہتا ہوں اے میرے سوگوار
حسرت یہ ہے کہ نانا کے پہلو میں ہو مزار
لیکن اگر ہو اُمّتِ احمدؑ کو ناگوار
تم کو ہے میرے حق کی قسم شاہِ نامدار
لڑنا نہ تم کسی سے کہ تصویرِ صبر ہو
منظور ہے کہ پہلوئے مادر میں قبر ہو

ناگاہ اہل بیتؑ میں ماتم ہوا
 زہراً کا لال رانی ملکِ بقا ہوا
 غل پڑ گیا حسینؑ ، حسنؑ سے جدا ہوا
 زینبؑ تڑپ کے کہتی تھیں لوگو یہ کیا ہوا
 میت کے گرد مضطر و دلگیر روتے تھے
 قاسمؑ کو لے کے گود میں شبیرؑ روتے تھے

X جس دم حسنؑ کو رو چکے ناموسِ مصطفیٰؐ
 غسل و کفن سے ہو گئے فارغ شہؑ ہدا
 لے کر جنازہ خلفِ شیرِ کبریا
 قبرِ نبیؐ کی سمت چلے خویش و اقربا
 عورت اک آئی لشکرِ آفتِ نشاں لئے
 ہر لشکری تھا ہاتھ میں تیر و کماں لئے

اے مومنو! اثر کو بتاؤ پئے خدا
گھر سے نکل کے کوئی جنازہ بھی ہے پھرا
لیکن حسنؑ کے ساتھ مدینے میں جو ہوا
راوی نے اس طرح سے ہے تاریخ میں لکھا

پیوستہ اس قدر تھے بدن میں حسنؑ کے تیر
بھائی بہن نکال رہے تھے بدن کے تیر
زہر دغا سے غیر جو حال حسنؑ ہوا

(بشکریہ سوزِ خواں مسعود حسین رضوی و جاوید برادران)

کفن پنہا کے جو شبر کو لے چلے شبیرؑ
کفن پنہا کے جو شبرؑ کو لے چلے شبیرؑ
رواں تھے ساتھ بنی ہاشم اور امیر و فقیر
ہر ایک نوحہ کُناں سب کا حالِ دل تغیر
ہزاروں اہلِ وِلا ، نالہ کش ، حزیں ، دل گیر
سَر اپنا پیٹتا ہر ایک نوحہ گرؑ ہمراہ
جگر کے ٹکڑے لئے طشت میں پسرؑ ہمراہ

ارادہ تھا کہ ہو قبرِ نبیؐ کے پاس مزار
ہزار حیف نہ راضی ہوئے مگر اشرار
لگائے تیرِ حسنؑ کے جنازے پر اک بار
کئی خُدنکِ دَر آئے کفن میں آخر کار
بلا کے دشت میں اک روز آئیں گے ناوک
وہاں حسینؑ کی میت اٹھائیں گے ناوک

کسی طرح سے نہ باز آئے جب جفا پرور
کیا بقیع میں مدفون لاشہ شہرہ
ہے اب یہ عرض مسلمانوں سے سنیں یکسر
ہے آرزو کہ شفاعت کریں گے پیغمبرؐ
طرح طرح کا ستم آلؑ پر کیا تم نے
یہی تھا اجر رسالتؑ جو کچھ دیا تم نے

نبیؐ کی بیٹی کو رکھا خفا یہ اجر دیا
علیؑ کو سجدے میں زخمی کیا یہ اجر دیا
حسنؑ کو زہر ہلاہل دیا یہ اجر دیا
حسینؑ زح ہوئے بے خطا ، یہ اجر دیا
نبیؐ کا حشر کے دن جب کہ سامنا ہوگا
مُحَاوِرَہ کو گریباں میں دیکھو کیا ہوگا
کفن پنہا کے جوشیرؑ کو لمے چلے شبیرؑ / خبیرؑ لکھنویؑ

ہاں دوستو یہ وقت ہے اندوہ و محن کا

ہاں دوستو یہ وقت ہے اندوہ و محن کا

ماتم ہے جگر بند شہ قلعہ شکن کا

زہراؑ نے کیا چاک گریبان ، کفن کا

سر کھول دو اب اٹھتا ہے تابوت ، حسنؑ کا

حیدرؑ بھی بکا کرتے ہیں زہراؑ و نبیؑ بھی

عباسؑ بھی روتے ہیں حسینؑ ابنِ علیؑ بھی

ہمشیر نے سر پیٹ کے یہ شور مچایا

میں کیا کروں لوگو مجھے قسمت نے ستایا

بے رحموں نے بھیا کو مرے زہر پلایا

کس طرح بچے گا اسدُ اللہ کا جایا

بس ہو گیا معلوم کہ ساماں ہیں سفر کے

دیکھو تو لگن بھر گیا نکلڑوں سے جگر کے

شہیرؔ تڑپنے لگے دستار پٹک کر
نزدیک تھا دمِ تن سے نکل جائے پھڑک کر
بہنیں جو برادر کے لئے روئیں ہلک کر
نالے تھے کہ سینوں پہ گری برق کڑک کر

زینبؓ کا یہ نوحہ تھا کہ یہ کیا ہوا لوگو
ماں جایا مرا پیکس و تنہا ہوا لوگو

قاسمؓ کا بھی ننھا سا گریبان پھٹا ہے
حیدرؓ کے محبوں میں بھی اک حشر پاپا ہے
دشمن بھی تڑپتے ہیں وہ فریاد و بکا ہے
تاوتِ حسنؓ روضہ احمدؓ کو چلا ہے

ماتم میں نہیں ہوش حجاب تو کسی کے
عمامہ نہیں سر پہ حسینؓ ابنِ علیؓ کے

ہمراہ ہیں انصارؓ و مہاجرؓ بھی کھلے سر
زینبؓ بھی ہیں کلثومؓ بھی اوڑھے ہوئے چادر
ناگاہ پکاری کوئی مٹی مٹی یہ تڑپ کر
اے اقیو ، رحم کرو میرے پسر پر
میت پہ نئے ہیں یہ ستم چرخِ کہن کے
اب تیر برستے ہیں جنازے پہ حسنؑ کے
ہاں دوستویہ وقت ہے اندوہ و محن کا / نسیم امر و ہوی

شاہد جعفر

تو "نفسِ خدا ہے کہ نصیری کا خدا ہے
اس رمز کو سمجھانہ کسی نے بھی ابھی تک

دشمن معاویہ ہوا شاہِ حسن کا جب

دشمن معاویہ ہوا شاہِ حسن کا جب
ساکت وہ چند روز رہا پھر کیا غضب
مروان تھا مدینے کا حاکم ، عدوئے رب
بھجویا اُس کو زہر ، لکھے واقعات سب
تاکید کی کہ بغض ہے شہر کی ذات سے
کھلوادے زہر ، دخترِ اشعث کے ہاتھ سے

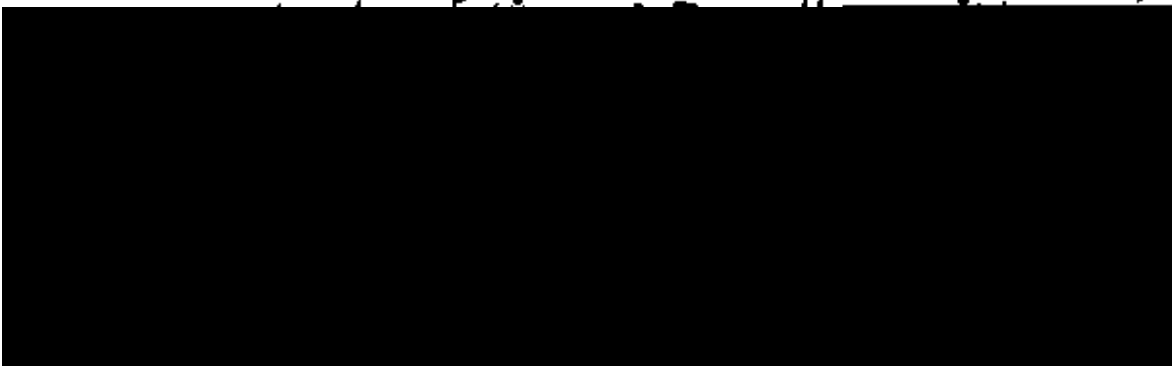
اس قہر کا وہ زہر تھا ، آفت کا تھا اثر
دم بھر میں ٹکڑے ٹکڑے ہوا شاہ کا جگر
غل پڑ گیا حسن کا زمانے سے ہے سفر
حیدر کا سبز پوش تڑپتا ہے فرش پر
زہرا کی بیٹیوں پہ مصیبت پھر آئی ہے
گھر لٹ رہا ہے عازمِ فردوس بھائی ہے

چلاتے تھے حسینؑ کہ ہے ہے ہوا یہ کیا
زینبؑ پکارتی تھی ارے کس نے کی دغا
ناگاہ طشت ، سبِ نبیؐ نے طلب کیا
تے ہو گئی شروع اذیت ہوئی سوا
افسوس یہ سلوک ، شرہ نیک خو کے ساتھ
گرنے لگے کلیجے کے ٹکڑے لہو کے ساتھ

غش میں حسنؑ تھے ہو گئے ہُشیار ناگماں
پھیلائے ہاتھ آنکھوں سے آنسو ہوئے رواں
شبیّر لپٹے سینے سے کرتے ہوئے فغاں
یوں دونوں مل کے روئے کہ محشر ہوا عیاں
پیتاب سب کے دل ہوئے دروِ جدائی سے
شبرؑ نے رازِ دل جو کہا چھوٹے بھائی سے

بعد اُس کے کلمہ پڑھنے لگے شاہ نیک نام
دیکھا رُخِ حسینؑ کو اور ہو گئے تمام
سُرخِ بیوں نے کھول دیئے کہہ کے یا امامؑ
میت کے گرد ، اہلِ حرم کا تھا اثرِ ہام
یثرب نے خاک اُڑائی کہ بستی اُجڑ گئی
قاسم کے رُخ پہ گرد ، یتیمی کی پڑ گئی

سامانِ دفن پانچویں معصومؑ نے کیا
غسل و کفن برادرِ مسموم کو دیا
کپڑے نئے پہن چکا جب نورِ کبریا
سُرخِ بیوں نے کھول دیئے کہہ کے یا امامؑ



چاہا نبیؐ کے روضے میں ہو مرقدِ حسنؑ
روکا مخالفوں نے ہوئے بڑھ کے طعنہ زن
شہرؑ کا جانشین جو ہوا اُن سے ہم سخن
برسائے تیر ظالموں نے اُس پہ دفعتاً
تاوتِ مجتبیٰؑ سے وہ ناوک گزر گئے
غیظ آگیا حسینؑ کو لیکن ٹھہر گئے

یاد آگئی وصیتِ مقتولِ بے گناہ
وال سے جنازہ لے کے بقیعہ میں آئے شاہؑ
پڑھ کر نماز رونی لگے فدیۃِ الہ
کھودی گئی لحد تو کیا سب نے شورِ آہ
پوست تھے جنازہٴ شاہِ زمن میں تیر
ہاتھوں پہ لاش اٹھائی تو نکلے کفن میں تیر

ڈوبا زمیں میں چاند پیمبرؐ کا ناگہاں
روح رسولؐ کرنے لگی نالہ و فغاں
بیٹے پہ صدقے ہونے کو نکلی لحد سے ماں
پہنچے نجف سے حیدرؑ کرار نوحہ خواں
تربت میں والدین سے عزت گزریں ملا
دلبرہ بو ترابؑ کو فرش زمیں ملا
دشمن معاویہ ہوا شاہ حسنؑ کا جب

پڑا ہے غش میں حسینؑ غریب کا جانی

پڑا ہے غش میں حسینؑ غریب کا جانی

منار ہے ہیں خوشی ظلم و جور کے بانی

دمِ نماز جو چونکا یہ حیدرؑ ثانی

وضو کے واسطے اٹھ کر طلب کیا پانی

جو پانی آیا تو منہ آنسوؤں سے دھونے لگے

پھری نگاہوں میں بابا کی پیاس ، رونے لگے

ترپ کے دل نے کہا ہائے سیدِ خوشخو

یہی تو ہے نہ ملا تین دن جو بہرِ وضو

اسی کی چاہ میں کوثر کو چل بسے مرو

اسی کی واسطے عمو کے کٹ گئے بازو

یہی تو وہ ہے جو بے شیر نے نہ پایا تھا

اسی کو مانگ کے گردن پہ تیر کھایا تھا

غرض کہ آئے مصلے پہ اور پڑھی وہ نماز
کہ جس کے بعد تھی حدِ وصالِ ناز و نیاز
ہر ایک ذکرِ طویل اور ہر اک سجودِ دراز
پکارتی تھی یہ روحِ حسینؑ سجدہ نواز
مجھے بھی ناز ہے جس پر یہی وہ طاعت ہے
یہ آخری مرے سجاد کی عبادت ہے

ہوئی تمام جو آخر نمازِ جانِ رسولؐ
دعا و حمد کے لب چومتا تھا حُسنِ قبول
دیا جو شکر کے سجدے کو حق کی یاد میں طول
تو ایک عصر کا یاد آیا سجدہٴ مقبول
اُٹھے جو روتے ہوئے گونج کر گئے سجاد
کہا حسینؑ حسینؑ اور مر گئے سجاد
پڑا ہے غش میں حسینؑ غریب کا جانی

اٹھائی دوڑ کے باقرؑ نے لاش رو رو کر
تمام ملی بیاں ماتم میں پیٹنے لگیں سر
محلہ بنی ہاشم میں غل چا گھر گھر
اٹھا جہاں سے عزادارِ سبطِ پیغمبرؐ

پھٹا وہ آلؑ سے جو آسرا تھا غربت کا
بجھا چراغ ، شہؑ کربلا کی تربت کا

نبیؐ و حیدرؑ و زہراؑ کی روح ہے ناشاد
حسینؑ کا ہے یہ نوحہ کہ ہائے اے سجادؑ
بولؑ کہتی ہیں رو رو کے ، یا خدا فریاد
سے گی دہر میں کیا کیا ستم مری اولاد
جفا سے قتل کیا جبر و قہر سے مارا
مرے مریض کو ظالم نے زہر سے مارا
پڑا ہے غش میں حسینؑ غریب کا جانی / نسیمؑ امر و ہویؑ

جب عابدؑ بے کس کو پیامِ اجل آیا

جب عابدؑ بے کس کو پیامِ اجل آیا

دنیاۓ دغا باز کی نیت میں بل آیا

وہ زہر دیا جس سے سکوں میں خلل آیا

مانندِ حسنؑ کٹ کے کلیجہ نکل آیا

ظالم نے مریضِ شہؑ دلگیر کو مارا

شہرؑ کی طرح دلبرِ شبیرؑ کو مارا

اولادِ پیمبرؑ پہ مصیبت کا یہ دن ہے

پیسے کے عزادار کی رحلت کا یہ دن ہے

مظلوم کے دلبر کی شہادت کا یہ دن ہے

عاشور کے بعد اور مصیبت کا یہ دن ہے

اسِ غم سے جگر چاک ہے زہراً و نبیؑ کا

اٹھتا ہے عزادار حسینؑ ابنِ علیؑ کا

وہ زہر سے دمِ عابدؑ بیکس کا اکھڑنا
سجادِ دل افکار کا باقرؑ سے پتھرنا
بجڑی ہوئی تقدیرِ غریبوں کی بگڑنا
اُجڑا ہوا گھرِ فاطمہؑ زہرا کا اُجڑنا
ویراں ہوا دربارِ ولی ابنِ ولی کا
بچھتا ہے چراغِ آج حسینؑ ابنِ علیؑ کا

القصہ وضو کر کے مصیٰ پہ جب آئے
دہشت سے بدن کانپ گیا اشکِ بہائے
سجادے پہ سجادؑ پسینے میں نہائے
ہلِ ہلِ گیا گردوں جو لبِ پاک ہلّائے
آواز یہ آتی تھی شہِ کرب و بلا کی
یہ طاعتِ آخر ہے مرے زمینِ عبا کی

وہ نصف شب اور راضی تقدیر کا سجدہ
نورِ نظرِ مُشتہ شمشیر کا سجدہ
پیغامِ اجل تھا کہ وہ دلگیر کا سجدہ
جس طرح کہ عاشور کو شبیرؑ کا سجدہ
اُٹھے جو مصیٰ سے تو غش کر گئے سجادؑ
ہے ہے مرے بیا کہا اور مر گئے سجادؑ
جب عابدؑ بے کس کو پیامِ اجل آیا / نسیمِ امر و ہویؑ

زاہد نقوی

زاہدؑ میں یہاں ناوِ علیؑ پڑھتا ہوں دل میں
آواز پہنچ جاتی ہے عباسؑ علیؑ تک

بال بکھرا دیں غلامانِ رسولِ دو جہاں

بال بکھرا دیں غلامانِ رسولِ دو جہاں
باقرِ علم کی رحلت کا سُناتا ہوں بیاں
تھا جو زید ابنِ حسنِ مسدِ جد کا خواہاں
مل گیا جا کے خلیفہ سے شقیّٰ دوراں
شام سے خوب یہ سوغات وہ پُر فن لایا
نذر کو زہر بھرے زین کا تو سُن لایا

جیسے ہی رخس پہ اسوار ہوئے شاہِ زَمَن
اثرِ زہر سے مُرجھانے لگا گل سا بدن
بولی قسمت کہ نواسے کو مِلا ارثِ حسنِ
دفعتاً کانپ گیا بنتِ نبیٰ کا مدفن
آئی آواز کہ پھر خستہ جگر کو لوٹا
چرخ نے پھر مرے شبیر کے گھر کو لوٹا

زین پر زہر سے اترے تو چڑھائیں یہ ورم
بولے جعفرؑ سے کہ بچنے کے نہیں ہیں اب ہم
سُن کے یہ گھر میں مچا حشر ، ہوا وہ ماتم
صورتِ زینبؑ و کلثومؑ تڑپتے تھے حرم

شور تھا خلق سے مولائے زمن جاتے ہیں
آج پھر فاطمہؑ کے گھر سے حسنؑ جاتے ہیں

X تیسرے دن جو کیا زہر نے حد درجہ ٹدھال
بولے یہ جعفرؑ صادق سے کہ اے وارثِ آلؑ
عازمِ خلد ہے یہ عبدِ خدائے مُتعال
اب برا جامہٴ احرام نکالو میرے لال
اسی چادر کا کفن مجھ کو پہنانا بیٹا
پاس بابا کے مری قبر بنانا بیٹا

حشر برپا ہے مدینے میں قیامت ہے قریب
 باقر علم نبیؐ کا دمِ رحلت ہے قریب
 فاطمہؑ پیٹتی ہیں سر کو وہ آفت ہے قریب
 روحِ شبیرؑ تڑپتی ہے شہادت ہے قریب
 کنبہ رونے کے لئے آلؑ کے گھر آ پہنچا
 اثرِ زہرِ دغا تا بہ جگر آ پہنچا

* لو یہ کون آئے کہ رویت کو دم آنکھوں میں رُکا
 کس کی تسلیم کو یہ ہاتھ اٹھا باقرؑ کا
 کون یہ بی بی ہیں کرتی ہوئی آئیں جو بکا
 گھر میں سب رونے لگے آلؑ میں کھرام مچا
 شہرؑ و حیدرؑ و زہرؑ و نبیؐ روتے ہیں
 اپنے پوتے کو حسینؑ ابنِ علیؑ روتے ہیں

غل مدینے میں ہوا ہائے سدھارے باقرؑ
اٹھ گئے گلشنِ ہستی سے ہمارے باقرؑ
بستہ طوق و سلاسل کے دُلاڑے باقرؑ
روحِ شبرؑ کا ہے نوحہ مرے پیارے باقرؑ
زہر کس چال سے غدار نے بھیجا افسوس
کٹ گیا میری طرح تیرا کلیجہ افسوس

مادرِ جعفرؑ صادق تھیں بھیرے ہوئے بال
بہن کرتے تھے تڑپ کر حرمِ نیکِ خصال
نبی بیباں دیتی تھیں پُرسہ جو بصد رنج و ملال
روتے تھے وہ جنہیں عاشور کا معلوم تھا حال
پُرسہ جو دیتے وہ مقتل میں پڑے سوتے تھے
طفل تک سیلیوں کے ڈر سے نہیں روتے تھے
بال بکھرا دیں غلامانِ رسولِ دو جہاں / شمیمِ امر و مویؑ

حشر برپا ہے مدینے میں قیامت ہے قریب

حشر برپا ہے مدینے میں قیامت ہے قریب
باقراً علم نبی کا دمِ رحلت ہے قریب
فاطمہؑ پیٹی ہیں سر کو وہ آفت ہے قریب
روح شبرؑ تڑپتی ہے شہادت ہے قریب
کنبہ رونے کے لئے آلؑ کے گھر آپہنچا
اثرِ زہرِ دغا تا بہ جگر آپہنچا

لو یہ کون آئے کہ رویت کو دم آنکھوں میں رُکا
کس کی تسلیم کو یہ ہاتھ اٹھا باقرؑ کا
کون یہ بی بی ہیں کرتی ہوئی آئیں جو بکا
گھر میں سب رونے لگے آلؑ میں کرام مچا
شبرؑ و حیدرؑ و زہراؑ و نبیؑ روتے ہیں
اپنے پوتے کو حسینؑ ابنِ علیؑ روتے ہیں

غل مدینے میں ہوا ہائے سدھارے باقرؑ
اٹھ گئے گلشنِ ہستی سے ہمارے باقرؑ
بستہ طوق و سلاسل کے ڈلارے باقرؑ
روحِ شبرؑ کا ہے نوحہ مرے پیارے باقرؑ
زہر کس چال سے غدار نے بھیجا افسوس
کٹ گیا میری طرح تیرا کلیجہ افسوس

مادرِ جعفرؑ صادق تھیں بکھیرے ہوئے بالِ
بین کرتے تھے تڑپ کر حرمِ نیکِ خصال
لی بیاں دیتی تھیں پُرسہ جو دمِ رنج و ملال
روتے تھے وہ جنہیں عاشور کا معلوم تھا حال
پُرسہ جو دیتے وہ مقتل میں پڑے سوتے تھے
طفل تک سیلوں کے ڈر سے نہیں روتے تھے

دفن کر کے جو بقیعے سے پھرے اہلِ عزا
 مرقدِ حضرتِ باقرؑ سے اٹھا شورِ بکا
 روئے یہ کہہ کے گلے مل کے شہِ کرب و بلا
 میرے اصغرؑ کے بھتیجے تری گردن کے فدا
 اثرِ ظلمِ گلے سے یہ عیاں ہے اب تک
 رَسَنِ ظلم سے چھلنے کا نشاں ہے اب تک
 حشر برپا ہے مدینے میں قیامت ہے قریب / نسیمِ امر و ہوق

علمدار حسینِ اسلم

کون تھا بعدِ شہِ ۲ دیں جو بچھاتا آکر
 آگِ دامنِ سکینہ ۲ کی بھڑکتی ہی رہی
 بوندِ پانی کو ترستی رہی اولادِ رسولؐ
 اور کربل کی زمیں آگ اُگلتی ہی رہی

قولِ صادق ہے سنیں دل سے غلامانِ حسینؑ

قولِ صادق ہے سنیں دل سے غلامانِ حسینؑ

جو بھی غم میں مرے دادا کے کرے شیون و شین

یا رُلانے کو پڑھے حالِ امامِ کونین

یا ہو صورت سے یہ اظہار کہ دل ہے بے چین

اجرِ عرفانِ امامت بہ یقین بخشیں گے

میرے نانا اُسے فردوسِ بریں بخشیں گے

اس روایت کا محبوں میں ہوا جب چرچا

جا جا ہونے لگی مجلسِ شبیرؑ ہوا

اپنی کفشوں کو جہاں چھوڑتے تھے اہلِ عزا

بیٹھ جاتے تھے وہاں چپکے سے آکر مولاً

بارہا دیکھے گئے بزم میں غم خواروں کی

صاف کرتے ہوئے نعلین ، عزاداروں کی

ان مجالس کے جو منصور کو پہنچے اخبار
جذبہ قتلِ شہِ پاک ہوا پھر بیدار
جلوہ گر آپ تھے اک حجرے میں اور چند انصار
آگ لگوا دی وہاں چاروں طرف سے اک بار
پڑ گیا غل پر صاحبِ معراج جلا
ہائے گھرِ فاطمہؑ کا تیسری بار آج جلا

آگ بجھ جانے کی حاکم نے خبر جبکہ سنی
مشتعل آتشِ بغض اور ہوئی اور ہوئی
شہؑ کو انگورِ سم آلود کی ڈالی بھیجی
چند دانے جو کئے نوش قیامت آئی
خون کے ساتھ رگوں میں صفتِ سیل گیا
گل بدن میں اثرِ زہرِ دغا پھیل گیا

سب عزیزوں کو کیا بہرِ وصیت جو طلب
نزع کا وقت تھا منہ دیکھ کے رونے لگے سب
شہؑ نے فرمایا کہ ہم خلق سے جانے کو ہیں اب
تم کو ملحوظ رہے طاعتِ خالق کا ادب
بس یہی سب کی معاونِ سرِ محشر ہوگی
یہ قضا کی تو شفاعت نہ میسر ہوگی

دوسرے یہ کہ رہے یادِ مرے جد کی عزا
غمِ شبیرؑ میں جی کھول کے روتے رہنا
دیکھ کر موسیٰ کاظمؑ کی طرف پھر یہ کہا
الفراق اے مرے وِلدار، خدا کو سونپا
لو بتولؑ آئیں رسولِ الثقلین آ پہنچے
وہ علیؑ آئے وہ شبرؑ وہ حسینؑ آ پہنچے

آسلام اے مرے نانا مرے دادا میں فدا
آسلام اے مری دادی جگرِ خیرِ ورا
آسلام اے ہدفِ غم ، حسنِ سبزِ قبا
آسلام اے شہِ "مظلوم" ، غریبِ الغریبا
کہہ کے یہ اٹھ گئے دنیا سے ہمارے جعفرؑ
ہائے شبیرؑ کہا اور سدھارے جعفرؑ

فاطمہؑ رو کے پکاریں مرے پیارے بیٹے
بات بھی کرنے نہ پائے کہ سدھارے بیٹے
تھا مرے لال کا غم ، دم سے تمہارے بیٹے
مجلسیں ہوں گی پا کس کے سہارے بیٹے
لو غش آتا ہے سنبھالو مجھے سونے والے
الوداع اے مرے مظلوم کے رونے والے
قول صادق ہے سنیں دل سے غلامانِ حسینؑ / شمیم امرہویؑ

قتلِ کاظمؑ کا دیا حکم جو عباسی نے

قتلِ کاظمؑ کا دیا حکم جو عباسی نے

سَر کھلے روضہٴ اقدس سے پیبرؑ نکلے

مرتضیٰؑ آئے تڑپ کر بھنجا اشرف سے

بال بھرائے خلیفہ کے محل میں پہنچے

خواب میں اُس نے شہِ عُقَدہ کشا کو دیکھا

اور روتے ہوئے محبوبِ خدا کو دیکھا

نیمِ خوابی میں محمدؐ کی سنی یہ فریاد

کیا یہی میری رسالت کا صلہ ہے جلاَد

ہو چکا ظلم سے اُمت کے برا گھر برباد

کب تک آخر یہ ستم جھیلے گی میری اولاد

راحتیں سارے زمانے کی، زمانے کے لئے

رہ گئی آلِ مری ٹھوکریں کھانے کے لئے

ظلم کیا کیا مری زہراؑ پہ ہوا ، صبر کیا X
سُر پہ حیدرؑ کے چلی تیغِ جفا ، صبر کیا
میرے شبرؑ کو دیا زہرِ دغا ، صبر کیا
میرے شبیرؑ کا سُر کاٹ لیا ، صبر کیا
کیا اسی اجر کے قابل تھی ہدایت میری
سُر بازار پھرائی گئی عترت میری

تنگ و تاریک وہ حجرہ وہ محمدؐ کا قمر
روشنی کا نہ جہاں دَخل ، ہوا کا نہ گُزر
کبھی ہوتی تھی نہ شام اور نہ آتی تھی سحر
کُلفتیں شام کے زندانِ جفا سے بڑھ کر
واں ستم چند گرفتاروں پہ بٹ جاتے تھے
یہاں سب ایک ہی قیدی یہ ستم ڈھاتے تھے

بے کسی اُن کی رقم کرتے ہیں یوں ابنِ حجر
زہرِ بیداد سے مارا گیا جانِ شہرہ
تین دن فرش پہ تڑپا یہ محمدؐ کا جگر
بیڑیاں پہنے ہوئے قید سے نکلا مر کر
کلمہ گو بیٹھے رہے دفن کو حمال آئے
پلِ بغداد پہ لاشے کو یوں ہی ڈال آئے

آر بھی حمِ ستم گار سے ڈھایا یہ غضب
ایک تختے پہ رکھا لاشہ سلطانِ عرب
کھینچتے پھرتے رہے کوچہ بہ کوچہ اُسے جب
فاطمہؑ رو کے پکاریں یہ بصد رنج و تعب
ہائے تاریک ہے اب سارا جہاں نظروں میں
پھر گیا لاشہٴ مسلم کا سماں نظروں میں
قتلِ کاظمؑ کا دیا حکم جو عباسی نے

شورِ غلِ سُن کے سلیمانؑ محل سے نکلا
حال تب موسیٰ کا ظمؑ کی شہادت کا سنا
اپنے پیٹوں کو ندا دی کہ ارے تکتے ہو کیا
چھین لو لاشہٗ مولائےؑ غریبِ الغریبا
جان پر کھیل کے تب اُس کے جگر بندوں نے
لے لیا کاندھوں پہ تابوت کو فرزندوں نے

شیر جو ٹوٹ پڑے بھاگ گئے دشمنِ رب
کی سلیمانؑ نے مُنادی کہ عُیورانِ عرب
ہائے مارا گیا وہ شاہؑ بصد رنج و تعب
جس کے نانا ہیں نبیؑ موسیٰ کا ظمؑ ہے لقب
سُن کے یہ آہوں کے نعرے چجڑوں سے نکلے
سُر کھلے شہؑ کے عزادار گھروں سے نکلے

غسلِ میت کو جو تختے پہ اُتارے گئے شاہ
 زیرِ ملبوس تھی زندان کی سختی ہمراہ
 ہائے وہ طوقِ گراں اور وہ زنجیریں آہ
 جسمِ مردہ کے یہ زیور ہیں شقاوت کے گواہ
 لوگ کہتے تھے مسلمان وہ شتی کیسا ہے
 جس نے زنجیروں میں لاشے کو جکڑ رکھا ہے

لاش ، تربت میں اُتاری تو بصد شیون و شنن
 کسی بی بی نے کہا ہائے مرے نورِ العین
 اُس کو دیکھانہ کسی نے بھی سُنے سب نے یہ بین
 اے مرے کاظمِ مظلوم ، عزادارِ حسینؑ
 یاد میں پیاسوں کی منہ اشکوں سے دھونے والے
 الوداع اے مرے شبیرؑ کے رونے والے
 قتلِ کاظمؑ کا دیا حکم جو عباسی نے / شمیمِ امر و موقؑ

وارثِ صابر و شاکر تھے جو راضی بہ رضا

وارثِ صابر و شاکر تھے جو راضی بہ رضا
موت سے تھے نہ رہا سماں نہ غم زہرِ جفا
پھر بھی احساس کا غربت کے عجب عالم تھا
یاد آتا تھا غریبِ الوطنی میں کیا کیا
کبھی شبیرؑ کے روضے پہ نظر جاتی تھی
کان میں ہائے حسینا کی صدا آتی تھی

کبھی دادا کے نجف میں تھا کلیجہ پامال
کبھی دادی کے بقیعے کی جدائی میں نڈھال
کبھی بغداد میں بابا کی لحد پر بے حال
کبھی روضے سے پیمبرؐ کے بچھرنے کا ملال
در و دیوارِ مدینہ کبھی یاد آتے ہیں
ہائے نانا کا وطن کہہ کے تڑپ جاتے ہیں

شکل دیکھی تھی نہ پردیس میں جس بیٹے کی
اُس کی تصویر بھی رہ رہ کے جگر ملتی تھی
دل میں ارماں تھے نگاہوں میں غم مایوسی
موت شہ رگ کے قریب اور بہت دور تھی
یادِ فرزند ، دلِ زار کو برماتی تھی
جیسے صغراؑ شہؑ مظلوم کو یاد آتی تھی

دھیان آتا تھا کبھی کرب میں اُس خواہر کا
صورتِ زینبؑ کبریٰ تھی جو بھائی پہ فدا
سوچتے تھے کہ وہ ہوتیں تو یہ اُن سے کہتا
ابھی کمن ہے بھتیجا اسے تم کو سوچنا
سرپرست اس کی تھی میری جگہ ہر اب ہو
یہ سمجھنا کہ یہ سجادؑ ہے تم زینبؑ ہو

ان خیالاتِ غم انگیز میں پیہم جو گھرے
اشک آنکھوں سے بہے ریشِ مبارک پہ گرے
کوفہ و شام کے بازار نگاہوں میں پھرے
موت نے تھام لیئے تارِ رگِ جاں کے سرے
چل بسے گلشنِ ہستی سے ہمارے مولاً
شہ کو روتے ہوئے دنیا سے سدھارے مولاً

یاں ہوا فاطمہؑ کا لالِ عجم میں مسموم
اور وہاں کب سے مدینے میں بہن تھی مغموم
گو عزیزوں میں ہو ظاہر کا تعلق معدوم
دل کو ہو جاتا ہے سب حال کہیں سے معلوم
مضطرب تھی غمِ فرقت کے سفینے میں بہن
طوس میں بھائی تڑپتا تھا مدینے میں بہن
وارثِ صابر و شاکر تھے جو راضی بہ رضا / نسیمِ امروسیّ

تھا وہی عالمِ غربت میں رِضاؑ کا عالم

تھا وہی عالمِ غربت میں رِضاؑ کا عالم
کربلا میں جو شہِ کرب و بلا کا عالم
وہی تسلیم وہی صبر و رِضا کا عالم
وہی تسبیح وہی ذکرِ خدا کا عالم

نقشِ توحید کو اس طرح مٹایا جائے
زہر اور ساقی کو پلایا جائے

گو بہت دُور وطن سے تھے حسینؑ ابنِ علیؑ
تھا نہ غمِ خوار بھی اُن کا دمِ آخر کوئی
رونے والے تو مگر اُن کے تھے موجود کئی
سَر کھلے ہی سہی مقتل میں بہن تھی تو سہی

تھا یقین غم میں مرے جان کو کھوئے گی بہن
فاطمہؑ لاش پر اور ناتقے پہ روئے گی بہن

کشتہ زہر زمانے میں حسنؑ بھی تھے مگر
نزع میں زانوئے شبیرؑ پہ تھا اُن کا سر
بہنیں تسکین کو موجود ، تسلی کو پسر
اپنے سب اہل وطن ، اپنے عزیز ، اپنا گھر
یاں وطن دُور ، بہن ہے نہ کوئی بھائی ہے
نزع کا وقت ہے اور عالم تنہائی ہے

ان خیالاتِ غم انگیز میں پیہم جو گھرے
اشک آنکھوں سے بے ریشِ مبارک پہ گرے
کوفہ و شام کے بازار نگاہوں میں پھرے
موت نے تھام لئے تارِ رگِ جاں کے سرے
چلے بے گلشنِ ہستی سے ہمارے مولاً
شہؑ کو روتے ہوئے دنیا سے سدھارے مولاً
تھا وہی عالمِ غربت میں رضاؑ کا عالم

قید میں مولا تقی شام و سحر روتے تھے

قید میں مولا تقی شام و سحر روتے تھے

روکتے بھی تھے نگہبان مگر روتے تھے

یادِ شبیرؑ میں جب پیٹ کے سر روتے تھے

در و دیوار کا پھٹتا تھا جگر روتے تھے

مرتے مرتے بھی زباں پر شہِ صغیر ہی رہے

مدتِ قید میں عابد کے برابر ہی رہے

ان کے رونے سے ہزاروں کا جگر نرم ہوا

معتصم پہلے ہی جکتا تھا ، پر اب اور جلا

میل کے دربان سے آخر وہ انہیں زہر دیا

جس کے پیتے ہی کلیجے میں گڑا تیرِ قضا

کچھ وصیت کے بھی لکھنے کی نہ مہلت پائی

قید میں وارثِ کاظمؑ نے شہادت پائی

کون زندان میں اپنا تھا جو اُن کو روتا
بے کسی لاشِ مظلوم پہ کرتی تھی بکا
نوبزرگ آپ کے فردوس میں کرتے تھے عزا
ایک بی بی کی یہاں آئی یہ پُر درد صدا
لاش پر رونے کو بیٹا ، نہ کوئی بھائی ہے
ہائے بچے تجھے غربت میں اجل آئی ہے

یاں نہ مادر ہے ، نہ بی بی ہے ، نہ بیٹی ، نہ بہن
لاش کو ڈھانکنے والا ، نہ کوئی مرد ، نہ زن
اب یہ زنداں کے نگہباں کا ہے دل دوزخن
تھا وہ طفلِ مدنی جس نے دیا غسل و کفن
سب نے دیکھا کہ وہ یوں پیٹ کے سر روتا ہے
جس طرح باپ کے ماتم میں پسر روتا ہے

کون زندان میں اپنا تھا جو اُن کو روتا
بے کسی لاشِ مظلوم پہ کرتی تھی بکا
نوبزرگ آپ کے فردوس میں کرتے تھے عزا
ایک بی بی کی یہاں آئی یہ پُر درد صدا
لاش پر رونے کو بیٹا ، نہ کوئی بھائی ہے
ہائے بچے تجھے غربت میں اجل آئی ہے

یاں نہ مادر ہے ، نہ بی بی ہے ، نہ بیٹی ، نہ بہن
لاش کو ڈھانکنے والا ، نہ کوئی مرد ، نہ زن
اب یہ زنداں کے نگہباں کا ہے دل دوزخن
تھا وہ طفلِ مدنی جس نے دیا غسل و کفن
سب نے دیکھا کہ وہ یوں پیٹ کے سر روتا ہے
جس طرح باپ کے ماتم میں پسر روتا ہے

قبرِ اطہر میں اُتاری گئی جب نَعشِ امام
نور سے ہو گئی روشن لحدِ پاک ، تمام
پھر کیا روکے کہیں سے اُسی بی بی نے کلام
رونے والے مرے شبیرؑ کے تجھ پر ہو سلام

خُلد سے سارے بزرگوں کو یہاں لائی ہے
دفن کرنے تری میت کو بٹول آئی ہے
قید میں مولا تقیؑ شام و سحر روتے تھے / نسیمؑ

(بشکریہ نعت و سلام خواں سید ارشاد علی)

برقِ زیدی

تقسیم کی گئی ہے زکوٰۃ اُس کے نور کی
سیارگانِ چرخ کے بھی خاندان میں

میرِ رضی میر

اب اس سے بڑھ کے شرف آدمی کا کیا ہوگا
رُکی ہوئی ہے قیامت ” اک آدمی“ کے لئے

قید ہو کے جو چلے شہرِ مدینہ سے تقیؑ

قید ہو کر جو چلے شہرِ مدینہ سے تقیؑ
ظالموں کو تھا یہ ڈر راہ میں روکے نہ کوئی
لے چلے باندھ کے زنجیروں میں جلدی جلدی
جد کے روضے پہ یہ کہنے کی بھی فرصت نہ ملی
دشمنِ جاں ہوئی ، بے وجہِ خدائی نانا
ظلم تو دیکھئے اُمت کی دُہائی نانا

بِئِعْهٖ قَلْبِ پیمبرؐ کی لحد سے گزرے
یاں سے دیکھتے شہرؑ کی لحد سے گزرے
رو دیئے عابدؑ مضطر کی لحد سے گزرے
آہ کی باقرؑ و جعفرؑ کی لحد سے گزرے
آخری بار زیارت کی اجازت نہ ملی
ان مزاروں سے بھی رخصت کی اجازت نہ ملی

تھا وہ ذی الحج کا مہینہ کہ ہوا جب یہ ستم
غم یہ تھا اب کی محرم میں کہاں ہوں گے ہم
قید میں بزم بپا کر کے منائیں گے جو غم
طوق گردن میں ہے کس طرح کریں گے ماتم
یہ شقی لاکھ ہمیں رونے پہ ایذا دیں گے
اپنے دادی کو تو ہر حال میں پُرسا دیں گے

X
راہ میں تھے کہ محرم کا پڑا چاند نظر
دل پہ وہ چوٹ لگی شمر کا جیسے خنجر
آ گیا یاد وہ مظلوم ، وہ کنبہ ، وہ سفر
دیکھ کر چاند وہ صابر کی دعا رو رو کر
راہ میں اپنی یہ توفیق عطا کر یارب
تجھ پہ قربان ہو پہلے مرا اکبرؑ یارب

× روتے روتے کبھی بندھتی تھی جو اُن کی ہچکی
جاگ اُٹھتے تھے غم انگیز صداؤں کے شقی
ظلم ڈھاتے تھے کچھ ایسا کہ تڑپتے تھے تقی
تازیانوں سے کبھی اور سنانوں سے کبھی
صبر سے ظلم یہ سب کشتہ غم سہتا تھا
آنکھ سے اشک ، تو پہلو سے لہو بہتا تھا

راستے بھر یوں ہی کرتے ہوئے مظلوم کو یاد
تھی محرم کی نوں جبکہ یہ پہنچے بغداد
تنگ زنداں میں ہوئے قید ، مثالِ سجاد
آئی زہرا کی صدا میرے تقی جو آؤ
میں تیرے ساتھ ہوں کل شام کو پھر آؤں گی
کربلا میں کبھی بغداد میں رہ جاؤں گی

شبِ عاشور تھی وہ فرض تھی شبِ بیداری
رات بھر اشک رہے دیدہ تر سے جاری
تھا کبھی پیاسوں کا ماتم کبھی ذکرِ باری
یادِ مظلوم میں وہ رات بسر کی ساری
صبح جب سوئے فلک آنکھ اٹھا کے دیکھا
تیس گشتوں کو مصّے پہ تڑپتے دیکھا

اس قدر روئے کہ اشکوں سے مصّلی ہوا تر
کربلا ہی کے خیال آتے رہے پھر دن بھر
الْعَطَشُ کہتی ہے وہ چار برس کی دُختر
جاں بلب پیاس سے جھولے میں ہے ننھا سا پسر
یادِ اصغرؑ میں جو کھا کھا کے پچھاڑیں روئے
رو دیئے غیر بھی جب مار کے دھاڑیں روئے

کون زندان میں اپنا تھا جو ان کو روتا
 بے کسی لاشِ مظلوم پہ کرتی تھی بکا
 آٹھ معصوم تو فردوس میں تھے جو عزا
 ایک بی بی کی یہاں آتی تھی پر درد صدا
 لاش پر رونے کو بیٹا نہ کوئی بھائی ہے
 ہائے بچے تجھے غربت میں اجل آئی ہے
 قید ہو کے جو چلے شہرِ مدینہ سے تقیٰ

مرزا اسد اللہ خان غالب

یہ اجتہاد عجب ہے کہ ایک دشمن دین
 علیؑ سے آکے لڑے اور خطا کہیں اُس کو؟!

حکیم مومن خان مومن

مصداق ہوا آیہ ”تبت“ کا یزید
 فرزندِ ید اللہ سے بیعت مانگی؟!

کون سا ظلم تھا جو مولا نقیؑ نے نہ سہا

کون سا ظلم تھا جو مولا نقیؑ نے نہ سہا

بد دعا دل میں مچلتی رہی ہونٹوں کو سیا

ایک دل سنگ خلیفہ نے مگر قہر کیا

ہائے مظلوم کو پانی نہ دیا ، زہر دیا

پاس اُس دم کوئی ہمدرد نہ شیدائی تھا

کسمپرسی میں عجب عالم تنہائی تھا

عسکریؑ روتے تھے زانو پہ رکھے باپ کا سر

بہر اِدادِ برادر تھا نہ کوئی خواہر

کربلا ایسے میں آجاتی تھی جب پیشِ نظر

دل سے آتی تھی یہ آواز وہ جنگل تھا ، یہ گھر

گود میں فرقِ مطہر ہے یہاں بلا کا

تھا وہاں جلتی ہوئی ریت پہ سرِ دادا کا

یاں ابھی میں نے پلایا تھا پدر کو پانی
تین دن سے وہاں پیاسا تھا نبیؐ کا جانی
یاں میسر ہے کفن ، دفن میں ہے آسانی
ہائے بے گور و کفن لاش کی واں عریانی
پارہ دل ہے یہاں اشک بہانے کے لیے
واں تھا بیمار پسر قید میں جانے کے لیے

ان مناظر کے تصور میں یہ تھے جو بکا
ناگماں بولے یہ گھبرا کے ہمارے مولاً
بہر تعظیم اٹھاؤ مجھے اے ماہ لقا
خلد سے لائے ہیں تشریف ، رسولؐ دوسرا
ساتھ زہراً کے شہِ بدر و حنین آئے ہیں
میرے لینے کو حسنؑ اور حسینؑ آئے ہیں

پھر اٹھا کر سر پر نور پکارے یہ امام
میرے نانا مرے دادا میری دادی کو سلام
کہہ کے یہ گر گئے تکیے پہ جو مولائے امام
عسکریؑ روئے تڑپنے لگیں ارواحِ کرام
پُرسہ دیتا تھا نہ کوئی ، نہ گلے ملتا تھا
پنجتنؑ روتے تھے اور عرشِ خدا ہلتا تھا

فاطمہؑ کرتی تھیں یہ بن تڑپ کر ہر بار
میرے شبیرؑ کے پوتے تری غربت کے نثار
مثلِ شبرؑ کے جو نیلا ہے تنِ زار و زار
وقتِ رحلتِ تجھے پانی بھی ملا گلِ زُخار
کب گھرا نا کہیں ایسا کوئی مظلوم ہوا
ساتواں تو مرا پوتا ہے جو مسموم ہوا
کون سا ظلم تھا جو مولا نقیؑ نے نہ سہا

جب زہر سے شہید ہوئے گیارہویں امامؑ

جب زہر سے شہید ہوئے گیارہویں امامؑ

سامرہ والے خاک اڑانے لگے تمام

بازار بند کر دیئے چھوڑے سب اپنے کام

ماتم میں عسکریؑ کے ہوئے محو خاص و عام

دروازہ امامؑ پہ ایسی فغاں ہوئی

سامرہ میں قیامتِ صنعریٰ عیاں ہوئی

جس گھر میں تھی بنی ہوئی قبرِ علی نقیؑ

اُس میں ہی دفن لاشِ حسن عسکریؑ ہوئی

گھر گھر سے تھی بلند صدا آہ آہ کی

انتیس سال بھی نہ ہوئی عمرِ عسکریؑ

مدفون خوب عسکریؑ بے وطن ہوا

پاسے حسینؑ کو نہ میسر کفن ہوا

اب اس قَلق سے ہوتے ہیں ٹکڑے دل و جگر
ظلم اہلبیتؑ پر کئے اعدا نے اس قدر
سجادؑ جیسے روئے نہ لاشِ حسینؑ پر
یونہی نہ رویا عسکریؑ کی لاش پر پسر

دُڑے اُٹھائے گرد وہاں نابکار تھے
آبادہ قتل پر یہاں بدعتِ شرع تھے

مولاؑ امامِ عصر ہوئے آپ تو نہاں
مچتے تو کیسے عابدِ بیمار و ناتواں
دینا تھا اُن کو صبر و تحمل کا امتحان
وہ کوفہ و دمشق گئے پہنے پیڑیاں

اسلام کا تھا بار مجاہد کی پشت پر
دُڑے برستے رہتے تھے عابدِ کی پشت پر

مولاً بہت بلند ہے حضرتؑ کا مرتبہ
لیکن ہے بے مثال یہ عابدؑ کا حوصلہ
لے کر چلے جو ساتھ اسیروں کا قافلہ
دُشوار سارے مرحلوں سے تھا یہ مرحلہ
دن بن گیا تھا رات نگاہِ امام میں
ماں بہنیں پُھپھیاں ساتھ تھیں بازارِ شام میں

سجاوِ ناتواں گئے دربارِ عام میں
ایذا رساں تھے جمع سب اس اژدھام میں
اس درجہ تابِ ضبط تھی چوتھے امامؑ میں
دفنایا خود سکیئہؑ کو زندانِ شام میں
ظلمِ اس قدر ہوئے تھے محمدؐ کی آلؑ پر
رویائزید خود بھی اسیروں کے حال پر
جب زہر سے شہید ہوئے گیارہویں امامؑ / ظہورِ جارچوی

معمد کا تھا زمانہ کہ ہوا ظلم یہ آہ

معمد کا تھا زمانہ کہ ہوا ظلم یہ آہ

عسکریٰ زہر سے مارے گئے بے جرم و گناہ

چند لمحے بھی نہ گزرے کہ تڑپنے لگے شاہ

آئی زہراً کی یہ آواز کہ انا للہ

جاں بلب ہے مرا فرزند دُہائی بابا

مر کے اب قید سے کیا ہوگی رہائی بابا

کسی پہلو مرے بچے کو نہیں ہے آرام

کروٹیں لیتا ہے بستر پہ تڑپ کر گلفام

آکے بالینِ حسنؔ پھر یہ کیا رو کے کلام

رونے والے مرے شبیرؔ کے تجھ پر ہو سلام

نزع کا وقت ہے اور عالمِ تنہائی ہے

سُر ترا گود میں لینے کو ببولؔ آئی ہے

گھر میں اپنے تھے نظر بند جو مولائے امام
دو ہی مونس تھے یہاں ایک کنیر ایک غلام
اک نگاہوں سے نہاں پانچ برس کا گلغام
اُس کو لپٹائے ہوئے سینے سے کہتے تھے امامؑ
تم کو گھر بار تمہیں عقدہ سُٹھا کو سوچنا
باپ رخصت ہے مرے لال خدا کو سوچنا

آج ہے آٹھویں تاریخِ ربیع الاول
غرقِ اشکِ غمِ شبیرؑ ہیں آنکھوں کے کنول
میرے مرنے سے پڑے ماتمِ شہؑ میں نہ خلل
ہو جو غیبت بھی تو جاری رہے یہ طرزِ عمل
جانِ زہراؑ کے لئے اشکِ بہانا بیٹا
ہر جگہ مجلسِ شبیرؑ میں جانا بیٹا

ناگہاں پیاس لگی پینے کو پانی مانگا
دوڑ کر آبِ خُنک لائی کنیزِ مولاً
جام کو دیکھ کے یاد آگیا جو خشک گلا
ہائے شبیرؑ کہا اور وہیں دم توڑا
گر گئے تھکئے پہ تیورا کے بس اک بار، حسنؑ
چل بے پیاسے ہی، پیاسے کے عزادار، حسنؑ

دوستو حسبِ تمنائے امامؑ کو نین
مجلسِ غم میں ہیں مہدیؑ بھی ہمارے مائین
دل سے آتی ہے یہ آواز بہ صد شیون و شین
السلام اے شرِّ دیں، منتقمِ خونِ حسینؑ
اشکِ غم نذرِ امامِ دوسرا کرتے ہیں
تعزیت آپؑ کے بابا کی ادا کرتے ہیں
معتد کا تھا زمانہ کہ ہوا ظلم یہ آہ

چھٹ کر پد سے بے گس و تنہا تھے عسکریؑ
بھٹ کر پد سے پیکس و تنہا تھے عسکریؑ
پابندِ حمِ خالقِ یکتا تھے عسکریؑ
حق کے ولی تھے خلق کے مولا تھے عسکریؑ
احساں تھا جس کا جوش وہ دریا تھے عسکریؑ

ابرِ کرم تھے بحرِ سخا تھے زمانے میں
ویسے ہی جیسے ہوتے رہے اس گھرانے میں

بے مثل تھے جو عالمِ دینِ مجتہدِ الہ
کیا قدر جاہلوں میں ہوئی اُس کی آہ آہ
دم بھر نہ دستِ ظلمِ عدو سے ملی پناہ
پردیس میں غریبِ مدینہ ہوا تباہ
صدے طرح طرح کے رہے ایک جان پر
آیا کسی طرح کا نہ شکوہ زبان پر

زندانیِ شامِ سا تو نہیں ہے کوئی مکاں
مخصوص ہے مصیبتِ سجادِ ناتواں
اس طرح کی زمیں ہے کہاں زیرِ آسماں
مسکنِ بلا کا گھر تھا کہ آفت کا الاماں

پیدا ہوئے تھے عقرب و مار اُس کی خاک سے
پوچھے کوئی یہ رنج و مِحَنِ آلِ پاک سے

تھا کون اس خرابے میں غمِ خوارِ اہلبیتؑ
کس گھر میں تھی لٹی ہوئی سرکارِ اہلبیتؑ
دَم توڑتا تھا قافلہ سالارِ اہلبیتؑ
مجبور تھا پڑا ہوا مختارِ اہلبیتؑ

بسترِ زمینِ سخت کا ، تکیہ تھا خِشْتِ کا
ویرانے میں اسیر تھا مالک ، بہشتِ کا

موقع ملا تو زہر دیا شہ کو بے گناہ
لختِ دلِ رسول کی حالت ہوئی تباہ
بیمار ہو کے اٹھ نہ سکا بختِ الہ
مکار معتمد سا نہ ہوگا خدا گواہ
بھجے طبیب اُس نے دوا کرنے کیلئے
پوشیدہ اپنا حالِ جفا کرنے کیلئے

شدت وہ تپ کی زہر کا وہ صدمہ گراں
ایسا تھا ضعف کانپتا تھا جسم ناتواں
کس نے ابھی تھے بختِ حق صاحب الزماں
تھا دوسرا برس ، کوئی کہتا ہے پانچواں
جانِ نبی نے بارِ امامت اٹھالیا
اس کم سنی میں کوہِ مصیبت اٹھالیا
چھٹ کر پدرسے بے کس و تنہا تھے عسکری

اے صاحب الزماں یہ زمانہ الم کا ہے

اے صاحب الزماں یہ زمانہ الم کا ہے

اعدا کو رنج شاہ شہیداں کے غم کا ہے

دشوار ذکر، کشتہ درد و الم کا ہے

ہم کو سہارا آپ ہی کے ایک دم کا ہے

وردِ زباں دعا ہے ظہورِ امام کی

آئے وہ دن کہ راہ کھلے انتقام کی

پہلے بتوں آئیں گی محشر میں بے قرار

آہوں سے کانپ اٹھے گا جہی عرشِ کردگار

پر آمدِ حسین ہے تصویرِ انتشار

سب قافلہ بھی ساتھ مع طفلِ شیر خوار

وہ ایک تازہ حشر وہ معصوم کا بیاں

عادل کی بارگاہ میں مظلوم کا بیاں

نوحہ کریں گے عرصہ محشر میں خاص و عام
حال اپنا جب کریں گے بیاں شاہِ تشنہ کام
اے مومنو یہ غور و تامل کا ہے مقام
کیا کیا کہیں گے داد رسِ خلق سے امام
کعبہ میں آنا اہلِ حرم کو لئے ہوئے
جانا بلا کے دشت میں بے حج کئے ہوئے

شورش وہ فوجِ شام کی وہ سرِ زمیں اداس
شہزادیاں مدینے کی جنگل میں بے حواس
مہمانوں کی وہ دل شکنی وہ ہجومِ یاس
پتوں کا ساتھ اور کئی دن کی بھوکِ پیاس
عاشور کو حسینؑ کا دل چاک ہو گیا
لاشوں کا ایک ڈھیر سرِ خاک ہو گیا

روئے ہر ایک ناصر و یاور کی لاش پر
قاسمؑ یتیم حضرت شبرؑ کی لاش پر
لاشوں پہ بھانجوں کے برادر کی لاش پر
بن بیاہے نوجواں علی اکبرؑ کی لاش پر
وہ تیرِ ظلم ، حرمۂ نابکار کا
حضرتؑ کی گود اور لہو شیر خوار کا

اللہ سے کہے گا وہ مظلوم اپنا حال
وہ زخم کھا کے گھوڑے سے گرنا دمِ زوال
سینے کا درد ، شمر کی سختی ، زمین لال
پانی کا سنگِ دل سے دمِ واپسین سوال
بے آب تیغ ، خشک گلا ، وا مصیبتا
وہ بعدِ قتل ، رنج و بلا ، وا مصیبتا
اے صاحبِ الزماں یہ زمانہ الم کا ہے / فراست زید پوریؒ

سجاءً جب دوبارہ اسیرِ جفا ہوئے

سجاءً جب دوبارہ اسیرِ جفا ہوئے

زنجیر اور طوق میں پھر مبتلا ہوئے

روحِ رسولِ پاک کو صدمے سوا ہوئے

درد و الم بول کو لا انتہا ہوئے

غل تھا کہ پھر مدینے کی بستی اُجڑتی ہے

گردن میں طوق ، پاؤں میں زنجیر پڑتی ہے

القصد جس گھڑی کہ نمایاں ہوئی سحر

لشکر ہوا یزید کا آمادۂ سفر

اُنہیں وضو کو خواہر سلطانِ بحر و بر

فضہؑ نے جانماز پچھائی پچشم تر

اک دم مکول حد سے سوا ہوتی جاتی تھیں

زینبؑ نماز پڑھتی تھیں اور روتی جاتی تھیں

فارغ ہوئیں دعا سے جو زینبؑ پچشم تر
فضہؑ کو تب بلا کے یہ بولی وہ نوحہ گر
یاں سے بہت قریب ہے سنتی ہوں وہ شجر
خولی نے جس درخت میں باندھا تھا شہ کا سر
لے چل وہاں پہ فاطمہؑ زہرا کی جانی کو
روؤں گی اُس درخت کے نیچے میں بھائی کو

روئیں بیان کر کے جو زینبؑ حالِ زار
مابینِ دشت ، ہائے حسینا کی تھی پکار
اک باغ تھا وہاں کہ ہر اک گل تھا جس کا خار
تھا مہتیم وہاں کا تمیم ستم شعار
ظلمت عیاں تھی کفر کی اُس بد خصال سے
رکھتا تھا بغضِ دل میں محمدؐ کی آلؑ سے

پوچھا یہ اُس نے آکے قریب سپاہِ شمر
عورت یہ کون سی ہے جو روتی ہے اس قدر
یولا کوئی شقی کہ تجھے کیا نہیں خبر
زینبؑ یہی ہے عاشقِ سلطانِ بحر و بر
مدت سے سوگوارِ شہِ تشنہ کام ہے
یہ خواہرِ حسین علیہ السلام ہے

سننا تھا یہ کہ غیظ میں آیا وہ بد زباں
پہنچا قریبِ دخترِ خاتونِ انس و جاں
تھا آہنی جو ہاتھ میں اک ہیلچہ گراں
مارا شقی نے فرق پہ زینبؑ کے ناگماں
غش آگیا زمین پہ تھرا کے گر پڑیں
سُر پر لگی وہ ضرب کہ تیورا کے گر پڑیں

مہلک مَرَض میں جب یہ قیامت ہوئی ہوا
صدے سے سَر د ہو گئے زینبؑ کے دست و پا
صحرا میں جنّ و انس کے رونے کی تھی صدا
پہنچیں جنّاں میں خواہر سلطانِ کربلا
آنے لگی بکا کی صدا آسمان سے
غل پڑ گیا کہ اُٹھ گئیں زینبؑ جہان سے

دوڑی یہ حال دیکھ کے فضہؑ بصد الم
دیکھا کہ جسم پاک میں باقی نہیں ہے دم
دوڑی وہاں سے پھٹتی سَر وہ اسیرِ غم
عابدؑ کے پاس آ کے پکاری پچشمِ نم
جنت میں سوگوارِ شرہِ بحر و بر گئیں
جلد آئے کہ زینبؑ دل گیر مَر گئیں

اے سرگروہ آلِ عبا وا مصیبتا
 سر پر اُڑاؤ خاکِ عزا وا مصیبتا
 تازہ ستم یہ آور ہوا وا مصیبتا
 زینبؑ نے کی جہاں سے قضا وا مصیبتا
 سامانِ غسلِ زینبؑ دل گیر کیجئے
 جلدی پھوپھی کے دفن کی تدبیر کیجئے
 سجادؑ جب دوبارہ اسیرِ جفا ہوئے

حضرتِ امام شافعیؒ

كَفَى فِي فَضْلِ مَوْلَانَا عَلِيٍّ
 وَقُوْعُ الشُّكِّ فِيْهِ اِنَّهُ اللهُ
 وَمَاتَ الشَّافِعِيُّ وَ لَيْسَ يَدْرِى
 عَلِيٌّ رَبَّهُ اَمْ رَبَّهُ اللهُ

(ماخوذ از صحیفۂ معرفت / سید اشتیاق حسین تقویٰ)

مدیر ماہنامہ الامیر کراچی

جب کربلا سے لٹ کے وطن کو حرم پھرے

جب کربلا سے لٹ کے وطن کو حرم پھرے

گریاں سیاہ پوش بصد رنج و غم پھرے

اک دوسرے سے کہتے ہوئے یہ بہم پھرے

یوں لوٹ کر نہ آئے کوئی جیسے ہم پھرے

حُجروں میں سب تو اشکوں سے دامن بھگوتی ہیں

لیکن ربابِ صحن ہی میں بیٹھی روتی ہیں

جب بیٹھے بیٹھے دھوپ میں عرصہ گزر گیا

حالت خراب ہو گئی چہرے کا رنگ اڑا

زینبؑ نے اک دن آکے بڑے درد سے کہا

حُجرے میں چلیے بھائی یہ ہے حکم امام کا

سائے میں اب حال کچھ اوسان کیجئے

یوں دھوپ میں نہ جان کو ہلکان کیجئے

جب سب بصد ہوئے تو یہ کہنے لگیں ربابؑ
وعدہ کیا ہے روبروئے ابنِ بو ترابؑ
سائے میں اب نہ بیٹھوں گی اے آسماں جناب
کس دل سے لاؤں وعدہ خلائی کی اب میں تاب
کیا یہ سنوں میں فاطمہؑ کے نورِ عین سے
وعدہ وفا نہ کر سکی باتوؑ حسینؑ سے

جب دھوپ سے اُٹھی نہ ربابؑ جگر فگار
سمجھا کے لے چلے اُنھیں سجاؤؑ نامدار
رُخ کر کے کربلا کی طرف روئیں زار زار
بولیں کہ وعدہ آپ سے تھا ہوں میں شرمسار
مجبور کر دیا مجھے حکمِ امامؑ نے
رکھ لیجے آبرو مری ان سب کے سامنے

یہ کہتے کہتے ہچکی لگی دم نکل گیا
سجادؑ بولے اماں نے وعدہ وفا کیا
زینبؑ نے روکے سب پیمبرؑ کو دی صدا
آسان کر دو میری بھی مشکل پئے خدا
میرے بلانے میں بھی نہ تاخیر اب کرو
اکبرؑ کا واسطہ مجھے جلدی طلب کرو

زینبؑ کی اسِ فغاں پہ قیامت کا تھا سماں
تھیں بی بیوں رُبابؑ کی قسمت پہ نوحہ خواں
اور سر جھکائے بیٹھے تھے سجادؑ ناتواں
آئی صدائے سیدہؑ کانوں میں ناگہاں
مرقد میں اپنی آج یہ سوئے گی چمن سے
میں صدقے اس نے خوب نباہی حسینؑ سے
جب کریلا سے لٹا کہ وطن کو حرم پھرے / امیر چھولسی
(بشکریہ سوز خواں عاشق علی / رہتاس ضلع جہلم)

مختار قیدِ کوفہ سے جب ہو گئے رہا

مختار قیدِ کوفہ سے جب ہو گئے رہا

اور اختیارِ تختِ حکومت پہ مل گیا

مارا اُسے جو قاتلِ آلِ نبیؐ ملا

فی النار جب کہ ابنِ زیادِ لعین ہوا

خوش ہو کے شکرِ خالقِ کون و مکان کیا

اک نامہ بر کو جانبِ یثرب رواں کیا

عرضی لکھی یہ عابدِ عالی مقام کو

مارا ہے قاتلانِ شہِ تشنہ کام کو

مولا یہ آرزو ہے اس ادنیٰ غلام کو

حضرت اُتاریں رختِ عزائے امامؐ کو

سیدانیوں سے کہیے نہ آہ و بکا کریں

کھائیں پیئیں غلام کے حق میں دُعا کریں

پائی ہے میں نے یہ بھی خبر یا امامؑ دِیں
بیٹھی ہیں صحن خانہ میں بی بی کوئی حزیں
ڈر ہے مجھے ہلاک نہ ہو جائیں وہ کہیں
فی النار ہو چکا ہے بنِ کابلِ لعین
دل کو سنبھالیں اب علی اصغرؑ کا واسطہ
سایہ میں بیٹھیں ، سبطِ پیمبرؐ کا واسطہ

نامہ امامؑ عصر نے مختارؑ کا پڑھا
بیتُ الشرف میں جا کے یہ مخدومہ سے کہا
یہ دُھوپ اور اوس کی تکلیف تا کجا
اماں ہمیں یہ خط میں ہے مختارؑ نے لکھا
ہوگی اُسے خوشی اگر آرام پائیں آپ
میں بھی یہ چاہتا ہوں کہ سائے میں آئیں آپ

مخدومہ نے سنا جو یہ فرمانِ امام کا
رو کر کہا اٹھاؤ اگر ہے یہی رضا
دیکھا اک آہ مہر کے سونے دشتِ کربلا
ہاتھوں کو جوڑ کر بصد اندوہ یہ کہا
میں جیتے جی نہ اٹھتی کبھی اس مقام سے
مولاؑ چلی ہوں سائے میں حکمِ امامؑ سے

یہ کہہ کے اٹھنا چاہا نہ اٹھا گیا مگر
سب بی بیوں لپٹ گئیں جلدی سے دوڑ کر
اٹھی نہ تھیں کہ سونے جہاں کر گئیں سفر
رو کر پکارے سیدِ سجادؑ نامور
لے کر چلی ہو بی بیو کس خوش سرشت کو
اماں روانہ ہو گئیں باغِ بہشت کو
مختارِ قیدِ کوفہ سے جب ہو گئے رہا / ظہورِ جارجوی

نوحہ / بین

Page	مصرعہ اولیٰ	نمبر شمار
736	اے چاند کربلا کے تونے تو دیکھے ہوں گے	1
738	لاچار حسینا بے یار حسینا	2
739	جو یارے بر اور شیدائے بر اور	3
740	سقائے سیکنہ شیدائے سیکنہ	4
741	پروان چڑھالوں ارمان نکالوں	5
742	لاچار کھڑی ہے بے یار کھڑی ہے	6
743	پیا سوں سے زیادہ دور نہ تھا بھتے ہوئے دریا کا پانی	7
744	ہلتی ہے زمیں روتا ہے فلک اندھیاری چھانے والی ہے	8
744	بنت زہرا یہ کہتی تھی رورو میرے بھائی کا لاشہ بتادو	9
745	لکن ملجھم نے حیدر کو مارا، روزہ دار و قیامت کے دن ہیں	10
746	سواری ہے شہید کربلا کی	11
749	صَبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبٌ لَوْ أَنَّهُا	12
750	اب آئے ہو بلبا	13
752	اونچار ہے اپنا علم	14
754	کربلا کی فضاؤں میں اب تک ایک دکھیاری ماں کی صدا ہے	15
755	دَمِدَمٌ أَن كَادِمٌ بَهْرَے جَاؤ	16
756	غم حسینؑ منانا بہت ضروری ہے	17

Page	مصرعہ اولیٰ	نمبر شمار
758	میرے غریب الوداع، میرے شہید الوداع	18
759	میرے بابا میرے بابا	19
761	حسن کا سہرا	20
762	عباس کہاں ہو	21
763	رورو کے پوچھتی ہیں بائوشہ زمن سے	22
764	کون آل پیسیر کاب پوچھنے والا ہے	23
769	شہ نے درخیمے سے زینب کو پکارا ہے	24
773	گھبرائے گی زینب مر جائے گی زینب	25
774	سلام آخر / سلام خاک نشینوں پہ سو گواروں کا	26
776	بے پردہ حرم ہیں ساتھ ترے پردیسی دیسی پر ایسا ہے	27
777	پردیسی کنبے والوں کی یاد جو تیر چھوتی ہے	28
778	نشان فوج پیسیر سجایا جاتا ہے	29
779	ہسلیوں والے مرے	30
781	ہائے اکبر جواں ہائے اکبر جواں	31
782	قبر اصغر پہ کہتی تھی مادر گھر چلو شام ہوتی ہے اصغر	32
783	اب کس کا انتظار ہے اٹھو سکیٹ گھر چلو	33
785	اے سکیٹ اب نہ بلایا آئیں گے	34
786	مارا گیا حسین جو مہمان کر بلا	35
787	معصومہ کو ترمت میں بھی ظالم نے ستایا، فریاد خدا لیا	36

Page	مصرعہ کوئی	نمبر شمار
787 788	ہائے ظالم نے کیا ظلم ڈھایا، اہلبیتِ نبی کو ستایا	37
789	اے کربلا بتا، علی اصغر کہاں گیا	38
791	بعدِ حسین کس نے کہا میں یتیم ہوں	39
792	سز کیدارو	40
795	جب کبھی غیرتِ انساں کا سوال آتا ہے	41
796	بانو کا یہ ارماں تھا آباد مکاں ہوگا	42
797	کربلا سے جو کبھی ہو کے ہوا آتی ہے	43
798	کیا کیا ستم حسین کے دل پر گزر گئے	44
799	یاد آئی نہ تمہیں فاطمہ صغراء، بلبا	45
800	کوٹا گیا ہے سب پیمبر، وطن سے دور	46
802	بیوہ خمیر کی رو کر پکاری میرے بچے کی آتی ہے منہدی	47
803	سید اہرار نے ترک وطن کر دیا	48
804	مختصر زیارات	49

بستہ / حضرت شاداں دہلوی

جہاں کہیں ننگہ فن شناس ملتی ہے
وہاں پہ داہ ہنر بے قیاس ملتی ہے
جو سوز خواں کا ہو ذکرِ حسینؑ پر تکیہ
بیاض و بستہ و بازو کی آس ملتی ہے

اے چاند کربلا کے / سید سبط جعفر

اے چاند کربلا کے تو نے تو دیکھے ہوں گے
اُترے تھے اس زمیں پر عرشِ بریں کے تارے
اے چاند جلوہ گر ہے ہاشم کا چاند یاں پر
خیراتِ روشنی کی لے لہجیو یہاں سے
اے چاند اس زمیں پر رکھو ہمیشہ ٹھنڈک
سوتے جو ہیں یہاں پر زہراؑ کے ہیں یہ پیارے
تسلیم و سلسبیل و کوثر کے ہیں یہ مالک
مارے گئے جو پیاسے اس نہر کے کنارے
مُحْرؑ اور حبیبؑ جیسے جانباز اور احبؑ
مارے گئے یہیں پر انصارؑ شاہِ دیں کے
مارے گئے یہیں پر ہمدردی و ستم سے
مسلمؑ کے دونوں پیارے زینبؑ کے دونوں بیٹے
پامال ہو رہی تھی قاسمؑ کی لاشِ رن میں
عباسؑ اور سرورؑ چنتے تھے اٹکے ٹکڑے
بازو کٹے یہیں پر عباسؑ باوقا کے
اِذِنِ وَعَا نَهْ پِیَا پَانِی بَہِی لَا نَهْ پَاۓ

اس سر زمیں پہ گزرا سرور پہ یہ بھی صدمہ
 سینے پہ کھائی بر چھی ہمشکلِ مصطفیٰ نے
 پانی پلانے لائے اک مہ لقا کو سرور
 کیا ذبح حرمہ نے تیر ستم لگا کے
 گردن بچھدی پھر کی بازو بچھدا پدر کا
 دونوں تڑپ تڑپ کر پیاسے جہاں سے گزرے
 اس بن میں ایک بھی بابا کو ڈھونڈتی تھی
 بھرے ہوئے پڑے تھے جب سر بریدہ لاشے
 پھر یہ بھی تو نے دیکھا وہ غم رسیدہ بھی
 سینے پہ سو رہی تھی بے سر پدر سے لپٹے
 بازو بندھے یہیں پر پہلے پہل حرم کے
 اس سر زمیں سے نکلے سجاد سر جھکائے
 شزادہ جناب ہی مالک ہے کربلا کا
 کس کی مجال آئے جب تک نہ وہ بلائے
 پہنچا ہے کربلا میں ناچیز سب جعفر
 اے کاش پھر مقدر ہم کو یہ دن دکھائے

☆☆☆☆☆

(ورودِ کربلا کے موقع پر چمکتے چاند کو دیکھ کر فی البدیہہ کہے گئے اشعار)

لاچار حسینا / متین

لاچار حسینا بے یار حسینا
اے بیکسوں کے قافلہ سالار حسینا
وہ خنجر بے پیر کجا ہائے مقدر
اور بوسہ عجم احمد مختار حسینا
قربان گئی دیکھو تو کیا پشت بہن کی
نوکوں سے سنانوں کی ہے افکار حسینا
ماں بیٹھنے دے مکھی نہ جس جسم کے اوپر
اُس جسم پہ یوں تیروں کی بوچھاڑ حسینا
بل کھائے نہ کیوں دل مرا جب نوکِ شاں پر
بندھ جائیں ترے گیسوئے خم دار حسینا
دُڑانہ عدو بے ادبانہ ہوئے داخل
گھر فاطمہ کا ہو گیا بازار حسینا
ماں بہوں کے اونٹوں کا بنا کون شترباں
عابد کے سوا صاحبِ آزار حسینا
سرننگے بہن کو جری اعدا نے پھرایا
یوں لوٹی گئی ہے جری سرکار حسینا

بیمار کو زنجیروں میں اعدا نے جکڑ کر
 پہنایا ہے اک طوقِ گراں بار حسینا
 بچوں کو طمانچے ستم ایجادوں نے مارے
 کچھ کہہ نہ سکی زینبؑ ناچار حسینا
 آدمؑ صفی اللہ سے تا عیسیٰؑ دوراں
 ایسی نہ لٹی تھی کوئی سرکار حسینا
 (بشکریہ سوز خواں محمد احمد جعفری)

جویائے برادر / متینؑ

جویائے برادر شیدائے برادر
 عباسؑ کہاں سے تمہیں لے آئے برادر
 کوٹا گیا شبیرؑ دوہائی ہے خدا کی
 اب بند کمر ٹوٹ گیا ہائے برادر
 اے گود کے پالے یہ ناسف کا محل ہے
 میں زندہ ہوں اور برچھیاں تو کھائے برادر
 اب کوئی نہ باقی رہا ایسا کہ پس از مرگ
 لاشہ مرا مقتل سے اٹھا لائے برادر

پانی نہ پیا سوچ کے یہ پیاسا ہے بھائی
قربان وفا کی تری ہو جائے برادر
(بشکریہ الحاج فائق حسین رضوی برادران و پسران)

سقائے سکینہ / متین

سقائے سکینہ شیدائے سکینہ
عباسؑ چچا صدقہ ہو مرجائے سکینہ
کیوں عمو یہی مرضی ہے جو شمر کے ہاتھوں
دن رات پڑی سیلیاں یوں کھائے سکینہ
اب کاہے کو یہ ہوگا کہ تم ڈیوڑھی پر آؤ
اور دور سے لینے کے لئے آئے سکینہ
گلرنگ ہے مگر تاہرا کانوں کے لہو سے
کس چاہنے والے سے یہ دُھلوائے سکینہ
چہ کوئی بے آہلی سے ایسا نہ ہو بیتاب
جس طرح تڑپتی ہے پڑی ہائے سکینہ
(بشکریہ سوز خواں حاجی سید کفایت حسین مرحوم)

پروان چڑھالوں / متینؔ

پروان چڑھالوں ارمان نکالوں
ٹھہرو علی اکبرؔ تمہیں دولہا تو بنا لوں
پھل برچھی کا کھائے ہوئے سوتے ہو زمیں پر
اے لال میں کس طرح کلیجے کو سنبھالوں
شاید یونہی تھم جائے لہو زخم جگر کا
اُٹھو علی اکبرؔ میں کلیجے سے لگا لوں
اے لال ترے بیاہ کی زینبؔ کو تھی حسرت
ان خون بھرے ہاتھوں میں منہدی تو لگا لوں
یوں گھر سے مرے لال کو لے جائیں نہ حضرت
سایہ کریں آنچل کا میں بہوں کو بلا لوں
پہنا کے ذرا دیکھ لوں پوشاک شہانی
تاہوت پہ میں پھولوں کا سہرا تو چڑھالوں
ٹھہراؤ جنازے کو نہ حسرت مجھے رہ جائے
ارمان بھرے لال کا ارمان نکالوں
(بشکریہ سوز خواں رضا زیدی / لاہور)

التماس فاتحہ برائے سوز خواں داروغہ علی ناصر جعفری

لاچار کھڑی ہے / متین

لاچار کھڑی ہے بے یار کھڑی ہے
بھیا تیری بہنا سر دربار کھڑی ہے
سر ننگے مجھے دیکھ کے منہ موڑ لیا کیوں
بھیا یہ بہن طالب دیدار کھڑی ہے
مانگا ہے سیکنہ " کو کینری میں تمہاری
سہمی ہوئی وہ بھی بس دیوار کھڑی ہے
سب کرسیوں پہ بیٹھے ہیں اور پیش نظر ہم
رسی میں بندھی عترت " اطہار کھڑی ہے
میں دوڑ کے لے لیتی بلائیں ترے سر کی
زغہ کئے سب فوج جفا کار کھڑی ہے
(بشکریہ سوز خواں حسن عابد جعفری مرحوم)

احمد ندیم قاسمی

پورے قد سے جو کھڑا ہوں تو ہے یہ تیرا کرم
مجھ کو جھکنے نہیں دیتا ہے سہارا تیرا

نثار صاحب

پاسوں سے زیادہ دور نہ تھا پتے ہوئے دریا کا پانی
ناکامی قسمت کیا کہتے پایا نہ مگر قطرہ پانی
عباس کے ہونٹوں کے چھالے کہتے تھے امامِ بیکس سے
قبضے میں تھا غازی کے دریا لیکن نہ پیا قطرہ پانی
اصغرؑ نے کہاں مانگا تم سے اے اہلِ ستم ٹھنڈا پانی
بچے کو ذرا سا دے دیتے کھولا ہوا دریا کا پانی
کچھ اس سے زیادہ ہو نہ سکا مجبور تھا دریا کیا کرتا
پانی کیلئے تڑپے اصغرؑ ، اصغرؑ کیلئے تڑپا پانی
(بشکریہ سلام و نوحہ خواں ماسٹر غلام عباس)

زائر حسین زیدی / امریکہ (از مولائے کائنات)

علیؑ جیسا بساطِ دہر پر گوہر نہیں دیکھا
کئی صدیاں ہوئیں ہر ایسا قد آور نہیں دیکھا
وہ واحد شخص ہے جس نے کہ اپنی عمر بھر زائر
زمانہ موڑ کر دیکھا ، کبھی مڑ کر نہیں دیکھا
(بشکریہ براڈ کاسٹر شاعر و نوحہ خواں باقر حسین زیدی رضی)

نوحہ

ہلتی ہے زمیں روتا ہے فلک اندھیاری چھانے والی ہے
سب قتل ہوئے اٹھو اکبرؑ ماں قید میں جانے والی ہے
خمیے سے صدا دی بانوؑ نے اصغرؑ کو چھپالیجے مولا
پانی کے عوض فوجِ اعدا اب تیر چلانے والی ہے
وہ تیرا ہمکنہ جھولے میں وہ بال جھڈولے لال ترے
مادر کیلئے ہر بات تری اصغرؑ تڑپانے والی ہے
بچوں کیلئے عباسؑ جری اب پانی لینے آئے ہیں
پیتالی سے مشکیزے میں ہر موج سامنے والی ہے
گھوڑے سے گرے جب شاہؑ ہڈا آئی درِ خیمہ سے یہ صدا
گھر لوٹ کے تاتا کی امت اب آگ لگانے والی ہے
(بشکریہ شاعر و سوز خواں قائم حسین زیدی موانوی میرٹھی)

نوحہ

بنتِ زہراؑ یہ کہتی تھی رو رو میرے بھائی کا لاشہ بتادو
ہم مصیبت زدوں کی دعا لو میرے بھائی کا لاشہ بتادو

باپ ماں مر گئے گھر سے چھوٹی آ کے غربت میں آفت یہ ٹوٹی
 پُٹھ گئے ہم سے سلطانِ خوش خو میرے بھائی کا لاشہ بتادو
 آگ خیموں میں تم نے لگائی میرے نانا کی مسندِ جلائی
 اب زیادہ نہ ہم کو ستاؤ میرے بھائی کا لاشہ بتادو
 کیسی آفت میں ہم سب پڑے ہیں کس مصیبت میں چھوٹے بڑے ہیں
 میرے نانا کی امت ہو تم تو میرے بھائی کا لاشہ بتادو
 (بشکریہ سید طفیل عباس رضوی۔ اسٹیل ٹاؤن کراچی)

روزہ دارو قیامت کے دن ہیں

ابنِ ملجم نے حیدرؑ کو مارا ، روزہ دارو قیامت کے دن ہیں
 تم سے پُٹھتا ہے مولا تمہارا ، روزہ دارو قیامت کے دن ہیں
 سُونی قبرِ رسولِ خدا ہے ، گھر میں زہراؑ کے آہ و بکا ہے
 خاک اڑاتا ہے حیدرؑ کا کنبہ ، روزہ دارو قیامت کے دن ہیں
 آلِ احمدؑ پر آفت ہے آئی ، بے کسوں پر قیامت ہے چھائی
 اٹھ گیا سر سے حیدرؑ کا سایہ ، روزہ دارو قیامت کے دن ہیں
 دل پلاتے ہیں زینبؑ کے نالے ، خاک اڑاتے ہیں سب کنبہ والے
 گھر میں خالق کے حیدرؑ کو مارا ، روزہ دارو قیامت کے دن ہیں

سواری

سواری ہے شہیدِ کربلا کی
انھی ہے لاشِ دیں کے بادشاہ کی
بڑھے جاؤ ادب اور قاعدے سے
سواری ہے یہ جانِ مصطفیٰ کی
کہ جس کی شمر نے گردن جدا کی

علیؑ کے جانشینِ فرزندِ زہراؑ کی سواری ہے
حسینؑ بیکس و مظلوم و تنہا کی سواری ہے
تہِ خنجرِ طلب کرتا رہا جو شمر سے پانی
اُسی پیاسے شہیدِ تیغِ اعدا کی سواری ہے

کلامِ اللہِ ناطق ، ابنِ زہراؑ کی سواری ہے
رسولِ اللہ کی امت کے شیدا کی سواری ہے
فرشتے ننگے سر جسکے جلو میں روتے جاتے ہیں
یہ اُس مظلوم شاہِ دین و دنیا کی سواری ہے

علی اصغرؑ کے غم میں رونے والے کی سواری ہے
رسولؐ اللہ کی اُمت کے شیدا کی سواری ہے
رَسن بستہ دیارِ شام میں جس کے حرم آئے
اُس آوارہ وطن مظلوم آقا کی سواری ہے

بھرے ہوں اشک آنکھوں میں کلیجہ غم سے نکلے ہو
چلو روتے ہوئے مظلوم مولا کی سواری ہے

سواری (بشکریہ مولانا سید تقی ہادی و امتیاز رضا زیدی)

رخصت ہے قنبلِ ستم و غم کی سواری
ہے رو بہ سفر صبرِ مجسم کی سواری
اے قوم چلی مصلحِ اعظم کی سواری
جاتی ہے شہنشاہِ دو عالم کی سواری

ہشیار ذرا ولولہٗ دستِ طلب سے

آقا کی سواری ہے قرینے سے ادب سے

اس شان کا مرنا کہیں دیکھو گے نہ جینا
ڈوبا ہوا اک خون کے دریا میں سفینہ
اسلام کا مفہوم ہے اس گھر کا قرینہ

اس دور پہ مہ و مہر کو آتا ہے پسینہ
ہشیار ذرا..... / آقا کی سواری ہے.....

کچھ دور نہیں جانِ دو عالم ہو جلو میں
غیبت کے حجابات کا محرم ہو جلو میں
وارثِ غم سرورؑ کا بصدِ غم ہو جلو میں
خودِ حجتِ حق صاحبِ ماتم ہو جلو میں

ہشیار ذرا..... / آقا کی سواری ہے.....

ہمراہ ہوں تھامے ہوئے دل شائعِ محشر
ہوں خاکِ بر ، تیغِ بھفِ حیدرِ صفر
کہتے ہوئے آتے ہوں حسنؑ ہائے برادر
محمل میں ہوں کھولے ہوئے سرِ جانِ پیمبرؑ

ہشیار ذرا..... / آقا کی سواری ہے.....

ملت کا دلارا ہے سواری ہے یہ جس کی
اسلام کا پیارا ہے سواری ہے یہ جس کی
مطلوب ہمارا ہے سواری ہے یہ جس کی
پیاسا اُسے مارا ہے سواری ہے یہ جس کی

ہشیار ذرا..... / آقا کی سواری ہے.....

بَين / قطعات (س ج)

صَبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبُ لَوْ أَنَّهَا صَبَّتْ عَلَيَّ الْآيَامِ صِرْنَ لَيَالِيَا
آپ کے بعد ہی بیا میرے اتنے مصائب مجھ پہ پڑے
پڑتے اگر روزِ روشن پر ہوتے شبِ تیرہ کی طرح سے
کم تو نہیں تھی آپ کی فرقت در پئے ایذا آپ کی امت
اُم لکھا آپ کی بھعت پہلو شکستہ درد کی شدت
بیا ہمارا باغ بھی چھینا مجھ کو سرِ دربار بلایا
حسین " و حیدر " کو بلا کر اُن کی گواہی کو جھٹلایا
پسلیاں توڑیں بیا میری رستی گلوئے علیٰ میں باندھی
ہو گئے دشمن اُن میں سے اکثر کل تک جو تھے آپ کے ساتھی

عزاداروں سے خطاب

رکھنا ہے ہمیں کام فقط شہ کی عزا سے
شکوہ ہے عبث اب تو جفا کار و جفا سے
افسوس کہ "اس دور کے مومن" کی ہے کوشش
مجلس کا تعلق نہ رہے "آلِ عبا" سے

(سید اعتراز حسین زیدی شہزادہ سہارنپوری)

اب آئے ہو بابا / حضرت شاہد نقوی

وہ کربلا وہ شامِ غریباں وہ تیرگی ، وہ زینبِ حزیں وہ حفاظتِ خیام کی
آیا وہ اک سوارِ قریبِ خیامِ شاہ ، بیٹی علیؑ کی غیظ میں سوئے فرس بڑھی
الٹی نقابِ چہرے سے اپنے سوار نے ، پیشِ نگاہِ زینبِ مظلوم تھے علیؑ
ہر چند صابرہ تھیں بہت بنتِ فاطمہؑ ، بے ساختہ زبان پہ فریاد آگئی

زینبؑ نے کہا باپ کے قدموں سے لپٹ کر ، اب آئے ہو بابا
جب لٹ گیا پردیس میں لہماں کا بھرا گھر ، اب آئے ہو بابا
بابا اگر آتا ہی تھا خالق کی رضا سے ، اُس وقت نہ آئے
جب خاک پہ دم توڑ رہا تھا مرا اکبرؑ ، اب آئے ہو بابا
کٹ کٹ کے گرے نہر پہ جب بازوئے عباسؑ اور کوئی نہ تھا پاس
اُس وقت صدا آپ کو دیتا تھا دلاور ، اب آئے ہو بابا
جب فرشِ زمیں بامِ فلک لرزہ جلاں تھے ، اُس وقت کہاں تھے
جب باپ کے چلو میں تھا خونِ علی اصغرؑ ، اب آئے ہو بابا
جب بھائی کا سر کٹا تھا میں دیکھ رہی تھی حضرتؑ کو صدا دی
سر کھولے ہوئے روتی تھی میں خیمے کے در پر ، اب آئے ہو بابا

جب لوگ چالے گئے لاشے شہدا کے ، حق اپنا جتا کے
 بس اک تنِ شہیدؔ تھا پامالی کی زد پر ، اب آئے ہو بابا
 جب بالی سکینہ کے گھر چھینے گئے تھے ، لگتے تھے طمانچے
 حسرت سے مجھے دیکھی تھیں بانوئے مضطرؔ ، اب آئے ہو بابا
 کیا آپ نے فردوس سے یہ دیکھا نہ ہوگا ، کیا حشر ہوا تھا
 جب پُشت سے بیمار کی کھینچا گیا بستر ، اب آئے ہو بابا
 جب شام کے قزاق ہمیں لوٹ رہے تھے ، خیموں کو جلا کے
 آپ آگئے ہوتے تو نہ چھنتی مری چادر ، اب آئے ہو بابا
 اک رات کے مہمان ہیں پھر قیدِ سلاسل ، اب آنے سے حاصل !
 بازار میں ہم صبح کو جائیں گے ٹھلے سر ، اب آئے ہو بابا
 شاہدِ رُخِ حیدرؔ پہ بکھر جاتے تھے آنسو ، جب کھول کے گیسو
 چلاتی تھیں زینبؔ مرے بابا مری چادر ، اب آئے ہو بابا
 (بشکریہ نوحہ خواں استاذ آغا و مولانا نسیم آغا)

انیس پمہ سرق مرحوم

بات آئے گی پردے کی تو یاد آئے گی زینبؔ
 تاریخِ غم و درد کو دُہرائے گی زینبؔ

اونچا رہے اپنا علم / علی محمد رضوی (سچے بھائی)

اے اہلِ ماتمِ اہلِ غم ، اونچا رہے اپنا علم

جب تک ہے دورِ آسماں ، سُن لے یہ ہر پیر و جواں

آواز پر شبیرؑ کی ، بڑھتا رہے یہ کارواں

رُکنے نہ پائیں یہ قدم ، اونچا رہے اپنا علم

ہر قلب پر چھاتے چلو ، دُنیا کو بتلاتے چلو

اک اک محاذِ ظلم کی تصویر دکھلاتے چلو

ہر دل میں بھر دو شہؑ کا غم ، اونچا رہے اپنا علم

کب تک نہ مانے گا کوئی ، وہ وقت آئے گا کبھی

ہر قلب پر چھا جائے گا ، اپنا حسین ابنِ علیؑ

اِس دَر پَر ہر سر ہو گا خم ، اونچا رہے اپنا علم

جب بھی کوئی مشکل پڑی ، دنیا اسی دَر پَر جھکی

سینوں سے بل کھا کر ادھر ، اُٹھی صدائے یا علیؑ

نکلا ادھر باطل کا دم ، اونچا رہے اپنا علم

یہ پَر جم عباسؑ ہے ، ٹوٹے دلوں کی آس ہے

اب تک اسی پرچم تلے ، زندہ کسی کی پیاس ہے

جس نے سے لاکھوں ستم ، اونچا رہے اپنا علم

وہ تیر بانیِ جفا ، معصوم کا ننھا گلا
 اسلام زندہ کر گئی ، اصغرؑ کے مرنے کی ادا
 ہنس کر سا تیر ستم ، اونچا رہے اپنا علم
 زندہ ہے ہل من کی صدا ، پتا نہیں خوں کا لکھا
 شیر کا حق کی قسم ، اک معجزہ ہے کربلا
 یہ سلسلہ ہوگا نہ کم ، اونچا رہے اپنا علم
 جب کربلا یاد آئے گی ، انسانیت شرمائے گی
 مظلوم کی آواز ہے ، دل میں اترتی جائے گی
 پلٹیں گے پھر پہلے قدم ، اونچا رہے اپنا علم
 زندہ یہ بیداری رہے ، یہ سلسلہ جاری رہے
 ہم ہوں نہ ہوں اس بزم میں قائم عزاداری رہے
 نکلے اسی چوکھٹ پہ دم ، اونچا رہے اپنا علم
 اے نوجوانانِ عزا ، تم ہو کسی دل کی دُعا
 تاحشر اُٹھتی ہی رہے ، سینوں سے ماتم کی صدا
 قائم رہے اکبرؑ کا غم ، اونچا رہے اپنا علم
 (بشکریہ سید آل حیدر / صادق عباس وریاض مرزا)

کربلا کی فضاؤں میں اب تک / (حُسنِ بہائی نظر)
 کربلا کی فضاؤں میں اب تک ایک دکھیری ماں کی صدا ہے
 کربلا تیرے اس ہو کے بن میں لال میرا کہیں کھو گیا ہے
 کس کو میں لال کہہ کر بلاؤں کس کو سینہ سے اپنے لگاؤں
 لوریاں دے کے کس کو سلاؤں ہائے اصغر مرا کھو گیا ہے
 تو اگر روٹھ جائے گا جانی ، ہوگی کیسے بسر زندگانی
 پاس کوئی نہیں ہے نشانی تیرا جھولا بھی اب جل چکا ہے
 ایسے دل ہونہ نکلزے کسی کا ، یوں نصیبہ نہ بگڑے کسی کا
 اس طرح گھر نہ اُجڑے کسی کا جیسے تاراج یہ گھر ہوا ہے
 ہیں نہ قاسمؑ نہ عباسؑ و اکبرؑ ، لوٹ کر تو بھی آیا نہ اصغرؑ
 ہو چکے حق پہ قربان سرورؑ ہائے جینے کا اب کیا مزا ہے
 بیڑیاں پننے عابدؑ کھڑے ہیں ، سب رَسن بستہ چھوٹے بڑے ہیں
 یوں شہیدوں کے لاشے پڑے ہیں جیسے قرآن بکھرا پڑا ہے
 مجھ سے جس دم یہ پوچھے گی صغراؑ ، کیوں دکھائی نہیں دیتا بھیا
 کہہ سکوں گی میں کس طرح پیٹا ، تو بھی حق پر فدا ہو چکا ہے
 دل نشیں ہے مدینہ کی عظمت ، ہے نگاہوں میں کعبہ کی حرمت
 ہے عیاں عرشِ اعلیٰ کی رفعت کربلا پھر نظر کربلا ہے

اُن کا دم بھرے جاؤ / ساحر فیض آبادی

دم بدم اُن کا دم بھرے جاؤ

جاؤ یا علی یا علی کہے جاؤ

حُسنِ کعبہ جو دیکھنا چاہو

جاؤ حاجیو کربلا چلے جاؤ

جلنے والو علی سے جلتے رہو

جاؤ اپنا انجام دیکھتے جاؤ

تم کو جینا ہے جب اُنہی کیلئے

جاؤ جب تک وہ کہیں جئے جاؤ

زندگی کا بھرم ہے ذکرِ حسینؑ

جاؤ زیست کا حق ادا کئے جاؤ

قبر کی روشنی ہیں اشکِ عزا

جاؤ اِن چراغوں کو بھی لئے جاؤ

فتح ، مظلومیت کی ہوتی ہے

جاؤ ہر جفا ہر ستم سے جاؤ

رونے والو حسینؑ کے غم میں

جاؤ فاطمہؑ کی دعا لئے جاؤ

غم حسینؑ منانا بہت ضروری ہے / عروجِ بجنوری

رہِ نجات میں خورشیدِ زندگی کے لئے
بقا کے واسطے ، خالق کی بندگی کے لئے
جمالتوں کے اندھیروں میں روشنی کے لئے
حسینی شمع جلانا بہت ضروری ہے

وہ جس میں اصغرؑ معصوم کا تبسم ہے
وہ جس میں اشکوں کا سیلاب ہے تلاطم ہے
وہ جس میں آخری شبیرؑ کی صدا گم ہے
وہ داستان سنانا بہت ضروری ہے

یہ وہ حسینؑ ہے جو فخر ابنِ آدم ہے
کہ جس کے زیرِ قدم رفعتِ دُو عالم ہے
اُسی حسینؑ کے غم میں یہ شورِ ماتم ہے
یہ بات سب کو بتانا بہت ضروری ہے

وہ جس نے دین چایا ہے کربلا آ کر
وہ جس نے آخری سجدہ کیا جہِ نخبِ
وہ جس کے در پہ فرشتے جھکا رہے ہیں سر
سر اُس کے در پہ جھکانا بہت ضروری ہے

وہ بھوک پیاس وہ بر چھی ، وہ سینہ اکبر
 وہ مشک اور وہ بازو کئے جو دریا پر
 وہ شہ کا آخری سجدہ ، وہ شمر کا خنجر
 ہر اک کو یاد دلانا بہت ضروری ہے
 خموش آل محمد کا آج ڈیرا ہے
 بلا کا شامِ غریباں میں ٹھپ اندھیرا ہے
 رسول زادیاں اور خاک پر بسیرا ہے
 عزا کا فرش پھٹانا ضروری ہے
 وہ چھ مہینے کے اصغر جنھیں نہ پانی ملا
 وہ نوجواں علی اکبر جنھیں نہ پانی ملا
 وہ کربلا کے بہتر جنھیں نہ پانی ملا
 سبیل ان کی لگانا بہت ضروری ہے
 حسین ہی تو سہارا ہے آدمی کے لئے
 حسین ہی کی ضرورت ہے زندگی کے لئے
 عروجِ عزمِ حسینی کو برتری کے لئے
 نشانِ راہ بنانا بہت ضروری ہے
 (بشکریہ ناظم حسین / لئیق حیدر / رئیس حیدر)

الوداع / صہباً لکھنوی

میرے غریب الوداع ، میرے شہید الوداع
جل چکا جنگل میں گھر لٹ چکا سب مال و زر
شہروں میں ہم دربدر پھر چکے اب ننگے سر
میرے غریب الوداع ، میرے شہید الوداع
بازوں کی اب رسن ، کھل چکی شاہ " زمن
سہ چکی رنج و محن ، کھا چکی ڈرے بہن
میرے غریب الوداع ، میرے شہید الوداع
سب سے جدا ہو چکی ، آپ " کو بھی کھو چکی
زونا تھا اور رو چکی ، اشکوں سے منہ دھو چکی
میرے غریب الوداع ، میرے شہید الوداع
شاہ " غریب الدیار ، آپ پہ زینبہ نثار
پھٹتا ہے مجھ سے مزار ، کیا کروں میں سوگوار
میرے غریب الوداع ، میرے شہید الوداع
روؤں گی میں صبح و شام ، آپ کالے لے کے نام
یا شہ " عالی مقام ، لیجئے میرا سلام
میرے غریب الوداع ، میرے شہید الوداع

میرے بابا / مشتاق حسن شبر (نقوی الہ آبادی)

دشتِ ہول میں جلتے ہوئے خیموں کے قریب
تھر تھراتے ہوئے سسے ہوئے بچوں کے قریب
دیکھ کر شب ہے لٹیرے ہیں یہ تنہائی ہے
سَر پہ اک اور مصیبت لئے رات آئی ہے
کوئی وارث نہ تھا دل تھام کے اٹھی زینب
کر کے دم تاوِ علی دشت میں نکلی زینب
ناگماں دیکھا وہ منظر کہ ہوا دل بے تاب
ایک سوار آیا ادھر ڈال کے چہرے پہ نقاب
بڑھ کہ زینب نے بصد جاہ و حشم ٹوک دیا
باگ پہ ڈال کے ہاتھ اُس کو وہیں روک دیا
بولی اب کوٹنے والے ، یہاں کیا پائیں گے
دیکھ یہ بچے مرے ، خوف سے مر جائیں گے
یک بہ یک نور کے ہالے میں جو چہرہ دیکھا
غم و اندوہ بڑھا ضبط کا یارا نہ رہا
چیخ ایک مار کے وہ باپ کے قدموں پہ گری
ہوش جب آیا تو رو رو کے بیاں کرنے لگی

میرے بابا..... میرے بابا.....

بھائی جب مارا گیا آپ کہاں تھے بلا
قتل عباسؑ ہوا آپ کہاں تھے بلا
سب یہ کہتے ہیں کہ ہے نعمتِ داور پانی
یہ ستم ہم پہ ہوا آپ کہاں تھے بلا
پاسے بچوں کیلئے جنگ جو عباسؑ نے کی
ایک اک بازو کٹا آپ کہاں تھے بلا
آیا اصغرؑ سر میدان تو ہوا اور ستم
تیر جب اُس کے لگا آپ کہاں تھے بلا
میرا دل بندِ حسنؑ جب نہیں ہارا بلا
لاشہ پامال کیا آپ کہاں تھے بلا
بعدِ شبیرؑ ہمارا کوئی وارث نہ رہا
جب چھنی میری بردا آپ کہاں تھے بلا
سُن کے فرمایا علیؑ نے میری بیٹی مت رو
دل مگر کتا رہا آپ کہاں تھے بلا
میں تو ہر گام پہ تھا ساتھ تمہارے بیٹی
تم نے یہ کیسے کہا آپ کہاں تھے بلا

(بشکریہ نوحہ خواں سید ناصر حسین زیدی / تنظیم الحسینی)

ابنِ حسنؑ کا سہرا / مولانا راہیؒ جہانگیر آبادیؒ

کن تمناؤں کا تھا ابنِ حسنؑ کا سہرا
ہائے افسوس مگر اس نہ آیا سہرا
خلد کے پھولوں سے حوروں نے جسے گوندھا تھا
حیف صدحیف خزاں نے وہی تاکا سہرا
در پہ خمیے کے دلہن ڈھانپ کے منہ روتی تھی
جب چلا زن کو یہ باندھے ہوئے دولہا سہرا
رُخ پہ تھا جو بُری نظروں سے بچانے کے لئے
دشمنوں کی عجمہ بد میں وہ آیا سہرا
جس میں ارمان تھے بہنوں کے تو حسرت ماں کی
تیغ و شمشیر ستم نے وہی کاٹا سہرا
مانگ یاں خمیے میں اک شب کی دلہن کی اُجڑی
جب اُدھر دشت میں نوشاہ کا اُجڑا سہرا
کٹ گئی ساتھ ہر اک رگ کے لڑی پھولوں کی
لاش پامال ہوئی خاک پہ بکھرا سہرا
وائے حسرت کہ لٹا فاطمہ کبریٰؑ کا سہاگ
آکے قزاقِ اجل نے جو یہ لٹا سہرا

عباسؑ کہاں ہو

مارے گئے سرورؑ کے مددگار تھے جو جو ، عباسؑ کہاں ہو
اب رن میں طلب کرتے ہیں اعدا شہؑ دیں کو، عباسؑ کہاں ہو
مظلوم کو غربت میں گئے چھوڑ کے کس پر ، اے ثانیؑ جعفرؑ
عاشق تو وہی ہے جو نہ آفت میں جدا ہو ، عباسؑ کہاں ہو
شبیرؑ سے لپٹی ہوئی روتی ہے سیکنہؑ شق ہوتا ہے سینہ
تم اس کو یتیمی کی مصیبت سے بچا لو ، عباسؑ کہاں ہو
سر کھولے ہوئے بانوؑ چلی آتی ہے باہر ، اے ثانیؑ حیدرؑ
شبیرؑ چلے آلِ پیبرؑ کو سنبھالو ، عباسؑ کہاں ہو
لڑتے ہوئے، گھوڑے سے گرے سجدے میں شبیرؑ، ہیں یکس ود لگیر
للہ رکابِ شہؑ دیں دوڑ کے تھامو ، عباسؑ کہاں ہو
ہیں زندہ جاوید شہیدانِ محبت ، پھر کیوں ہے یہ غفلت
حضرت کے قدم تھامو کئے ہاتھوں کو جوڑو ، عباسؑ کہاں ہو

التماسِ سورۃ فاتحہ برائے ایصالِ ثواب

سید ارشاد علی کاظمی و کنیز سیدہ، سید حسین احمد ابنِ مجتبیٰ حسین
عزیز النساء بنتِ ناظم حسین، کلب حسین ابنِ سید حسین احمد